



انجیلِ داؤد

مصنّفہ

لارڈ بشپ فرنچ صاحب

پنجاب ریلجس بک سوسیٹی
کی طرف سے شایع ہوئی

اور لودیانہ مشن پریس میں پادری
ویری صاحب کے اہتمام سے چھپی

دفعہ اول　　سنہ ۱۸۷۷ عیسوی　　۱۰۰۰ جلد

انجیلِ داؤد

مصنفہ

لارڈ بشپ فرنچ صاحب

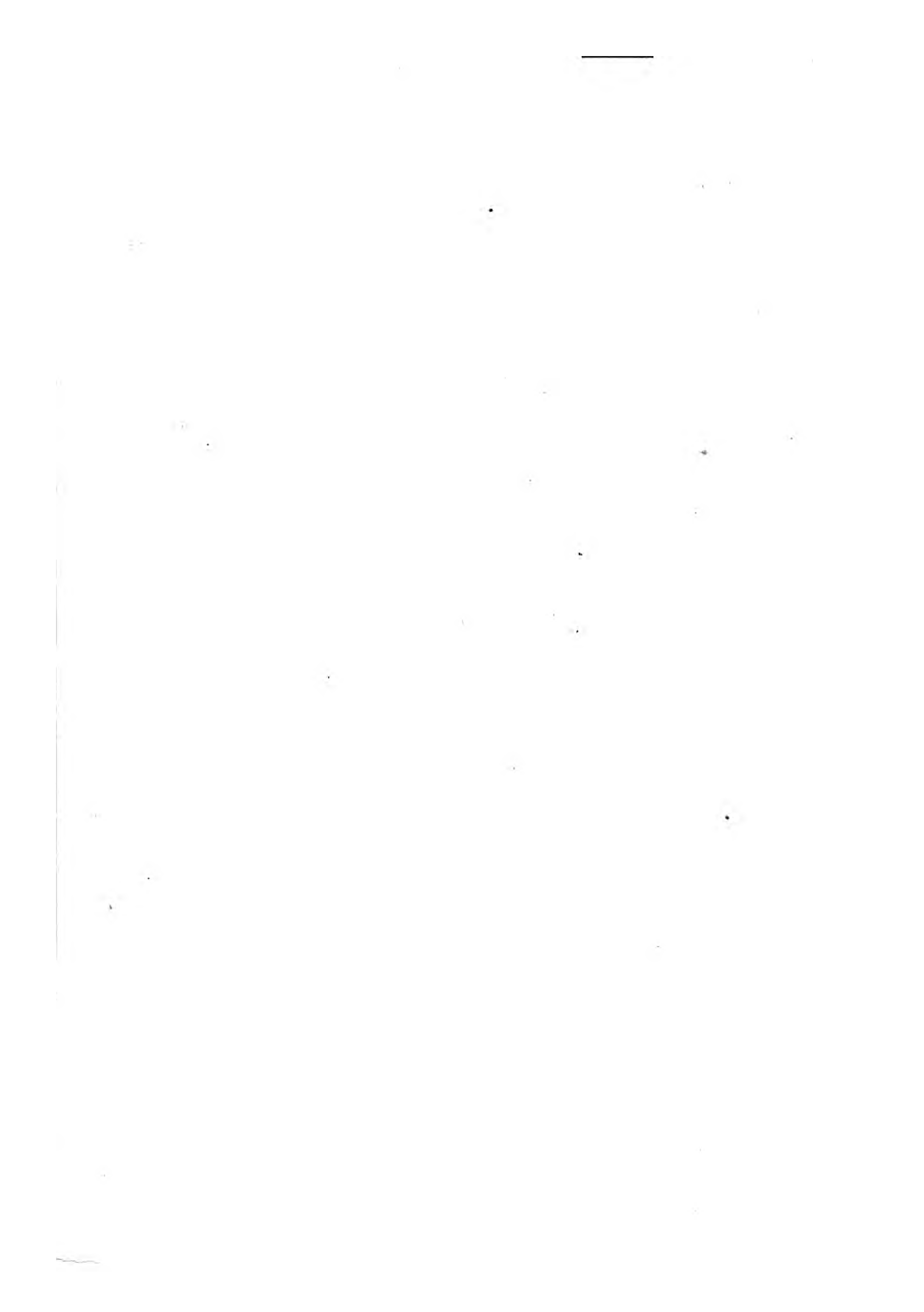
پنجاب ریلیجس بک سوسیٹی
کی طرف سے شایع ہوئی

اور لودیانہ مشن پریس میں پادری
ویری صاحب کے اہتمام سے چھپی

دفعہ اول　　سنہ ۱۸۷۷ عیسوی　　۱۰۰۰ جلد

فہرست کتاب انجیلِ داؤد

مضمون ابواب	صفحہ کتاب
باب پانزدہم	
درباب بعض وزنی نقلیات کہ مستلزم ومستدل بر الوہیت ومعبودیت خداوند مسیح میباشند ÷	۳۱۶ سے ۳۵۰



انجیلِ داؤد

دیباچہ

ہزار ہزار شکر ہی اُس قادرِ مطلق خدا کے لئے جس نے اپنے حقیقی دوستوں اور خواصونکو یہہ مرتبہ اور شرف مرحمت وعنایت فرمایا ہی کہ اُنکا بدن بھی ماسوائے روح کے روح حق کی جائے سکونت اور خدا کی عبادتگاہ ہووے۔ اور اِس عبادت خانہ الٰہی میں باقی تمام عضوونکا امام اور مقتدا زبان ہوتی ہی کہ بلاناغہ دعا وسوال اور حمد وستائش کا نذرانہ اِنسان کے شفتین سے صادر ہوکر ربّ تعالیٰ کی حضور میں گذرانا جاوے۔ بموجب فرمانے داؤد نبی

کے کہ میری دعا تیرے آگے خوشبو کی طرح مقبول ہو اور میرا دست بدعا ہونا شام کی

قربانی کی مانند ہو۔ پس کلیسیائے عامہ خواہ یہودیوں کی ہو خواہ مسیحیونکی اِس اِقرار پر متفق ہیں کہ حمد وستایش کا قرض بالفرض ادا کرنے میں گو امام الائمّہ حضرت داؤد ہیں بآنقدر کہ اگر کوئی شخص اِس عمدہ اور فرشتگانہ خدمت کا نمونہ اور نشان ڈھونڈھے

تومزامیر داؤد میں اُسکا مطلب اور مراد بخوبی برآوے - ہاں بلکہ ساکنان آسمان اور زمین
کی عبادت اِسی مزامیر داؤد میں موافقت اور مرافقت اور خوش اِتفاقی سے ملتی ہی -
اور آپ داؤد بھی قبل از وفات اور منتقل ہونے اِس عالم فانی سے اِس بات کی خاص
تقریر کرتا ہی کہ حق تعالیٰ کی روح کے الہام سے میں اس عہدہ پر وقف اور متعین کیا گیا ہوں
دیکھو ۲ سموئیل ۲۳ باب ۱ - اور ۲ - آیتوں میں یوں مرقوم ہی (یہہ داؤد کا پچھلا کلام ہی)
کہ یسی کے بیٹے داؤد نے کہا اور اُس شخص نے جو سرفراز کیا گیا تھا کہا کہ یعقوب کے خدا
کا مسیح جو اِسرائیل میں شیریں مترنم تھا بولا کہ خداوند کی روح مجھہ میں بولی اور اُسکا
سخن میری زبان پر تھا *

اور ایک عمدہ مشہور معلّم نے مزامیر افضل داؤد کا اِجمالاً یہہ بیان کیا کہ ایک
بھی علم ضرور نہیں جسے خلق اللہ مزامیر داؤد سے نہیں نکال سکتی - جو حیات خدا میں کوتاہ
عمر اور طفل ہیں وہ بھی اِس کتاب کے اندر سے علم الٰہی کی اِبتدا اور مقدمات کو بآسانی
تمام حاصل کر سکتے ہیں اور جو خدا کی راہ میں کچھہ آگے چل نکلے ہیں اُنکو بڑی ترقی اور
تقویت دستیاب ہوتی ہی - ہاں بلکہ وے بھی جو اَوروں کی نسبت مُوصَل بکمال ہیں
یہاں بڑی پختگی اور اِستقامت کے وسائل پاتے ہیں - اگر تم پہلوانوں کا حوصلہ یا ہمت
اعلیٰ طلب کرو اور ایسی عدالت اور راستی جو بغایت تمام پہنچی ہو اور مزاج سنجیدہ
او معتدل اور میانہ روی اور تمام وقت کی دانائی اور بے ریب وریا توبہ کاری
اور صبوری کا اِستقرار تو مزامیر داؤد سے یہہ سب فضائل مطلوبہ اور اوصاف مرغوبہ

غایت ونہایت تک ملسکتے ہیں۔ اگر ہم اور آپ خدا کے اِسرار غایبہ کی طرف توجہہ کرکے
خواہ اُسکے ہیبت ناک قہر کا ذکر کریں خواہ اُسکی تسلی بخش رحمت کا بیان کریں یا اُس کے
فضل اور اُلفت کے حُسن وجمال کا اعلان ہو۔ یا اِس جہان میں پروردگار کے افعال کا
تجسّس اور تفحّص ہو خواہ موعود میراث کا جو اُس جہان میں مقدّس لوگوں کے لئے طیار ہی
ہاں بلکہ سب خُرّمی اور خیریت جسقدر علم اور عمل اور قبضے کے اندر آسکتیں سب کی سب
اُس منبع اور معدن آسمانی سے بیشک حاصل ہو سکتی ہیں۔ جتنے امراض اور غموم وہموم
سے آدم زاد عاجز ہیں اِتنے ہی مرہم اور معالجے اِس خزانۂ نفائیس میں سے بہ آسانی
ملسکتے ہیں *

ایک معلّم صاحبِ عزّووقار نے کتاب مزامیر کی پیشین گوئیوں کی بابت یوں فرمایا
ہی کہ جاننا چاہئیے کہ داؤد کے زبوروں میں بعض تھوڑی ایسی پیشین گوئیاں ہیں کہ بلاواسطہ
مسیح کی طرف منسوب ہوسکتی ہیں بغیر ازآں کہ خداوند مسیح پر اِطلاق کریں تو بالکل اور سراسر
بے مطلب اور بے معنی گویا پوست بے مغز ہیں۔ پر واضح ہو کہ اَور بہت زبوروں میں ایسا
حال ہی کہ وے مضمون اوّل اور مضمون ثانی بھی رکھتے ہیں یعنی مضمون حقیقی اور عالی *

اِس امر مذکور کا جو ہمنے بیان کیا اصل اور خاص مطلب یہہ ہی کہ انبیا اور اولیا اور
سلاطین زمانۂ سلف اپنے مراتب اور منازل اور عمر کے اہم ترین احوال اور اعمال
میں خصوصًا اپنی اوقات پستی اور بلندی میں تصاویر اور تشابہہ کی راہ سے اُس
آنیوالے کی طرف اشارہ کرتے تھے کہ وہ خاندان الٰہی کا سر ہی اور اُلوالعزم پیغمبر اور

کاہن حقیقی اور بادشاہ جاودانی ہوگا- اور اِس امر میں وہ شخص باعث حیرت اور تعجب
کا نہ پاویگا جو غور اور تامّل کریگا کہ جس روح کے اِلہام سے زبور تصنیف کئے گئے اُسی نے احوال
مذکور فیہ کی پیشین بینی اور پیش انتظامی فرمائی اور بلحاظ اِس مضمون اِلہامی اور روحانی
کے کتب الٰہی کُل عالم کے باقی مکتوبات سے اُسقدر مستغرق ہیں جسقدر ماجرے اور واقعات
مندرجہ فیہ باقی ہر قسم کے واقعات سے ممتاز ہیں اور اُنکے مصنّف بھی باقی سب مصنّفوں پر سبقت
اور تفضیل رکھتے ہیں- اور اِس امر یعنی مضمون اوّل اور ثانی کے کسی نبوّت پر اِطلاق کرنیکی
ایک یہہ شرط ہی کہ وہ آیات متعددہ کے شمار میں ہو جو باہم سلسلہ بندی سے قرین اور مقارن
ہوں اور سب ایک ہی حدِ نظر اور منظر میں منتہی ہوں- چنانچہ کلام اللہ سے بخوبی صاف
معلوم ہوتا ہی کہ انبیا کی پیشین گوئیوں میں جو تدابیر بیان ہوتی ہیں وے ایسی کُلّیتہً ہیں
کہ جنکے اِجزا خوش مرتّب اور منتظم ہیں جیسے میناکاری میں سنگ رنگین اور جواہرات سُرخ
و سبز ملتے ہیں- اِسیطرح جن مزامیر داؤد میں داؤد کے احوال اور افعال مذکور ہیں اُنکے
لفظی اور ظاہری معنی میں داؤد ہی نظر آتا ہی مگر حقیقی معنوں سے خود مسیح ہی مراد ہی-
مثلاً جب داؤد اپنا حال بتاتا ہی کہ میں مفت مقہور اور مظلوم ہوں اور مورد لعن طعن
ہوں اور جن جرموں کا میں اصلاً اور ہرگز مرتکب نہ تھا اُنکا مجرم ٹھہرا اور میں اُن کے
سبب سزا بھی اُٹھاتا ہوں جنکا تصور تک بھی مکروہ جانتا ہوں اور ہرچند کہ میری
جان تنگیوں اور تلخیوں اور رنجوریوں میں غرق ہوتی ہی تو بھی اِس میرے توکّل اور
توقّع میں جو خدا پر ہی ذرہ بھی خلل نہیں آتا اور نہ میں اپنا تیقّن کلام الٰہی سے چھوڑتا ہوں

بلکہ صرف اسی کے مختلف لذائذ اور نفائس سے میری تسلی ہے اور کہ کسطرح بلاناغہ غصہ ور اور کینہ خواہ اور غنیم میرے درپے ہو کر دھاوا کرتے ہیں۔ یہانتک کہ میں ستم اور تعدی سے قدرے بھی آرام اور تخفیف نہیں پاتا۔ (جن ستمگاروں کی شمار میں مسمّی دواج اور ابی سلوم و احیطوفیل مشہور و معروف ہیں) اور خلاف امید و قیاس اُنکی خفت اور اپنی سربلندی اور ملکوت جلالی کی پیشین گوئیاں فرماتا ہے تو ان میں اور انہیں کی مانند دیگر اسورات کے آئینہ میں داود حقیقی یعنی خداوند مسیح کی حقیقت حال منعکس ہوتی ہے۔ یعنی مسیح کا الم و اندوہ اور اپنے باپ کی انقیاد اور فرمانبرداری کرنا اور اپنے قاتلوں کی بے انصافی اور خیانت اور اُن دونوں کا انجام اور عاقبت کی پیشین گوئی ان میں متضمن ہے کہ وے غنیم تو رسوا اور پشیمان اور آپ تخت نشین اور متجلی ہوگا۔ پھر ایسے زبور بھی ہوتے ہیں جنکے مضامین اور ہی طرح کے ہیں کہ گویا آسمان کھل گیا۔ خدا تعالیٰ اپنے مظلوموں کی دستگیری اور پشت پناہی کے لئے اُترا ہے گویا باد سموم اور زلزلۃ الارض اور برق و رعد اور ابر سیاہ بادشاہ اعلیٰ کے مرکب اُنکو گھیرے لیتے ہیں اور سر کوہ سے دُخان عظیم اُٹھتے ہیں سخت سخت کوہ سوختہ گداختہ ہوتے ہیں۔ دریائے عظیم موج زن اور جنبان ہوتے ہیں کینہ خواہ اور غنیموں کے منصوبے خس و خاشاک کی مانند اُڑ جاتے ہیں۔ مسیح کا پیش دواں اور مشابہ خاص یعنی داؤد تخت اعلیٰ پر جلوس فرماکر حدود سلطنت کو بڑھاتا ہے۔ اللہ کے عبادت خانہ کو بنی اور معمور کرنے کی تجویز کرتا ہے اور شہر یروشلم بادشاہ عظیم کی حضوری سے رونق پذیر اور سب قوموں اور قبیلوں میں

معروف ہوجاتا ہی۔پس اِن سب احوال کا تعلق اور اِتفاق خداوند مسیح کے بعث و صعود اور ملکوت کے ساتھہ اِس دیباچہ کے اندر بیان وعیان کرنا کیا ضرور ہی اِنشااللہ ذیل میں اُنکو مفصّل بیان کرینگے۔اِلاّ اِجمالاً ہم یہاں پر اِتنا کہہ سکتے ہیں کہ حضرت داؤد کے زبوروں میں خداتعالیٰ آپ ہی ایسا صاف وصریح اور قریب اور زندہ نظر آتا ہی کہ ہمنے گویا بچشم خود اُسکا مشاہدہ کیا ہی اور اپنے دُکھہ اور رنج وعذاب کا ایسا علاج اور معالجہ پایا کہ گویا مہلک سانپ کے زہر سے ہم فضل الٰہی سے شفایاب ہوگے۔اور ضعیفی سے تقویت اور تاریکی سے روشنی پائی۔خدا ہمپر فضل بخشے کہ ہم اِن باتوں پر بخوبی دل لگاکر اچھی طرح اُنکو فہم میں لاویں مسیح کے وسیلے سے۔آمین ✤

باب اوّل

در بیان آنکه جملہ کلام الٰہی در مسیح منتہی مے شود و گویا مجموعۂ اناجیل است

بعض اشخاص ناخواندہ اور سفاہت والوں کا یہہ خام خیال ہر کہ دین عیسوی کے رسائل عقاید اور شارحین کی کتابوں میں جتنی باتیں تحریر اور تسطیر ہوتی ہیں۔ مثلاً خداوند مسیح کے مجسم ہونے کی بابت اور آدم زاد کے عوض ہزار ہا رنج اُٹھانے اور شیطان سے ممتحن ہونے اور مورد مزاخ اور مسخرہ پن کی بابت اور مظلوم اور متروک ہونے اور عالم ارواح کے ورود کرنے کی بابت اور مُردوں سے اُٹھنے اور سب آسمانوں سے بالاتر صعود کرنے اور خدا تعالیٰ کے دست راست پر نشست کرنے کے حق میں جتنی باتیں بصراحت تمام لکھی ہوئی ہیں یہہ سب اور انہیں کی مانند مسیح کی عمر کے باقی امور واقعی صرف انجیل ہی میں مذکور اور مبیّن ہیں۔ از آنرو کہ حضرت داؤد اور یسعیاہ اور حزقیئل اور دانیال اور ذکریا اور ما بقیٰ انبیا اِن واقعات آیندہ کے علم و فہم سے محروم تھے۔ اور اِس قدیمی عہد و میثاق سے جسکے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سب کائنات پست و بالا پر اپنے فضل اور حکمت گوناگون کو منکشف اور نمودار کیا چاہتا تھا بالکل ناواقف اور بے اطلاع تھے۔ حالانکہ کُل اصحاب معرفت اور فہمید پر ظاہر و آشکارا ہر کہ بمشکل ایک امر ان واقعات سے ملیگا جو حضرت موسیٰ کی توریت میں مشابہات

سے بیاں وعیاں نہیں ہوتا۔ اور بعد از زمان موسیٰ نبیوں اور پیغمبروں کے صحائف صغیر و کبیر میں نہ بطور کلمات مجازی اور تشبیہات کے بلکہ بصفائی و سلامت تمام یہہ سب احوال اِسقدر منکشف اور مبیّن ہوتے چلے آتے تھے کہ اہل ایمان کے لئے جو پشت در پشت نور اور تاریکی کے سخت جنگ و جدال پر سپاہگری میں مصروف اور متعین تھے۔ وے پیشین گوئیاں اُن شخصوں کی دلجمعی کے لئے نجات و سلامتی کا مقرر وسیلہ اور خستہ اور شکستہ دلونکا معالجہ تھیں۔ اور اِسیطرح حضرت سلیمان کے اِس قول مشہور کا ثبوت ہو گیا کہ صادقوں کی روش اُس چمکنے والے نیّر کی مانند ہی جو پورے دن تک روشن ہوتا چلا جاتا ہی۔ ہاں بلکہ فی التحقیق کُل کلام اللہ ایک انجیل ہی اور وے سب واقعات مندرجہ فیہ جنکا بیان جاہل لوگ اور بےتمیز محض قصہ اور فسانہ جانتے ہیں اُنکی مثال مانند کھیت کی ہی جس میں خدا تعالیٰ نے بذریعہ اپنے انبیا کے اپنی آیندہ بادشاہت کا تخم بویا ہی۔ چنانچہ خدا کی مملکت صرف عالم غیب ہی میں قرار نہیں پکڑتی بلکہ عالم شہود اور ظہور میں بھی اور اُسکا اِشتہار صرف خدا تعالیٰ کے کلمات اور اقوال سے نہیں بلکہ اُسکے افعال اور اُسکی اُس رعایت اور پروردگاری سے بھی جو اسجہانی مملکت اور سیاست میں اور باقی مہمات عالم کے اِنتظام میں نظر آتی ہی گوش گذار ہوتا ہی۔ از آنروکہ اِنسان کے جسم میں ہڈیاں گوشت اور خون اور کھال سے ملبس ہوتی ہیں۔ اِسیطرح خدا کا علم اُسکے عمل اور فعل میں عیاں و نمایاں ہوتا ہی اور ظاہری صورت قبول کرتا ہی اور مفید مسائل سے ثابت اور دلپذیر اور دلکش بھی ہوجاتا ہی

جس سبب سے حضرت داؤد بارہا تاکید اور تائید سے خدا کے مقدسونکا یہہ فرض بتاتے
ہیں کہ نہ صرف خدا کے اقوال مبارک کا تذکرہ کریں بلکہ اُسکے افعال اور عجایب کا بھی
جنکے وقوع پر ختم وثوق اور اعتبار کتب الہامیہ موقوف ہی اور جنکی طرف ہزارہا اشارات
کُتب قدیم سے کتب اخیر تک نقل کئے گئے ہیں۔ہاں بلکہ محمدی بھی مجبوراً اور بے اختیاری
سے آپ ہی اقرار کرینگے کہ جتنے قصص اُنکے فرقان میں منقول یا اشارۃً اور کنایۃً مذکور
ہیں وہ سب عہد عتیق کے قصّجات پر قایم اور منحصر ہیں غیر ازآنکہ راویان یہود کے
بے سرو پا فسانوں سے منتخب ہوئے ٭

حاصل کلام کُل کلام اللہ گویا مجموعۂ اناجیل بلکہ مسیح میں منتہی ہوکر ایک انجیل ہی۔
چنانچہ حضرت موسیٰ کی کتاب خدائیتعالیٰ کی حکمت بے پایان اور روح القدس کی توفیق
اور اُسکی پیش دانی سے ایک ایسا مرآت ہی جس میں ہر فرد مومن نے اپنے نفس کا عیب
اور سرّ باطنی اور موروثی تباہ حالی اور موروثی حاجتونکا عکس دیکھا اور اُن حاجتونکے
رفع کرنیکے مقرری علاج اور تدارک کی تھوڑی بہت پیش فہمی اور سمجھہ حاصل کی اور بینائی
پائی۔ اور انبیا کی خاص رونق اور اُنکے قصّونکا عمدہ نفع یہہ نہیں ہی کہ اچھی نصیحتوں اور
نمونوں سے حق جویوں کو فضائل کی ترغیب اور رزائل سے عبرت نمائی اور ممانعت کُلّی
کرتے ہیں بلکہ یہہ کہ وے سب خدا کے ملکوت کے پیش دواں اور پیشگو ہیں اور اِس
خانۂ الٰہی کی جو خود مسیح ہی ایک بنیاد ہیں۔ بموجب اِس نوشتہ کے کہ تم نبیوں اور
رسولوں کی نیو پر جہاں خود مسیح کونے کا سِرا ہی ردّے کی طرح تعمیر ہوئے ہو جس سے

ساری عمارت ایک ساتھہ جُڑکر مقدّس عبادتگاہ خداوند کے لئے اُٹھتی جاتی ہی۔ افسیون ۲ باب ۲۰ آیت۔ اور پھر پطرس رسول بھی اِس اصل کا شاہد ہی پہلا خط۔ ۲ باب ۴ آیت۔ جسکے یعنی مسیح کے پاس آکر جو ایک زندہ پتھر ہی تم بھی زندہ پتھروں کی مانند روحانی گھر بنتے جاتے ہو وغیرہ۔ اور بموجب اِس ابتدائی تفسیر کے آپ جان لیں کہ وہ حمدو ستایش جو مزامیر داؤد کا گویا نفس اور عین جان ہی وہ عام حمدوستایش نہیں ہی پر اِس حمدوستایش کا مرکز اور مدار وے اوصاف الٰہی ہیں جو گمراہوں کے رجوع کرانے میں اور خطاکاروں کے تصدیق کرنے میں اور شکستہ حال لوگوں کے نجات وسلامت کے وارث کرنے میں خداوند مسیح کے ذریعہ اور طفیل سے ظاہر ہوئے ہیں۔ چنانچہ مکاشفات کی کتاب میں مرقوم ہی کہ مسیح کی گواہی نبوّت کی روح ہی یعنی گویا کُتب انبیا کے باقی مطالب اور مقاصد اِنکا جسم ہی اور مسیح کی گواہی اُنکی روح ہی ✢

اِس رسالہ کی اِبتدا میں مصنّف کا یہہ اِرادہ ہی کہ باقی کُتب منزّلہ کے دلایل خصوصًا مزامیر داؤدی کی شہادت کو جو خداوند مسیح کے منازل اور مراتب پر اور اُسکی علوّیت اور ذلّت دونوں پر حضرت داؤد کی طرف سے دی گئی ہی علیحدہ کرکے اُسکی کیفیت بالتّخصیص اور بالتّحقیق اِنشاءاللہ بیان کرے۔ یقین ہی کہ خداوند نے بارہا اِس شہادت کو اپنی طرف عائد اور منسوب کیا اور اپنے محرمان اِسرار میں جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم کو ویسے ہی حضرت داؤد کو بھی شمار کیا۔ مثلًا جب خداوند مسیح مبارک نے یہود کے رئیسوں اور اَصحاب شرع اور فقیہوں کے روبرو اپنی ذات

اور صفات الٰہی پر دعویٰ کرنا مناسب جانا - اور اُسکو کُتب الٰہی سے ثابت کرنا مناسب سمجھا کیونکہ اُسکی عمر مبارک کے ہر ایک احوال کا ایک میعاد اور وقت معیّن تھا جسمیں اِن امور مذکورہ کا اِظہار کرنا ضروری تھا تو تصدیق اور تائید اِس دعویٰ کے ۱۱۰ زبور کی ۱ آیت کو نقل کر کے حضرت داؤد کی گواہی سے اُن معترضونکو خجل اور لاجواب کیا +

اور پھر دوسرے وقت کا ذکر ہی جب خداوند پچھلی بار عید فصح کے رسومات ادا کرنے کے لئے بیت المقدّس کی طرف تشریف فرما ہوا تھا اور کوہِ زیتُون کی چڑھائی پر پُہنچا تھا جسکی چوٹی سے یروسلم کی سب عمارتیں اور خصوصًا ہیکل مقدّس کی رونق اور اُسکی زیب و زینت وجمال یک لخت نظر آیا تو یہہ امر اُسوقت واقع ہوا کہ یہودیوں کی کُل جماعت بے اختیار گویا روح القدس کی تحریک ناگہانی سے جوش وجنبش زدہ ہوکر تمام دیکھی سُنی ہوئی عجائبات کے سبب بڑی بلند آواز سے شادمانی اور شکرگذاری کے گیت گانے لگی - اور معًا مزامیر داؤد سے بعض ایسی پیشین گوئیاں یکدلی سے زبان پر لائی کہ جو اُس زمانے کی اہل اُمّت کے حرکات دل کے ظاہر اور آشکارا کرنے کے لئے خدا کی اِرادت قدیمی سے مقرر ہوگئی تھیں - یعنی ۱۱۸ زبور ۲۵ و ۲۶ آیات سے اُنھوں نے یہہ مضمون نقل کیا کہ اِبن داؤد کو ہوشعنا - مبارک وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہی - اور اِس ماجرے سے ثابت ہی کہ اِس قوم یہود میں جو خدا کے وعدے اور میثاق کے خاص وارث برگزیدہ تھے یہہ اُمید اور اِنتظاری بہ یقین تمام زمان بعد زمان اُتری چلی آتی تھی کہ داؤد کی پژمردہ اصل سے ایک زماخ یعنی ایک اصل جدید اور تازہ پھوٹکر شگفتہ

ہوگی۔ اور پھر پیش ازآنکہ خداوند مسیح نے حضرت اعلیٰ کے تخت جلال کی طرف صعود فرمایا
ایک مرتبہ کُل عہدِ عتیق کو تین جزوں میں منقسم کرکے اور سب نبیوں کی پیشین گوئیاں اپنے
میں اِنحصار کرکے یوں فرمایا کہ یہہ وہی باتیں ہیں جنہیں میں نے جبکہ تمہارے ساتھ
تھا تم سے کہا کہ یہہ ضرور ہی کہ سب کچھہ جو موسیٰ کی توریت اور نبیونکے نوشتوں اور زبوروں
میں میری بابت مرقوم ہی پورا ہو۔ تو اب مصنف کا یہہ اِرادہ ہی کہ اُن تین بزرگ اور معتبر
گواہوں میں سے دونوں کی گواہی پر محض اشارۃً وکنایۃً لحاظ کرکے زبورونکے نقلی
دلائل کو بالتشریح حتی الوسع پیش کرے۔ جس مصدرِ الٰہی یعنی روح القدس نے انبیاء سلف
کے ذریعہ سے اِس تصویر کو کھینچا وہی مدبّر بھی تھا جس نے اپنی حکمت بے پایان سے
اُس متصوّر الیہ کے احوال اور افعال کا ایسا اِنتظام اور بندوبست کیا کہ اُن میں نقشہ
قدیمی کی پوری مطابقت اور موافقت ہو۔ چنانچہ اگر ہم کُتب ثلاثہ کی گواہی تین حصّوں میں
تقسیم کریں تو ہر ایک فرد میں صاف مطابقت پائی جائیگی۔ اُن تینوں خدمتوں اور عہدوں
سے جنکو خداوند نے اپنے ذمّہ لے لیا تھا زبوروں کی گواہی میں بالاختصاص بادشاہت
کی پیشین گوئی اور توریت کی گواہی میں کہانت کی اور شہادت انبیا میں نبوّت کی +

پس اِن تینوں میں سے شہادت زبوری کو ہمنے علیحدہ کیا اِس مراد سے کہ
مسیح کی قدرت وفیروزی اور جلال شاہانہ پر جس سے بسبب نادانی اور کوتہ اندیشی کے
اکثر محمدی ناواقف ہیں خاص غور اور ملاحظہ کرنیوالوں اِس کتاب کو متوجّہ کروں ہرچند
کہ اِنہیں زبوروں میں خداوند کی کہانت اور نبوّت کے خواص اور فضائیل کے بعض

صاف اور موزون دلایل نظر آتے ہین اور یقین ہی کہ یہہ سب تین عہدے اور مراتب اُس
ازلی وعدہ اور میثاق میں درج ہیں۔ جسے خدائے قادرمطلق نے حضرت آدم کی عہد شکنی
اور نافرمانی کے وقت سے لیکر مسیح کے تولد جسمی تک بذریعہ انبیا کے آدم زاد کے ساتھہ
قائم فرمایا تھا۔ اور سب تدابیر اور تجاویز الٰہی درباب نجات وسلامت آدم زاد کا مدار اور
مرکز یہی تھا۔ بہ آنقدر کہ جو شخص اِس اصل مَبدَءِ تدبیر الٰہی سے چوک گیا ہو تو وہ کلام الٰہی
کی سیر کرنے میں ایسا کوتاہ شناس اور خُوردہ بین ہی جیسے دشت میں کورچشم بے راہ اور
گم گشتہ آوارہ گردی کرتا ہو۔ قریب ہی کہ رسولوں اور نبیونکے عالی کلمات ایسے آدمیوں
کے لئے واہیات اور بہمات غیر اِنحلال کی صورت دکھائیں چنانچہ اُس حمد وستایش کے
اندر جو مزامیر داؤد میں بکثرت وفراوانی ملسکتی ہی ایسے کون اَسما وصفات الٰہی ہیں جنکا
اِتنا وقر ہوتا ہی جتنا اُن صفتونکا جو بوکالت اور بوساطت خداوند مسیح کے آدم زاد کی
سلامتی کے لئے ظاہر وآشکارا ہوگئیں۔ اور اِسی طرح تقریبًا ہر وعظ ونصیحت اور کلام عبرت
آمیز انبیا کی یہی مراد اور انجام نظر آتا ہی۔ اور قوم یہود کے ہر ایک ابر آفت اور جور وجفا
میں اُسی آفتاب شفا کی اُمید سے سب انبیا اپنے چراغ روشن کرکے ہر ایک خدا ترس
اور طالبِ حق کی دستگیری اور خداوند کی طرف رہنمائی فرمایا کرتے تھے ۔ اور
علیٰ ہذالقیاس مبادی مذکورہ سے یہہ نتیجہ صاف وصریح نکلتا ہی کہ وہ قدیم وثیقہ اور وعدہ
جس سے حضرت خلیل اللہ مشرف تھے غیر ممکن ہی کہ حضرت داؤد کی بعثت اور جلوس
کے بعد منسوخ ہوگیا ہو ہاں اگر بالفرض ممکن تھا کہ ایک مضمون کلمات اور اقوال الٰہی

سے نسخ ہوسکتا تو بہرحال ممانعت خاص تردید اور نسخ توریت کی اِس بُرہان قوی اور
راسخ سے ثابت ہوتی ہو کہ حضرت داؤد بلاناغہ بہ بلاغت تمام توریت کا نام لیکر اُسکے
اوصاف اور فضائل کی تعریف کرتے تھے - اور تارکین اور غافلین کو مورد غضب و
عتاب بتلاتے تھے - اور جتنی خلقت اُسکی طالب حقیقی اور تابع ہیں اُنکو فضل اور برکت اور
معرفت الٰہی کا وارث بتاتے تھے - اگر کوئی شخص کسی بات کے دلائل اور مسائل کو دیکھنا
چاہتا ہو تو وہ شخص اِنشاءاللہ ۱۹ اور ۱۱۹ زبوروں سے پوری تسلّی اور اِرتفاع شک پاویگا
اور مزامیر داؤد کے اور بیشمار مطالب اِنہیں معنوں سے ہیں اور جسطرح حضرت داؤد
توریت موسویہ کی تحسین و تعریف کرتے ہیں اُسیطرح اُس عہد و وثیقہ سلف الٰہی کا جو
توریت میں مبیّن ہو بطور اشارہ اور تقریر مصفّٰی کے شاہد بھی ہیں - مثلاً ۷۴ زبور ۲۰ آیت
میں حضرت موصوف باریتعالیٰ سے یوں سوال کرتے ہیں کہ اے خداوند تو اپنے عہد کی
طرف متوجہ ہو کہ زمین کے سارے اندھیرے مکان ظلم کے مسکن ہوگئے - اور پھر ۵۰ زبور
۵ آیت میں بھی یوں مرقوم ہو کہ میرے پاک بندے میرے پاس فراہم کرو جنہوں نے میرے
ساتھہ قربانی پر عہد کیا ہو - اور آسمان اُسکی صداقت کو آشکارا کرینگے کہ خدا آپ ہی
عدالت کرنیوالا ہو - شاید کوئی معترض بطریق مناظرہ کے کہے کہ میری دانست اور
فہمید میں آیات مذکورہ میں وہ عہد سلف نہیں ہو جو حق تعالیٰ نے خلیل اللہ کو مرحمت
وعطا فرمایا ہو - بلکہ عہد جدید ہو جو اس پہلے منسوخ ہونے کے بعد حضرت داؤد کے
ساتھہ منعقد تھا ✣

تواوّلاً جواب صریح اور قطعی یہہ ہی کہ عہد مذکور حضرت داؤد کے ساتھہ مخصوص بذبائح وقربانی ہی جو عہد موسویہ کی علامتیں بالتّخصیص تھیں - چنانچہ اس میں مرقوم ہی کہ جو میرے ساتھہ قربانی پر عہد کرتے ہیں فقط ✢

ثانیاً اِس اعتراض کا یہہ جواب ہی کہ اِس عہد سابق ابراہیمی پر ایک یہہ شرط ثابت ہی کہ اطاعت اُن احکام اور حفاظت اُن امور کی ہو جو توریت مبارک میں متضمّن تھے بآنقدر کہ جس نے اُنکا اِمتثال نہ کیا بلکہ اُن سے غافل رہا - وہ شخص اور وہ اُمّت اِس میثاق کے لطف اور برکت موعود سے ساقط اور محروم ہونیوالا تھا بموجب اِس شہادت حضرت داؤد کے ۱۰۳ زبور ۱۷ و ۱۸ آیت - خداوند کی رحمت اُن پر جو اُس سے ڈرتے ہیں ازل سے تا ابد ہی - اور اُسکی صداقت اُنکے فرزندوں کے فرزندوں پر جو اُسکے عہد کو حفظ کرتے ہیں - اور اُسکے حکمونکو یاد کرکے اُن پر عمل کرتے ہیں - یعنی اُن اشخاص پر جو احکام توریت سے عمداً و قصداً متجاوز نہیں ہوتے ✢

ثالثاً جواب اِس اعتراض کا یہہ ہی کہ حضرت داؤد بارہا اُس عہد قدیمی کے ابدالاباد تک غیر متغیر اور غیر فانی ہونے پر شاہد ہیں - دیکھو اِس عہد کی ابدیّت کیا ہی صریحاً اور مکرراً مشہود ہی ۱۰۵ زبور ۸ و ۱۰ آیات - کہ اُس نے ابد تک اپنے عہد کو یعنی اُس سخن کو جو اُس نے ہزارہا پشتوں کے لئے فرمایا ہی یاد رکھا - وہی عہد جو اُسنے ابراہیم سے کیا اور اِسحاق سے اُسکی قسم کھائی - پس ابدیت اِس عہد کی اور اِسناد اور اِستقرار اِس عہد و میثاق پر مستلزم بایں امر ہی کہ اصل میثاق ابراہیمی اور میثاق

داؤدی فی الحقیقت دو نہیں بلکہ ایک ہی ہی۔ اگرچہ اُنکے لفظوں اور صورتوں میں ذراسا فرق بھی معلوم ہو مگر اُنکا اصل مضمون متحدّ المعنی ہی اور دونونکا انجام مسیح ہی اور دونوں میں اِس خداوند کی ولادت جسمیّہ اور وفات اور بعثت وصعود سے اشارہ ہی۔ اور اِن دلائل نقلیّہ کے بموجب مسلّم حقیقی اور روشن ضمیر کے لئے مستحل ہی کہ وثیقہ موعود حضرت داؤد اور ابراہیم کو منسوخ اور ردّ نہ جانے بآنقدر کہ اُن کے اُصول کا غور و ملاحظہ اور مدّت الاحکام کا اِنقیاد اپنے اُوپر لازم نہ جانے +

خلاصۂ کلام یہہ ہی کہ کُل جماعت انبیا اِس عہد قدیم ابراہیمی کے وارث اور شاہد حال ہیں اور یہہ بھی یقین ہی کہ سب مومنین اور اہل ایمان جو پاک انبیا کی رفاقت میں قایم و دایم رہتے ہیں سب اِس عہد کی رفاقت میں بفضل الٰہی خداوند مسیح کی خاطر شامل ہوتے ہیں چنانچہ دین الٰہی کے دو فرائیض اَور ضروری ہیں۔ **اوّل** یہہ کہ خداتعالیٰ کی کبریائی کو بلاشبہہ منظور کریں۔ **دویم** خدا کی مرضی معروف اور مشہود پر قربان ہوجاویں۔ کیا ہی سعادتمند اور مبارک ہی وہ ایماندار جو آپ ہی اِس رفاقت میں شریک ہوکر اور روح القدس کے ختم اندرونی سے مختوم ہوکر حضرت داؤد کو گویا اپنا اِمام جانکر بطور مقتدی کے وہ اِقرار کرسکتا جسے اُس مبارک نے قریب الاِنتقال جوش دلی سے کیا تھا کہ خداتعالیٰ نے ایک ابدی عہد جو سب چیزوں میں خوش مرتّب اور پایدار ہی میرے ساتھہ باندھا ہی کہ میری ساری سلامتی اور میرا سارا شوق یہی ہی۔ سموئیل کی دوسری کتاب ۲۳ باب ٥ آیت +

رابعًا قابل غور و لحاظ ہی کہ ذکریا ابو الیحییٰ اُس حمد و ستایش کے گیت میں جو

خداوند مسیح کے تولّد کے وقت روح کے اِلہام سے فرمایا تھا صاف تاکید اِس بابت
پر کرتا ہی کہ اِس امرِ واقع یعنی تولّد مسیح میں عہدِ ابراہیمی اور میثاقِ داؤدی پورا اور اِیفا ہوگیا۔
اور دونوں میثاقونکا اتصال اور اِتفاق خداوند مسیح میں آنکر ہوا۔ اور یہہ بھی کہ وہ فیض
اور فضلِ الٰہی جنکا مجمع اور منتہیٰ خود مسیح ہی تھا صرف وہی برکات اور اِنعام تھے جو
سب انبیا خصوصًا حضرت اِبراہیم اور داؤد پر موعود ہوگئے تھے۔ گویا محض تعمیل اُس
علم کی تھی جو مقدّسین سلف کو مرحمت فرمایا گیا۔ جیسے لوقا کی اِنجیل کے ۱ باب کی
۶۸ و ۶۹ و ۷۲ و ۷۳ آیات میں لکھا ہی کہ حمد اُس خداوند کی جس نے اپنے لوگوں پر
نظر کی اور اُنہیں چھٹکارا دیا اور ہمارے لئے نجات کا سینگ اپنے بندہ داؤد کے
گھر میں سے نکالکر کھڑا کیا تاکہ وہ رحم جسکا ہمارے باپ دادونکے ساتھہ اقرار پایا تھا
ظاہر کرے اور اپنے پاک عہد کو یاد رکھے۔ یعنی اِسی قسم کو جو اُس نے ہمارے باپ
اِبراہیم سے کھائی اور اِسی سبب سے متی اپنی اِنجیل میں مسیح کے نسب نامے کی فہرست
کے شروع میں یہہ لکھتا ہی (کہ یسوع مسیح اِبن داؤد اِبن اِبراہیم) گویا تمام مطلب
اِن دونوں لفظوں پر موقوف ہی ✣

باب دویم

در بیان آن اِصطلاتِ زبور کہ بر نجات دحیات بخش خداوند مسیح صاف وصریح دلالت میکنند

پہلے باب سے تشریحاً معلوم ہوگیا کہ مزامیر داؤد اُسی عہد قدیم کی بنیاد پر جسکے حضرت ابراہیم اور اُسکی اولاد حقیقی وارث ہیں مبنی اور منحصر ہی - کہ وہ عہد و میثاق شرع موسوی کی رسموں اور سُنتونکے ساتھہ راسخ رشتوں اور رابطوں سے وابستہ تھا اور اُسکے مقرری عیدوں اور عہدوں اور قواعد خدمت وعبادت میں صراحتاً مشہود اور مشارٌالیہ تھا - تاآنقدر کہ جتنے سائے اُس میں پائے جاتے ہیں اُنکا بدن حقیقی عین مسیح ہی - اور مُرادوں اور مقصودوں کی تکمیل اور تتمیم مسیح کے افعال اور عمر کے احوال میں نظر آتی ہی پر بالفعل توریت اور انجیل کے باہمی اِتفاق اور اِتصال سے قطع نظر کرکے ہمارا یہہ ارادہ ہی کہ غور سے لحاظ کریں اور طالبان حق ونجات کو متوجہ کریں زبور داؤدی کی اُن اِصطلاحات پر جن میں صراحتاً اُس آیندہ نجات اور حیات بخش خداوند مسیح کی طرف اشارہ ہی اور جو اُسکے کمالات کے مُظہر اور معرّف بھی ہیں - مثلاً جب حضرت داؤد چاہتے تھے کہ اجمالاً اُن برکتوں اور نعمتونکا مجمع جو مسیح کی آمد سے دستیاب ہونیوالا تھا بیٔں کریں تو وہ اُنھیں دو لفظوں میں منتہی اور مجتمع کرتے ہیں یعنی صداقت اور سلامت میں - اور بلاشبہ اِس آیندہ مُنجی عالم کے نام ونشان میں سے

اِنہیں دونوں کو اختیار کرنا نہایت واجب اور مستحسن تھا۔ ازآں جہت کہ انسانی حالت اِنکے بغیر سخت تر اور تلخ تر تھی اور دونوں میں باقی سب برکتوں کا گویا تخم اور زبدۂ مبدا متضمن ہی۔ اور ان دونوں فوائد کا ذکر مکرّر اً سہ کرّر اً کلام میں داخل ہی مگر ہرگز اِنکا ذکر بایں طور و طریق نہیں ہی جس سے ظاہر ہو کہ اُن ہر دو کی تحصیل پیغمبرِ زمان کی شفقت اور سفارش پر موقوف ہی۔ مگر اِنکا تعلق اور الحاق تقریباً ہمیشہ اُس عہد سلف کے ساتھہ ہی جو جنّت عدن کے وعدہ سے شروع ہو کر اور میثاقِ ابراہیمی میں تصدیق اور تبسیط پا کر اور صُحف انبیا میں اَور بھی تشریح اور ترقی اور کشادگی حاصل کر کے آخر کو نسل موعود یعنی مسیح میں ایفا کو پہنچا۔ اِس امر کے ثبوت میں ہم بعض آیات کو صحیفۂ زبور سے نکالکر پیش کرتے ہیں جو قابل ملاحظہ و غور ہیں۔ پہلے ۱۷ زبور ۱۵ آیت میں پاک نبی یوں فرماتا ہی میرا مُنہہ تیری صداقت اور تیری نجات سارے دن بیان کریگا (اصل زبان عبرانی میں لفظ صدقات اور تشوعات ہی) اِسلئے کہ میں اُنکا حساب نہیں جانتا +

جاننا چاہئے کہ لفظ تشوعات اُس مصدر سے مشتق ہی جس سے لفظ مبارک یسوع نکلا ہی پس اِس آیت کے قرینے اور سیاقِ کلام سے آشکارا ہی کہ حضرت داؤد اپنے غنیموں اور کینہ خواہوں کے فن فریب سے ظلم اور لعن طعن اُٹھا کر باقی سب اُمیدوں اور علاجوں سے مایوس ہو کر سب دوستوں سے جُدا ہو جاتے ہیں اور اسماء اور صفات الٰہی کے تذکرہ اور حمد و حساب کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ چنانچہ صرف اِسی سے اطمینان اور دلجمعی پاتے ہیں مگر خصوصاً اِنہیں دو صفتوں کی یاد کرتے ہیں کہ گویا میثاق فضل

کے سب قواعد اِنہیں کے احاطے کے اندر مقیّد اور منحصر ہیں۔ اور وہ مرد خدا اُسی زبور میں اپنے عزم جزم کا معروض خلق اللہ کی روبرو کرتا ہی۔ کہ میں اپنی کُہن سالی اور درازی عمر میں اپنے اہل زمان سے اِس سلامت اور صداقت کی تشریح اور اِشہاد کرنے میں مشغول ہوں تاکہ پُشت در پُشت وہ شہادت متواتر اَزمنہ خلف کے حوالہ کیجاوے ❖

دوسرے فضائل و فوائد مذکور ۲۰ زبور کے جان و قلب ہیں گویا اِسی قطب اور مدار کلام کیطرف باقی سب معنے رجوع لاتے ہیں اور اِنہیں دو لفظوں پر مسیح کی بنیاد قایم بتائی جاتی ہی اور اُسکی مملکت سب ایجہانی مملکتوں سے اِس جہت سے ممتاز ہی کہ اُسکے فیض فراوان سے وے جو اُنہیں برکات موصوفہ کے طالب اور محتاج ہیں سیر و آسودہ ہونگے۔ دیکھو ۳ و ۴ آیتوں میں کیا مرقوم ہی کہ وہ تیرے لوگوں میں صداقت سے حکم کریگا پہاڑ لوگونکے لئے سلامتی ظاہر کرینگے اور ٹیلے صداقت۔ وہ قوم کے مسکینونکا اِنصاف کریگا اور محتاجونکے فرزندوں کو بچائیگا۔ اصل زبان یعنی عبرانی میں اُنکا یسوع ہوگا۔ اِن سے اور اِنکی مانند اَور آیتوں سے مثلاً ۸۰ زبور سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ فضائل مذکورہ نہ اہل علم و فضل اور نہ اِس جہان کے کبیروں اور فخر کرنیوالوں کے ساتھہ بلکہ مسکینوں اور مظلوموں اور شکستہ دلونکے ساتھہ مخصوص ہیں۔ اور ہر قوم اور قبیلہ کا ہر شخص اُن میں شامل ہی جسکا مزاج خداوند کے اِس قول شفقت آمیز اور

مبارک کے موافق ہی۔ مبارک وہ ہیں جو دل کے غریب اور راستبازی کے بھوکھے
اور پیاسے ہیں وہ آسودہ ہونگے ✣

ثالثاً ۸۵ زبور ۴ آیت اور آخری آیتوں میں نہ صرف تاکید مزید الفاظ سے۔ وہ دونوں اَوصاف مذکورہ ستودہ اور محمودہ ہیں بلکہ کئی ایک نجشِشوںکا شکرانہ بھی ہی جنکا خاص تعلّق مُنجی عالمین کے ساتھہ متعدد نقلی دلائل سے ثابت ہوتا ہی یعنی لفظ **تصدیق** یعنی صدق مکرّر اور **تشیع** یعنی نجات مکرّر سہ کرّر اور تین اَور اِصطلاحات بھی ہیں یعنی **شالوم** بمعنی صلح و سلامت حِسدُ بمعنی رحمت و شفقت اور **اِمتُ** بمعنی اَمانت یہہ ثلاثہ الفاظ قرینۂ کلام میں داخل ہیں۔ اور جو لوگ زبان عبرانی سے واقف ہیں اگر صرف بیک نظر اِس زبور پر نظر کریں تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ یہہ تمام زبور یسوع مبارک کے اِسم مبارک سے معطّر ہی۔ اور اُن صفات اور تجلّیات الٰہی سے جو نجات کی تدبیروں میں کشف و نمایاں ہیں عجیب طور پر خوشبودار ہی اور اگر قدرے اَور بھی غور و ملاحظہ کریں تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ اِس زبور میں نہ صرف حضرت داؤد کے زمانے کے کسی امر واقعی کی طرف اشارہ ہی بلکہ زیادہ وسعت اور کُشادگی اور وزن و وقار کی طرف اشارہ ہی جو ایک ہی قوم مُلک اور زمانے کی حدّوں سے متجاوز ہی۔ یعنی اِس سرّ غیب کی طرف جسکا مفصّل حال افسیوں کے ۲ باب میں ہی۔ اور یقین ہی کہ اگر بلا تعصّب عناد کے زبور کی اُن پچھلی آیتوں کو حضرت بی بی مریم اور زکریا کے اُن گیتوں کے ساتھہ مقابلہ کرینگے جو لوقا کی اِنجیل کے پہلے

باب میں مذکور ہیں تو گویا بے اختیار اقرار کرینگے کہ بلاشبہ ایک ہی نجات وسلامت
اور ایک ہی نجات دہندہ ہی جسکی طرف اِن تینوں زبوروں میں اشارہ ہی مثلاً جو سوال
اِس ۸۵ زبور ۶ آیت میں ہی یعنی کیا تو ہمکو پھر سرسبز نہ کریگا کہ تیرے لوگ تجھہ سے خوشی
کریں تو اِس سوال کا حقیقی جواب زکریا کے گیت کے ۱ و ۲ آیتوں میں پایا جاتا ہی کہ حمد
خداوند کی جو اسرائیل کا خدا ہی کیونکہ اُس نے اپنے لوگوں پر نظر کی اور اُنکو نجات بخشی
اور ہمارے لئے سلامت کا سینگ اپنے بندے داؤد کے گھر سے نکالکر کھڑا کیا۔ اور
وہ صاحب یہہ بھی اقرار کرینگے کہ وہ دعا اور سوال جو ۸۰ زبور کی ۷ آیت میں پڑھا جاتا
ہی یعنی ای خداوند ہمکو اپنی رحمت دکھا اور اپنی نجات ہمیں بخش اُسکا جواب حضرت زکریا
کی اِن آیتوں میں پایا جاتا ہی۔ کہ جیسے اُس نے اپنے پاک نبیوں کی معرفت جو دُنیا
کے شروع سے ہوتے آئے کہا ہمکو ہمارے دشمنوں سے اور اُنکے ہاتھہ سے جو ہمسے
کینہ رکھتے ہیں نجات بخشی اور اِسیطرح وہ صفات کریم اور اسماء جلیل جو اِس زبور کی
۹ و ۱۰ آیتوں میں مذکور ہیں اور اُنکے اِظہار کے قریب ہونے کی بشارت بکمال تیقّن
کیجاتی ہی یعنی صلح وسلامت ونجات وصداقت وجلال یہہ سب اُسیوقت ظہور
وشہود میں آنیوالی تھیں اور اپنے نورالٰہی کی شعاعیں اُسیوقت و دور و قریب تک منتشر
کرنیوالی تھیں جب زکریا مقدّس روح کے اِلہام کی توفیق سے یہہ حمد وستایش کی
باتیں اپنی زبان پر لایا کہ صبح کی روشنی اُوپر سے ہم تک پہنچی تاکہ اُنکو جو اندھیرے اور
موت کے سائے میں بیٹھے ہیں روشنی بخشے اور ہمکو سلامتی کے راہ میں لیچلے۔ ایسی

نقلی دلائل سے یقین ہی کہ عہدِ نجات اور میثاق حیات کے اِشتہار دینے میں ایک بڑا
حصّہ کلاں اور بخرہ گراں حضرت داؤد کو سپرد اور مرحمت ہوا - اور کونسا حصہ خلق اللہ
کے لئے اِس عالمِ فانی میں اِس سے بڑھکر ہو سکتا ہی کہ اُسکی تمام عمر تشبیہہ اور تصویر کے
راہ سے خداوند مسیح کی سلطنت کے فرایض کا اِظہار اور اِشتہار کرے - اور علاوہ
بریں وہ خدا تعالیٰ کے بعض کمالات بزرگ اور جلالی کو جو مسیح کے مجسّم ہونے کے
وقت مِن وَّرَاءِ حجاب شہود میں آگئے اُنہیں اپنے خاص ورثہ کے لئے حاصل کر کے
اُنکے عِرفان وتعرّف سے مشرّف ہو - اور نبیوں کی پاک جماعت میں نہایت عالی
رتبہ تک سرفراز ہو یہانتک کہ اَور نامی گرامی نبیوں نے اپنے چراغوں اور مشعلونکا
اِقتباس کیا - اِس بات کی عمدہ مثال حضرت یسعیاہ ہیں جسے بعض مفسّروں نے
بسبب صراحت اُن پیشینخبریوں کے جنہیں اُس مقدّس نے خداوند مسیح کے ظہور
کی بابت تحریر فرمائیں انجیلوں کے شمار میں داخل کیا ہی چنانچہ اَوصاف مذکور کی
بابت فرماتا ہی ۴۵ باب ۲۲ و ۲۴ آیتوں میں کہ میری طرف رجوع لاؤ اے زمین کے
اقصاء کے رہنیوالو میرے حق میں ہر کوئی کہیگا کہ یقیناً خداوند ہی میں میرے لئے
راستبازی اور توانائی ہی اِسرائیل کی ساری نسل خداوند میں صادق ٹھہریگی اور اُسپر
فخر کریگی - اور پھر ۹۶ زبور میں حضرت داؤد نہ صرف اسماء اور صفات مذکورہ کی
بشارت دیتے ہیں یعنی نہ صرف خدا تعالیٰ کی صداقت اور اَمانت کی تعظیم کرتے
ہیں بلکہ اُمت یہود اور کُل عالم کے قوموں اور قبیلوں سے بحسب فرض رسالت

للکار کر دعوے کرتے ہیں کہ تم سب لوگ اِس شاہ جلیل کے دبدبہ اور کبریائی کے خوف کے مارے خاکساری سے اُسکی پرستش کرو اور اُسکی نجات کی خبریں شہرۂ آفاق کرو۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اِس موقع پر اَور مقاموں کیطرح یہہ بھی بیان کرتا ہی کہ اِس نجات و سلامت میں خدا تعالیٰ کی عدالت بھی رونق افزا اور متجلّی ہو جاتی ہی ہاں ای صاحبو کلام اللہ کی بھاری سے بھاری تعلیموں میں یہہ بھی بالضرور شامل ہی کہ جسوقت رب تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل کو ظہور میں لاتا ہی تو انصاف اور عدالت بھی فوراً شہود میں آتے ہیں۔ کیونکہ باریتعالیٰ اِس طور پر رحیم اور فیض اور لطف فرما نہیں ہو سکتا کہ عادل اور صادق القول ہونے سے باز آوے یعنی اُسکے ایک خاص اِسم وصفت کی رونق اور جلال اِس وضع سے بڑھکر نہیں ہو سکتی کہ ثانی میں خلل آجاوے اور نہ ایک کی ایسی تفضیل جائز ہی جس سے دوسرے کی تذلیل ہو جاوے۔ دیکھو اِس زبور میں یہہ تین بڑی صفتیں کیا ہی عجیب طور پر باہم پیوستہ ہیں اور ہر ایک اِن میں سے ایسی پاک اور صریح معلوم ہوتی ہی کہ گویا ہر واحد باقی سب کی حمایت اور حراست کا ذمہ وار ہی۔ ازآں وجہہ کہ رحمت اور فضل کا وعظ اور بشارت اور صداقت اور عدالت کی منادی بھی ہی اور اُن دونوں کی جدائی و طلاق قیاساً بھی متروک اور منسوخ ہی۔ چنانچہ ثبوت و وثوق اِس بات کا خداوند مسیح کے مصلوب ہونے اور صلیب برداری اور عذاب کشی میں ایسا صاف اور صریح نظر آتا ہی کہ اَور کسی دلیل سے نہیں ہو سکتا۔ اور نبی اور رسول اِس بات پر نہایت تاکید کرتے ہیں کہ خدا کی پروردگاری اور

اُس کی رعایت کلیسیا کے حق میں اور عدالت اور رحمت ازابتدا تاانتہا دست بدست پیوستہ چلی جاتی ہی- اور دونوںکا میل واتفاق محبّت سے ہی- ہاں بلاشبہ اِس صلیب برداری اور جفاکشی اور مورد قہر ہونے میں ایک سرِّ غیب ہی جو عالموں اور فاضلوں سے اکثر مخفی ہی لیکن مسکینوں پر فاش ہو جاتا ہی- یعنی خداوند مسیح جس وقت اپنی صلیب پر سے مژدۂ حیات وسلامت خلق دور و دراز تک پھیلاتا ہی تو عدالت کی راہ سے بھی آدم زاد کی حقیقت حال کی تمیز اور تفاصُل کرتا ہی- اور اُس عدالت کو جسکا اخیر اور اختتام اخیر الایام میں ہوگا شروع کرکے اُسی انجیل کی ہر روز کی منادی اور واقعات عالم کی رعایت میں بڑھاتا اور برقرار کرتا ہی +

حاصل کلام یہہ ہی کہ وہ مژدہ انجیل جو اسی باب میں درپیش ہوتا ہی قابل غور و لحاظ ہی اور اُس راز کی طرف اشارہ کئی ایک اَور موزون مقامات میں ملتا ہی- مثلاً مسیح خود معترضان یہود کے روبرو فرماتا ہی- یوحنا ۹ باب ۳۹ آیت - کہ میں دنیا میں عدالت کے واسطے آیا ہوں تاکہ جو لوگ نہیں دیکھتے دیکھیں اور جو دیکھتے ہیں اندھے ہو جاویں- اور اِس بات پر مکاشفات کے ۱۴ باب کی ۶ و ۷ آیتیں متفق ہیں اور میں نے ایک اور فرشتے کو دیکھا کہ وہ آسمان کے بیچ اُڑ رہا ہی تاکہ انجیل کی خوشخبری سُناوے- اور اُس نے بڑی آواز سے کہا کہ خدا سے ڈرو اور اُسکا جلال ظاہر کرو کیونکہ اُس کی عدالت کی گھڑی آئی وغیرہ- اِس زبور کے مضمون میں ایک اَور بات قابل لحاظ ہی جو اِس راز کا وزن اور مدار ہی کہ نہ کوئی

فرشتہ اور نبی بلکہ خداوند آپ ہی تشریف فرما ہوکر اپنی نجات اور سلامت وصداقت
کا انکشاف کریگا - دیکھو ۱۲ و ۱۳ آیتوں میں کیا لکھا ہی کہ دشت کے سارے درخت
لہلہاویں خداوند کے آگے کیونکہ وہ آتا ہی وہ زمین کی عدالت کرنے آتا ہی وہ صداقت
سے جہان کا اور راستی سے لوگونکا انصاف کریگا - اور خداوند مسیح کی جتنی نشانیاں اور
پیشین گوئیاں عہد عتیق میں ہیں اُنکا جوعین قلب اور قطب اور وہ رشتہ اور رابطہ ہی
جس سے وہ باہم منتظم اور مربوط ہیں - خداوند خدا ہی کی امداد سے اُسکی حضوری کا وعدہ
ہی یعنی یہہ کہ وہ آنیوالا اور موعود نجات کا بخشنیوالا کوئی دنیوی بادشاہ یا نبی نہیں ہی بلکہ
خداوند بعینہ اور بنفسہ اپنی صورت جلال والی اور نورانی دکھائیگا پر تو بھی اُسکی قدرت
حلم آمیز اور فضل پذیر ہوگی - چنانچہ یسعیاہ انجیلی کی بعض بعض آیتوں سے اظہر من الشمس
ہی یعنی ۴۰ باب ۵ و ۸ و ۹ آیات میں یوں بیان ہوتا ہی کہ خداوند کا جلال آشکارا
ہوگا اور سب بشر ایک ساتھہ اُسے دیکھینگے - اے صیہون اپنی آواز بلند کر خوب پکار اور
مت ڈر - یہوداہ کی بستیوں سے کہہ دیکھو تمہارا خدا دیکھو خداوند خدا زبردستی کے
ساتھہ آویگا اور اُسکا بازو اُسکے لئے سلطنت کریگا وہ چوپان کی مانند اپنا گلہ چراویگا -
وہ برونکو اپنے ہاتھہ سے فراہم کریگا اور اپنی گود میں اُٹھاکر لیچلیگا ◆

اور ملاکی اور زکریا نبی اِسی عجیب اور نادر قول پر تشریحًا اور تقریرًا شاہد ہیں
چنانچہ اُس اوّل قیامت اور عدالت کی بابت جو مسیح کی عین پہلی آمد ہی حضرت
ملاکی نے یوں اپنی کتاب کے ۳ باب کی ۱ آیت میں فرمایا کہ وہ خداوند جس کی تم

تلاش کرتے ہو ہاں وہ عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں
آئیگا۔ اور پھر قیامت اور عدالت اخیر کے حق میں جو مسیح کی آمد ثانی سے مراد ہی۔ حضرت
زکریا بیان کرتے ہیں کہ خداوند میرا خدا آویگا اور سارے قدسی تیرے ساتھہ وغیرہ
۱۴ باب ۵ و ۶ آیت ✣

ای صاحبو یہہ مضامین نہایت عالی اور وزنی اور دل تراش ہیں اور شاہدان
الٰہی اس گواہی میں بہت اِتفاق رکھتے ہیں۔ مثلاً آخر الانبیا حضرت یحییٰ بن زکریا نے
مسیح کی آمد اور صدور اوّل کی اِس خاصیت اور کلمات سلامت کا نتیجہ بڑی قدرت
اور بلاغت سے بیان کیا۔ مثلاً متی کی انجیل ۳ باب ۱۰ و ۱۱ آیتوں میں جسکا دل چاہے
دیکھہ سکتا ہی یعنی درختوں کی جڑ پر اب کلہاڑا رکھا ہی پس ہر ایک درخت جو اچھا پھل
نہیں رکھتا کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہی۔ پر آپ لوگوں کے لئے ایک اَور شاہد درکار
ہی جس نے شہادت باطنی پائی ہی۔ اِن عالی معنونکا نہ صرف مُسامع بلکہ مشاہد بھی ہوتا
ہی۔ جس کشف اندرونی کے حق میں رسول پطرس نے یہود کے صدر مجلس دینیات کے
روبرو یہہ گواہی عمدہ قابل غور فرمائی ہی رسولونکے اعمال ۵ باب ۳۲ آیت اور ہم یعنی
رسول اِن باتوں پر اُسکے گواہ ہیں اور روح القدس بھی جسے خدا نے اُنہیں جو اُس کی
تابعداری کرتے ہیں بخشتا ہی۔ پس ای صاحبو جتنے طالبان حقیقت ہو اِس بات پر یقین
کیجو کہ بنی آدم میں سے جو کوئی شخص ہو کہ خدا تعالیٰ کا کلام حقیقی یعنی توریت اور زبور
اور انبیا اور انجیل اُسکو دستیاب ہوتا ہی تو لابد اور بالضرور وہ کلام اُسکو نہیں چھوڑتا

اور اُس سے درگذر نہیں کرتا۔ غیر ازآں کہ اُسکی حالت حقیقی اور اندرونی کی آزمائش
نہ کرے کہ وہ خدا کے روبرو اور اُسکی درگاہ میں کیسا ہی۔ اور اگر شاید وہ شخص خدا کی
اِس ملاقات سے جو کلام کے بغور ولحاظ پڑھنے سے ہوتی ہی خوف و ترس کرے اور
اِس بشیر اور نذیر اور ناصح سے مُنہہ نہ پھیرے تو کلام پھر بھی اُسے فروگذاشت نکریگا۔
جب تک کہ اِس اندرونی حالت پر نور الٰہی کی شعاعوں کو پھیلاکر ایسی صاف روشنی
نہ ڈالیگا کہ وہ حضرت ایوب کا وہ مشہور اقرار زبان پر لاکر جو توبہ کاری کی بابت ہی
کریگا ۴۲ باب ۵ و ۶ آیت۔ میں نے تیری خبر اپنے کانوں سے سُنی تھی مگر اب میری
آنکھیں تجھے دیکھتی ہیں اِسلئے میں اپنے سے بیزار ہوں۔ وہی میل اور اتفاق سلامت
و عدالت کا ۹۸ زبور کا بھی اصل مضمون ہی۔ اِس سے یہہ تعلیم ملتی ہی کہ جتنی صفات
قہریہ اور جمالیہ کلام اللہ میں معروف ہیں مثلاً قدرت اور قدوسیت اور رحمت او صداقت
اور جلال شاہانہ اور شفقت پدرانہ سب اِس اجتماع عدالت و سلامت میں ظاہر و
نمایاں ہوتی ہیں۔ بلکہ اِس زبور سے من کلّ الوجوہ معلوم ہوتا ہی کہ سب قوموں اور
قبیلوں کے آگے اُن صفتونکی رونق اِسطرح سے متعالی و متجلّی ہوگی کہ کُل عالم کی
جتنی کائنات ہی وہ سب گویا خوش سرودیونکا ایک طائفہ بنیگی جسکی ہزارہا آوازوں
سے حمد اور شکرگذاری بلاناغہ درگاہ اعلیٰ میں گذرانی جائیگی۔ ہر دو مزامیر بالا میں
یہہ بات ماقبل ہی کہ اِس اتصال عدالت و نجات میں خدا تعالیٰ کے مختلف کمالات
کا اجتماع دیکھکر غیر قوموںکے بُت پرست خدا ترس اور مطیع و منقاد ہونگے۔ اور قدرت

اور کبریائی اور حُسن و جمال الٰہی کے مقرّ ہو کر اپنے اپنے بُطلان اور رواہیات کو ترک
کرینگے مگر دونوں زبوروں میں اِسبات پر تاکید ہی کہ یہہ سب عجیب واقعات خود بادشاہ
کی حضوری کے بغیر ظاہر نہ ہونگے۔ اور اِسی سبب سے ہر دو زبور مسمّٰی بزبور حادث ہیں
(یعنی نئے گیت)۔ جو کوئی چاہے کہ اِس سرنامہ کے رمز و راز کا شناسا ہو تو اُس کو
لازم ہی کہ اِن دو زبوروں کو مکاشفات کے ۵ اور ۱۴ بابوں سے مقابلہ کرے جنسے
صاف معلوم ہوگا کہ وصف حداثت کا جو مخصوص ہی اِن زبوروں کے ساتھہ تو اِس
مراد سے ہی کہ اِن میں ایلچی گری کی راہ سے نجات کا اِشتہار اور اِظہار ہی۔ اور اِس
نجات میں نہ سلامت جزئیّہ اور چند روزہ سے اشارہ ہی بلکہ اُس نجات کُل اور کامل
اور جاوید سے جسپر ابن آدم کے ذریعہ سے ہر آدم زاد بفضل الٰہی مدّعی ہو سکتا ہی۔ اور
جسے اپنا حق اور میراث اور عمدہ سے عمدہ مغتنمات جانتا ہی ۵ باب ۹ آیت کہ وہ
ایک نیا راگ یہہ بات کہتے ہوئے گاتے ہیں کہ تو ہی اِس لایق ہی کہ اِس کتاب
کو لے اور اُسکی مُہریں توڑے کیونکہ تو ذبح ہوا اور اپنے لہو سے ہمکو ہر ایک فرقہ اور
اہل زبان اور مُلک اور قوم میں سے خدا کیواسطے مول لیا۔ اور ہمکو ہمارے خدا کے
لئے بادشاہ اور کاہن بنایا اور ہم زمین پر بادشاہی کرینگے۔ مکاشفات کے منقول
بالا سے ثابت ہوتا ہی کہ ارواح متقدّمین کی زبانوں پر جو دنیا کے شرّ سے خلاص کئے
گئے ہیں اس نئے گیت سے کوئی شیریں اور لذیذ تر نہیں آتا۔ ازبسکہ اِس جہان
کے مغنّیوں کے ہُنر اور حکمت سے سیکھا نہیں جاتا مگر اِستعداد اِس نئے گیت کی

مسیح کے ہر پیرو حقیقی کو فی الفور ملتی ہی جس دن سے گویا نبیوں اور رسولوں اور باقی مشایخ الٰہی کا مُرید ہوکر اِس قول رسول کا بدل وجان اِقرار کرنا سیکھے گلاتیوں ۶ باب ۱۴ آیت

مگر ہرگز نہ ہو کہ میں فخر کروں پر اپنے خداوند یسوع مسیح کی صلیب پر جس سے دنیا میرے آگے مصلوب ہوئی اور میں دنیا کے آگے +

یقین ہی کہ جسکے سینہ کے اندر اِس نئے گیت کا مضمون نہ صرف بنفسہ بلکہ بعینہ نقش ہوگا وہ بہ آسانی تمام اِس بات کا مُعترف ہوگا کہ جسطرح سِینا پہاڑ یعنی کوہِ طور کے بیابان کے خیمہ عبادت کی قربانگاہ پر (جو تختِ فضل بھی کہلاتا ہی) اللہ کا نور بنی اِسرائیل کے لئے نازل ہوتا تھا۔ ازآنرو کہ وہی خدا کی حضوری اور ملاقات کا جائے اِظہار مقرر تھا اُسیطرح کُل جماعت عامہ کے لئے خواہ یہودی ہوں خواہ غیر قوم مسیح کی صلیب مبارک ایک وہی مرکز ہی جس میں ربّ تعالیٰ کے کمالات اور نورانی تجلّیات ملتیں اور وابستہ ہوتی ہیں۔ ہاں اِسی صلیب میں یہہ اوصاف کامل طور پر اہل بینائی اور بصارت روحانی پر عیاں و نمایاں ہوتے چلے آتے ہیں چنانچہ اِسی صلیب پر سے خداوند گویا اپنے ہاتھہ کھولکر ایک سے موت اور دوسرے سے حیات بخشتا ہی۔ ازآنرو کہ نفس اور دُنیا اور افعال شیطانی کے موت کو اور حیات الٰہی کو بفیاضی تمام بخشتا ہی +

ای صاحبو ہم اِس اپنے سفر کی منزل پر ذرا مقیم ہوکر دُعا اُس دوست جان نثار سے کریں کہ ای خداوند ہمارے لئے اپنے دونوں ہاتھوں کو کھول اور وہ موت اور

حیات ہمیں دے اور ہمیں یہہ فضل عنایت کر کہ مسیح کی اُس محبّت کو جو سُننے سے باہر ہی جانیں تاکہ ہم خدا کی ساری بھرپوری تک بھر جاویں آمین ✢

ایک اَور بات اُن مزامیر بالا سے قابل غور نکلتی ہی کہ خداتعالیٰ کا فرمان اور ارشاد بتاکید اور بتائید اِس امر پر ہی کہ اس نئے گیت کے مضمون کا شُنوا اور شناسا ہو جاوے ہاں بلکہ اِس نجات کے ہر ایک وارث پر فرض بھی ہی کہ اس سلامت اور عدالت کی دلتراش خبرین تابمقدور رُبع مسکون میں مُنتشر کرے۔ برعکس اسکے لچہ دریغ میں کتنے اشخاص ہیں مسمیٰ بمسلمین ومشائخین ومرشدین جو صرف اِسی بات پر جدّ وجہد کرتے ہیں۔ کہ اس ارشاد کو مردود اور منسوخ ٹھہراویں اور اُس لعنت کے مورد ہو جاتے ہیں جو خداوند رحیم وحلیم نے بھی اپنے ہم عصر فریسیوں پر پڑھی کہ حیف تمپر ای فریسیو جو علم وعرفان کی کلید چھین لئے جاتے ہو نہ آپ داخل ہوتے ہو بلکہ داخل ہونیوالونکو بھی روکتے ہو لوقا ۱۱ باب ۵۲ آیت۔ اور بالاتفاق اُن دو زبوروں کے ۱۱۱ زبور کا مخواے کلام یہی ہی بلکہ ہم یہہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ تین زبور ظروف کی مانند اِس عہد کے آثاروں اور یادگاروں سے لبریز ہیں۔ چنانچہ دو آیتوں میں اِس عہد ومیثاق کی ابدیّت ومُداومت کی شہادت دی جاتی ہی۔ ازآنرو کہ خداے قادر مطلق کی حضور میں اُسکی یادداشت تاابد رہتی ہی اور اُس کی تدبیر ورعایت سے وہ عہد اہل ایمان سے فراموش اور منسوخ ہرگز نہیں ہونے پاتا۔ اور تعلیم اِس زبور کی یہہ بھی ہی کہ خدا کے بعض اوصاف وکمالات

اِس عہد کے ایفا ہونے سے ابدالاباد تک متجلّی رہتے ہیں۔ اور اگر شاید یہہ سوال کرو
کہ اِس عہد کے قیام اور اجرا، کا عمدہ موجب اور باعث کون ہی تو اِس زبور میں اِس
سوال کا جواب آپ سے آپ ملجاتا ہی کہ نجات اور فدیہ اُس پاک اور مخصوص کا
جسے ربّ تعالیٰ نے آدم زاد میں سے اختیار کرلیا سو اِس عہد کے قیام کا عمدہ اور
اوّل باعث ہی ۱۱۱ زبور ۹ آیت۔ اُس نے اپنے لوگونکے لئے نجات بھیجی اور اپنے
عہد کو تا ابد مضبوط فرمایا اُس کا نام قدّوس اور مہیب ہی۔ اور یہہ تلقین بھی ملتی ہی
کہ خدا کے نادر معجزات اِس عہد کے اُمور میں اِس صورت اور وضع سے آشکارا
ہوگئے کہ اُنکی تمیز اور غور کرنیوالوں میں پاک خوف اور ہیبت پیدا ہوتی ہی اور اِسکا
عمل میں لانا عمدہ سے عمدہ افضل دانائی ہی +

مزامیر داؤد کی پیشین گوئیوں میں ۱۱۸ زبور بڑے بزرگ رُتبے اور وزن کا ہی
اور نہایت اِلتفات و فکر کی قابل ہی۔ دیکھو مصنّف زبور بعوض کُل مجلس مومنین کے
اپنے عمل و عادت کے موجب اُس رنج و اِیذا و ستم کا جسے مفسدوں اور متکبّرونکی
طرف سے بلکہ سب قوم اور مُلک کی طرف سے اُٹھایا تھا بیان کرتا۔ اور از جانب
اِنسان اپنی پوری نا اُمیدی اور لاعلاجی کا مقرّ ہوکر اپنی اعانت اور کمک کے لئے
صرف خدا ہی کے نام میں اپنا قلعہ اور جائے پناہ مانگتا اور لیتا ہی۔ مگر خصوصًا اِس
یقین کو بے خوفی اور خاطر جمعی کا موجب جانتا ہی کہ صداقت کے دروازے اِسکے
لئے کُھل گئے ہیں اور یہہ کہ خداوند دعا و سوال قبول کرکے اُسکا نجات و سلامت

بخشش ہوگیا ۱۹ و ۲۱ آیت - صداقت کے دروازے میرے لئے کھولو کہ میں اُنسے

اندر جاؤنگا اور خداوند کی ستایش کرونگا اور میں تیری حمد کرونگا کہ تو نے میری سُن لی

اور تو میری نجات ہوا - یعنی انہیں دو اوصاف پر اپنی اُمید کی قوی اور مضبوط بنا ڈالتا ہی اور اِس تیقّن کی وثاقت سے اپنا قدم نہیں اُٹھاتا کہ جب خدا صادق ہی تو اپنے عہد و میثاق کا قول توڑنا اُسکی عین ذات سے بعید ہی - وہ اپنی ذات کا انکار نہیں کرسکتا اور جبکہ نجات و سلامت بخشش ہونا اُسکی شان ہی تو شیطان اور انسان کے کسی مظلوم کو جو فریاد خواہ ہو بے امداد اور بے تدارک چھوڑنا خلاف قیاس ہی اور امر محال

۱۳۰ زبور کا متکلّم بھی آپکو ایک ایسا ہی مظلوم اور زیر بار جانکر اپنی جان خدا کے حضور میں ڈالتا ہی - چنانچہ اپنی جان ہی کا ڈالنا حقیقی دُعا و سوال کی شرط بلکہ عین اصل ہی پس خالص فریاد خواہ کا حال اُس خراج گیر کی مانند ہی جسکی خاکساری اور شکستہ دلی کی تعریف لوقا کی انجیل کے ۱۸ باب میں ہی یعنی خدا تعالیٰ کے روبرو جو محض راست اور پاک اور عادل ہی بسبب خجالت اور پشیمانی کے کھڑا ہونے کی بھی جُرأت نہیں رکھتا - اور جسطرح اُس خراج گیر نے آپکو ہر طرح کے اعمال حسنہ اور ثواب اور لیاقت سے برہنہ جانکر عرض کی کہ قربانی اور کفارہ کے توسّط سے میری دُعا اور درخواست قبول ہو - اسیطرح اِس زبور کا فریادکُناں باقی سب اُمید اور توقع سے دست بردار ہوکر انہیں الٰہی ناموں اور افعالوں پر جو میثاق فضل کے اندر شہود میں آئے ہیں تکیہ لگاتا ہی - کہ گویا اِس عہد کے احاطے کے بیروں کہیں کچھ پناہ اور امن و امان نہیں دیکھتا +

اب غور کرنا چاہیے کہ اِس زبور مذکور میں کیسا صاف ایما اور اشارہ خداوند یسوع
مسیح کی طرف ہی - از آنرو کہ جسطرح سڑکوں کے بیچ ایک نشان نصب ہوتا ہی جس سے
مسافرونکو بخوبی معلوم ہو کہ کونسا راستہ امرتسر اور کونسا ملتان وغیرہ کو جاتا ہی - اِسیطرح
یہہ الفاظ ذیل معروف جہاں جہاں ملتے ہیں وہاں نشان کے طور پر مسیح کی طرف
رجوع کراتے ہیں اور دلوں کو اُدھر مائل کرتے ہیں - پس یہہ لفظ اِثْنَیْن یعنی اول **صلیحا**
۴ آیت میں جسکے معنی ہفتاد مترجمان یہود یونانی زبان میں تکفیر یا کفارہ بتاتے ہیں
اور **فدیہ** ساتویں اور آٹھویں آیتوں میں باتفاق اُس گواہی کے جو ۱۳۰ زبور کی
تیسری و چوتھی آیتوں میں ملتی ہی - کہ اگر تو حساب لینے لگے تو کون کھڑا رہ سکتا ہی پر تیرے
پاس تو مغفرت ہی (یعنی کفارہ فی اصل المتن) تاکہ ہم تیرا ڈر رکھیں - دیکھو اِن دو آیتوں
میں گناہ کی محسوبی اور غیر محسوبی کی حالتیں کیا ہی صریحًا متمیزہ ہوتی ہیں اور باہم
مقابلہ کیجاتی ہیں اور وہ نامحسوبی کی حالت ادب اور خداترسی کا موجب بتلائی
جاتی ہی پس پوچھتا ہوں کہ ازروئے توریت موسویہ کونسا فدیہ اور کفارہ غیر از مسیح
مقرر ہو گیا اور اِس کفارہ کا پتہ نشان بجز کتب سماوی کہاں ملیگا - شاید آپ یہہ خام
تصور کرتے ہیں کہ فدیہ اور کفارہ کا قیام ایک خاص قوم اور زمانیکے لئے مناسب اور
مفید تھا مگر ہر قوم اور زمانے پر لازم اور مقتضی نہیں تھا - یا اگر آپ ازراہ انصاف اور انقیاد
اِس امر کے قایل اور مقر ہوں کہ لابد سبھوں پر ہر وقت بجز شامل ہونے فدیہ اور قربانی
کے گناہ کی قید اور حبس سے رہا اور خلاص ہونا محال ہی تو میری عرض یہہ ہی کہ بغیر

مسیح کے کون دوسرا اِس فدیہ اور کفارہ کے مقرّر ہونے پر مدّعی تھا۔ یا شاید اگر مدّعی بھی ہوتا تو کون دوسرا شخص اِس اپنے دعوے کو نصوص اور براہین قطعی سے ثابت کرسکتا ہے۔ اسکے سواے جسپر حضرت دانیال نے اپنے ۹ باب ۲۴ و ۲۶ آیتوں میں شہادت دی کہ وہی مسیح پیشوا ہوکر منقطع (یعنی عالم شہود میں منقطع ہوگا) اور اِسی مدّت میں شرارت ختم ہوگی اور خطا کاریاں آخر ہوجائینگی اور بدکاریوں کی بابت کفارہ کیا جائیگا اور ابدی راستبازی پیش کیجائیگی اور اُسپر جو زیادہ قدّوس ہے مسح کیا جائیگا۔ یعنی تتمّہ احسان اور تکفیر خطا کا اور صداقت جاوید داخل کرنے کی میعاد مسیح کے انقطاع کی میعاد بھی ہوگی۔ اگر آپ بنظر انصاف اور بتوفیق روح القدس اِس مضمون پر غور کرینگے تو اُمید قوی ہے کہ ایسا نور عرفان اور آتش محبّت دل میں نمایاں ہوگی کہ خبائث دنیا کی طغیانی اور انفاس نفس کی بادسموم اور وساوس شیطانی کے طوفانوں سے ہرگز نہ بجھیگی ✣

باب سویم

دربیان حقیقت گناہ و قبیح و مذموم بودنش

ہر صاحب تمیز پر یہہ امر بہدائیت عقل روشن ہو کہ علم نجات بغیر از شعور شر و خطا بے مطلب و بے بنیاد ہو۔ چنانچہ بلا تشنگی کے کوئی شخص جو کی طرف آبجو نہیں ہوتا۔ ہاں اگر رجوع بھی لاوے تو کچھہ تفریح اور تسکین نہیں پاتا بموجب اِس مُبتدا کے جتنے انبیا پر آیندہ منجی العالمین کی خبریں کثرت اور صفائی سے اُتری تھیں اُنہیں کے ذریعہ سے گناہ کی کیفیت اور حقیقت حال ایسی فاش اور عیاں ہوگئی کہ اُنہوں نے اُسکی قباحت کو بفراست تمام پردہ چاک کرکے ایسا عُریاں کیا کہ حیرت اور خوف خطاکاروں کے قلوب میں پیدا ہوا۔ چنانچہ داؤد معہذا کہ خداتعالیٰ کی اُلفت اور رحمت و شفقت کا نہایت واضح و لایح کرنیوالا تھا تو بھی اُس نے نہایت عبرت نما اور دلتراش الفاظ سے آدم زاد کی شرارت اور ضلالت اور خبث کا حجاب کھولکر اُسے خدا کی کمال راستبازی اور نور شرعیہ کے مقابل دکھایا۔ تاکہ وہ خطاکار قہر الٰہی کے دریائے مُہلک پر سے سفینہ نجات و سلامت پر چڑھکر مخلصی حاصل کریں۔ اور یقین ہو کہ جسقدر تک کلام الٰہی کی ملامتوں اور عبرتوں اور سرزنشوں سے ہمنے اپنی تمیز اور شعور باطنی کے مرات سے زنگ صاف کیا ہو اُسیقدر ہم درگاہ الٰہی میں ملزم اور خطاکار اور قہار

عادل کے عتاب اور غضب جاوید کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ اور اِس منجی العالمین کی دعوت کی شفقت آمیز آواز شیریں تر معلوم دیتی ہو جو یسعیاہ نبی کے ۱ باب کی ۱۸ آیت میں پڑھی جاتی ہو کہ اب آؤ ہم باہم حجت کریں خداوند کہتا ہو اگرچہ تمہارے گناہ قرمزی رنگ کے ہوں پر برف کی مانند سفید ہو جائینگے اور ہرچند وہ ارغوانی ہوں پر اُون کی مانند براق ہو جائینگے۔ اور جو صاحب عدل و فقر زبوروں اور انبیاؤں کی کُتب سماوی کو غور و لحاظ سے پڑھنے میں قایم رہتا ہو بتوفیق روح حق کے اُس نے معلوم کیا ہوگا کہ مطلب اور مقصد اِن صحف الٰہی کا یہہ ہو کہ اِنسان اپنی لاعلاجی اور ناچاری کی حقیقتِ حال دریافت کرکے کہ بیخ و بن سے کیا ہی زشت اور زبون ہو۔ اور وہ رجا اور بھروسا جو اپنی خاص راستی اور اصل صلاحیت اور فضائل طبعیہ پر رکھتا ہو کیا ہی باطل اور عبث اور بے بنیاد ہو اپنے نفس کی سب اُمیدوں سے متنفر اور منحرف ہوکر صرف خدا ہی کی دستگیری کو قبول کرے۔ اور اُسکی متعین جائے پناہ میں اُمن و اَمان سے پوشیدہ رہے ✤

پس تصدیق اِس امر کی بیسیوں بلکہ سیکڑوں آیتوں سے حاصل ہو جنہیں حضرت داؤد نے بلکہ اور زبور نویسوں نے بھی صرف اپنے ہی ہمعصر اور ہم وطنوں کے لئے نہیں بلکہ ہر زمانہ کے قوم و قبیلہ کے لئے زبان زد و تحریر کیا ہو۔ چنانچہ رومیوں کے خط کے ۳ باب میں مزامیر داؤد سے اِسکے ثبوت میں بعض متین اور مستقیم آیتوں کو اِنتخاب کرکے تمام آدم زاد کی شرارت اور ضلالت عامہ کو روشن کیا ہو۔ تا آنکہ

وہ سب مایوسی اور تباہ حالی میں غرق اور نہایت بے تدارک اور آپ ہی سے
بے وسیلہ ہو کر اپنی چشم نابینا کو اُس منوّر عالم اور آفتاب صداقت یعنی مسیح کیطرف
رجوع کریں۔ اور ننگ وضعف اور تہیدستی اور خستہ حالی اِسی مخلصی بخش ربّانی کی
روبرو دکھا کر اِتنے فضل کو حاصل کریں جس سے مسیح کے ساتھہ ذبح پر زندہ قربانیاں
اور نذرانہ ہونے کی اجازت اور اِستعداد پاویں۔ اور خزانۂ لطف و محبّت سے ازراہ
دوراندیشی اور گدائی کچھہ بخشش اور اِنعام عطا فرمایا جاوے۔ دیکھو رومیوں کے اِس
باب معروف میں رسول نے کتنی کتنی آیتونکو بیان کیا ہی تاکہ معلوم ہو کہ نہ صرف
خونی اور چور اور زناکار اور ظالم اور نشۂ باز اور قسم قسم کے مُجرم اور مکروہ النّاس وغیرہ
خدا کی درگاہ میں عاصی اور ملزم ٹھہرتے ہیں بلکہ بلا اِستثنا ہر سب آدم زاد مورد قہر
اور حیاتِ الٰہی سے محروم اور قاطع الشرع اور راہ راست سے ضال اور شیاطین
کے زرخرید اور اسیر اور گناہونکے زیر بار ہیں +

سُنو یہہ تباہ حالی اور ذلّت عامہ وکلّیہ حضرت داؤد کے کلام منزلہ میں گویا
دو دھاری تلوار کے سخت قاتل گذاروں کے موافق کیا ہی مضبوط باتوں میں بیان
ہوتی ہی تاکہ سب قاری اِن آیتوں سے اِس مرض الموت کے سرایت مہلک کا
شعور پاکر طبیب حقیقی کے پاس دواں درواں ہو کر شفا سے مستفیض ہو جاویں۔

رومیوں ۳ باب ۱۰ سے ۱۸ تک یوں لکھا ہی کہ کوئی راستباز نہیں ایک بھی نہیں
کوئی سمجھنے والا نہیں۔ کوئی خدا کا طالب نہیں سب گمراہ ہیں۔ سب کے سب نکمّے

ہیں کوئی نیکو کار نہیں ایک بھی نہیں - اِنکا گلا کھلی ہوئی گور ہی اِنہوں نے اپنی زبان
سے فریب دیا ہی اِنکے ہونٹوں میں سانپ کا زہر ہی اِنکے مُنہہ میں لعنت اور تلخی بھری ہی
اِنکے قدم خون کرنے میں تیز ہیں اِنکی راہوں میں تباہی اور پریشانی ہی - اور اِنہوں نے
سلامتی کی راہ نہیں پہچانی اِنکی آنکھوں کے سامھنے خدا کا خوف نہیں +

حضرت سلیمان ابن داؤد کی مثالوں میں ایک مقولہ محمود ہی کہ وہ گھاؤ جو دوست
کے ہاتھہ سے لگے وفادار ہی اور وہ بوسے جو دشمن کے لبوں سے ہیں دغا باز ہیں
اور یقین ہی کہ جو شخص کلام الٰہی کے تیغ گذاروں سے گھائل نکلا - وہ دل وجان سے
اقرار کریگا کہ وہ دوست وفادار تھا جس نے ضرب کاری سے میرے نفس اور شیطان
کو مارتے مارتے خاک میں پٹکدیا - اور اُس خائن اور خفیہ مفسد کو جو میرے خدا کے
خلاف تھا پردہ کش کیا اور اُسکے فنّ وفریب کے پیچوں کو حل وباطل کیا - اِس امر
میں دونوں عہدوں کے عقائد دینی اور مذہبی غیر قوموں کے مذہبوں سے نہایت
متفرّق ہیں - اُن سبھوں میں یہہ عیب اور قباحت لاحق ہی کہ گناہ پر پردہ ڈالکر ہزار ہا
عذر خواہیاں اور بہانہ جوئیاں بناکر ملکہ اُسپر زیب وزینت دیکر اُسکے الزام کو مخفّف
کرتے ہیں اور آفت یا قسمت یا جبر یا ضرورت بشریہ پر محمول کرتے ہیں - جس سے
خطائے حقیقی اور خدائے حقیقی کی فہمید اور پہچان میں خلل واقع ہوتا ہی - برعکس اِسکے
کلام الٰہی کے صاف آئینے میں ہر شخص اپنے قلب اور باطن کی گندہ اور سیاہ صورت
کو دیکھکر خدا کے مقابل ملزم اور پریشان کھڑا رہتا ہی - اور اُسکی شرع کا کمال راستی

اور صفائی سے لرزاں اور ترساں ہوکر گاہ گاہ اُسقدر آتش عذاب وعقاب میں
آپکو مبتلا جانتا ہی کہ گویا جہنّم سے باہر دہ قہر الٰہی کا عذاب عین دوزخ ہی ہی۔ مثل
اور نمونہ اِس تعلیم کا ۳۲ زبور میں دیکھنا چاہیئے جس میں اگرچہ گناہ کے محو ونیست ہونے
کے لئے اقرار دلی اور زبانی اور حقیقی توبہ شرط ہو لیکن توبھی اِس گناہ کی بخشش اپنے
اِقرار وشکستہ دلی کی بنیاد پر قایم نہیں ہی اور نہ کسی اِنسانی ضعیف بنیاد پر مبنی ہی بلکہ
خدا کے اُس عین فضل اور فیض پر جس سے گناہ پوشش کفارہ سے محجوب ہی۔ اور
اُس کفارہ کی خاطر نامحسوب ہی۔ ازآنرو کہ وہ خطاکار راستی اور صداقت الٰہی کے
جامہ سے ملبوس ہوکر اللہ کی درگاہ میں ہر عیب وداغ کے الزام سے مُبرّا ومنزّہ ٹھہرا
ہی۔ اور گناہ کے ظلم وجفا سے خلاص ہوکر کُشادگی اور آزادی سے توفیق روح القدس
کے احکام الٰہی کے راہ میں روز بروز ترقی پاتا چلا جاتا ہی۔ شاید تم پوچھو کہ کون سے
حجاب سے وہ گناہ محجوب ہی تو بلاشبہ یہہ حجاب اُس کفارہ ہی پر صادق آتا ہی
جس کی سب قربانیاں اور کفارہ جات موسویّہ نشانیاں تھیں۔ اور جس کی طرف
اشارہ ۶۵ زبور کی ۳ آیت میں پایا جاتا ہی کہ تو ہمارے گناہوں پر حجاب کفارہ
ڈالیگا اِس ۳۲ زبور مذکور کی تفسیر رومیونکے خط کے ۴ باب ۲ پچھلی آیتوں میں
تفصیلوار پائی جاتی ہی جس مقام سے گناہ کے نامحسوب ہونیکا راز ایسی قوی اور
قطعی دلیلوں سے ثابت ہوگیا کہ لاکھوں خدا کے بندے وہاں سے مغفرت

اور کفارہ گناہ کی کیفیت حال سیکھکر اِسکے تیقن کے اِتمام سے مستفیض ہوگئے اور فرزندیت
اور روح آزادگی کے درجہ تک سرفراز اور ممتاز ہوگئے +

گناہ اور توبہ کی بابت یہہ ایک اَور بھی عمدہ وزنی تعلیم مزامیر داؤد سے
ہر خداترس شخص کو حاصل ہوگئی اور دلپر نقش ہونیکی قابل ہی۔ یعنی یہہ کہ شکستہ دل کی
مرمت اور بحالی اور دلی خُبث و نجاست کا تصفیہ صرف خدا کی روح حق کی شناخت
اور صنعت ہی چنانچہ نو مخلوق کرنے کی راہ سے اِنقلاب قلب بخشنا صرف اُسیکا کارخانہ
ہی۔ چنانچہ ۵۱ زبور کی ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ آیتوں میں بیان ہی۔ کہ ای خدا میرے اندر ایک
پاکدل خلق کر اور ایک مستقیم روح ازسرنو میرے باطن میں ڈال۔ مجھے اپنے حضور سے
مت خارج کر اور اپنی روح قدس کو مجھہ سے نہ نکال۔ اپنی نجات کی شادمانی مجھہ کو
پھر عنایت کر اور اپنی آزاد روح سے مجھہ کو سنبھال۔ اور ۱۹ زبور کے اندر حضرت داؤد
اِسی نئی خلقت کا باعث اور آلہ مُعین توریت کی تدریس کو بتلاتا ہی۔ چنانچہ وہ مرد خدا
اِس موقع پر توریت کی تعلیم کے فوائد میں یہہ عمدہ فائدہ بتلاتا ہی کہ گناہ خفیہ خواہ ذاتیہ
اور جوہریہ ہو خواہ عملی ہو توریت کی عبرتوں اور نصیحتوں سے علانیہ ظاہر ہوکر کریہہ
و قبیح معلوم ہوتا ہی۔ اور اِس شر کی اصل بیحجاب اور نمایاں ہونے سے خوف
بھی پیدا ہوتا ہی۔ اور بجز خدا کی حمایت اور دستگیری پر بھروسا کرنے کے ایک
علاج شافی باقی چھوڑا گیا ہی۔ اِسکے سوائے تیرا بندہ اُس سے تادیب (یعنی کلمات
الٰہی سے) تادیب پاتا ہی اپنے گناہونکو کون جان سکتا ہی۔ تو مجھہ کو گناہ پنہانی

سے پاک کر اپنے بندے کو قصد کے گناہوں سے محفوظ رکھہ انہیں مجھہ پر غالب
نہ ہونے دے تب میں بے عیب ہونگا - اور مہلک گناہ سے پاک ہو جاؤنگا - کتب
سماوی کی اس امر پر متفق گواہی ہی کہ وہ تخم جو حیات جدید اور خلقت ثانی کی اصل ہی سو
یہی خدا کا کلام ہی - چنانچہ ۱۱۹ زبور کی ۵۰ ا اور ۹۳ آیتوں میں یوں منقول ہی کہ یہہ میرے
دُکھہ میں میری تسلّی ہی کہ تیرا سخن مجھے جان بخشتا ہی - میں تیرے کلام کو کبھی فراموش
نہ کرونگا کہ تو نے اُسکے وسیلہ سے مجھے حیات بخشی ہی - جس بات میں پوری مطابقت
اِس قول تمثیلی خداوند مسیح کے ساتھہ ہی متی کی انجیل ۱۳ باب ۳۷ و ۳۸ آیت -
اچھے بیج کا بونیوالا ابن آدم ہی اچھے بیج اِس بادشاہت کے فرزند ہیں وغیرہ *

پھر یہہ اور بھی نصیحت آمیز تعلیم و تلقین حضرت داؤد کے نوشتوں سے ملتی ہی کہ
وہ اپنے گناہوں کی کچھہ تصغیر اور تخفیف اور تلیین نہیں کرتا اُسکو بغفلت و غلطی
و لغزش وغیرہ کے مسمّیٰ نہیں کرتا - مگر اُسکے منبع اور چشمہ کو اصل طبیعت اور سر رشتہ
بتلاتا ہی - اور نہ اُنکو اِنسان کی میزان کاذب اور ترازوئے دغاباز پر تولتا ہی پر خدا تعالےٰ
کی ترازوئے راست اور صادق پر تولکر اُسے نہایت گراں و سنجیدہ کہتا ہی - دیکھو
۱۴۳ زبور کی ۳ آیت ۱۱۹ زبور ۹۶ آیت میں اِس میزان حقیقی کی تکمیل اور وقعت
اور صحت تمام پر کیسی صاف دلیل اور شہادت دی جاتی ہی - اور اپنے بندے
کو اپنے ساتھہ عدالت میں نہ لا کیونکہ کوئی اِنسان اور جاندار تیرے حضور نہیں
ٹھہر سکتا - میں نے ہر ایک کمال کی تمامیت دیکھی لیکن تیرے حکم نہایت وسیع ہیں -

اور اِس میزان الٰہی کی وقعت کے سوائے چشم الٰہی کی تیز بینی اور وقعت بصارت اور نظارۂ حقیقت کی حیرت انگیز صفائی فصاحت سے بیان کرتا ہی - کہ اُس کے وجود ظاہری اور باطنی کے ذرّات اور نکات اور دقایق اور عمایق اِس ہمہ بین اور ہمہ دان خالق و مالک کے آگے ہر وقت اور ہر جا سب ننگے اور بے پردہ کھُلے رہتے ہیں - جس جہت سے وہ آپکو غایت تک سراسیمہ اور پریشان خاطر دکھائی دیتا ہی اور عزم و جزم و قصد مصمّم اور ہر ایک شر و شرارت اور شریر سے کینہ وری اور عداوت کلّیہ کا اپنے خدا کی حضور میں قول قرار دیتا ہی - اور عین صدق دل اور خلوص خاطر کی یہہ علامت ظاہر کرتا ہی کہ اپنی ہی تمیز سے تفتیش باطنی کے حاصلات کافی و وافی نہ جانکر اپنے خدا سے عرض کرتا ہی عجز و فقر حقیقی کی راہ سے کہ بار خدایا مجھے آزما اور میرے دل کو جان مجھے تاڑ اور میرے اندیشے کو پہچان - دیکھہ کیا مجھہ میں کسی طرح کی خباثت ہی یا نہیں مجھہ کو اچھی راہ پر چلا - پس یہہ تعلیم شاذ و نادر ہی صرف اُنہیں نبیوں میں جو روح وحی سے مستفیض ہوئے مشترک ہی اور اُنہیں کے ساتھہ مخصوص ہی اور یہہ بھی یقین ہی کہ جن جن اشخاص کو اِس تباہ حالی ذاتیہ اور جوہریہ کی بیشعوری اور نافہمی ہی تو نجات الٰہی کی تدبیر اور وسایل معیّنہ اچھی طرح سمجھنے اور پہچاننے کی قابلیت حقیقی اور دائمی نہیں ہوسکتی - از آں جہت کہ من تدابیر بالا ایک یہہ بھی تدبیر ہی کہ حضرت الیاس اور حضرت یوحنا مسمّی بہ بپتسما دہندہ کی وہ منادی دلتراش اور قلب شکن جس سے غافلوں اور سُست دلوں کے لئے

تنبیہہ اور ترغیب توبہ کاری کی طرف ہی۔ سو خداوند کی بشارت فضل کی پیش دوی اور پیش قدمی کرتی ہی۔ جس امر کا بیان اِنشا اللہ آگے بمزید تفصیل ہوگا بالفعل اِسبات کے ثبوت میں صلاح ہی کہ بعض خیالات اور تعلیمات اِنتخاب کروں اُن حقایق مختلفہ اور متعددہ میں سے جو گناہ کے باب میں حضرت داؤد کی زبوروں میں مسطور ہیں *

اوّلاً بعض زبور گویا صورتاً وتشبیہاً مرثیوں کی مانند ہیں جن میں کُل آدم زاد کی ذلّت اور زبونی اور حماقت اور خصوصاً اِس جہان کے منازل اور مراتب والوں اور شریفوں اور نام والوں کی خودی اور نفس پروری اور حُبّ دنیا اور خوشمزاجی اِسطرح معیوب اور مکروہ ہوتی ہیں کہ ببداہت عقل صورت اور حقیقت حال سے صاف معلوم وظاہر ہی۔ کہ اپنے یا اپنے قبایل اور ناطے رشتہ والوں کے لئے ایسا کفارہ میسر کرنا جو خطا کے عوض گذرانا جاوے اور جو تصدیق اور تقبّل کا باعث اور ورثہ حیات ابدی پر دعوے کرنیکا صحیح موجب ہو بالکل محال ہی اور ایسی سب اُمیدیں بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔ بسبب اِسبات کے کہ جان اِنسانکی نہایت بیش بہا اور گراں قیمت ہی اور اُسکا فدیہ لاحساب ہی (۴۹ زبور ۸ و ۹ آیت) اُن میں سے کسی کی مجال نہیں کہ اپنے بھائی کو چھڑاوے یا اُسکا کفارہ خدا کو دے کہ جانکا فدیہ بھاری ہی یہہ ابد تک ادا نہ ہوگا۔ پس اصل مضمون اِس زبور کا صاف ہی کہ کُل آدم زاد بُطلان اور خطا کے زندان میں اِسقدر مقید ہیں کہ کلید اُمید سے اِس زندان کا حل اقفال کرنا خلاف قیاس اور خلاف تجربہ ہی تو آدم زاد کا حال یہہ ہی کہ ثواب

وفخر کے احاطے سے ابدالاباد تک محروم ومایوس ہوکر احاطۂ فضل اور عاجزی کو
غنیمت جانکر اُس میں مداخلت ہونے کی معروض ممنت کرے یہی چارہ وعلاج واحد
ومجرد باقی رہا۔ چنانچہ اسی زبور کی ۱۵ آیت میں لکھاہی لیکن خدا میری جان پاتال
کے قابو سے فدیہ کریگا کہ وہ مجھے اپنے پاس رکھیگا یعنی خدا آپ ہی فدیہ اور کفارہ
میسر کرتاہی۔ اور پھر بھی پوچھنا واجب ہی کہ وہ فدیہ اور کفارہ جو آدم کی نسل مجرد سے
نہ ہوسکا اور خدا کی قضا اور عین فضل سے مقدر اور مقرر تھا سو کون ہی مگر وہ کفارہ اور
فدیہ قدیم جسپر نبیوں اور رسولوں کی پوری موافقت اور مرافقت تھی۔ بموجب اس
قول الٰہی کے جو رسولوں کے اعمال کے ۱۰ باب کی ۴۳ آیت میں ہی سب نبی اسپر
گواہی دیتے ہیں کہ جو کوئی اُسپر ایمان لاوے اُسکے نام سے اپنے گناہونکی معافی پاوے
بلاشبہہ اُن سب اور اُنکی مانند اور سب نقلی دلیلونکو بنظر عدل وتمیز دیکھنے سے صرف
ایک ہی نتیجہ نکلتا ہی کہ جب چاروں طرفونکا مدنظر محض گھنے گھنے بادلوں اور ظلمات
کی جھومتی ہوئی سیاہی ہی تو عالم بالا اور درگاہ خدا پر سے ایک ستارۂ صبح یعنی فضل الٰہی
کا عہد ومیثاق سلف اپنی شعاعوں کا فرحت انگیز نور طلوع کراتاہی۔ اُسی ستارہ کی
طرف وہ خدا کا بندہ نگاہ کرکے سوال کرتاہی ۷۴ زبور ۲۰ آیت ۔ اپنے عہد کی طرف
متوجہ ہو کہ زمین کے سارے اندھیرے مکان ظلم کے مسکن ہوگئے ۔ اور اِس اپنے
سوال کا جواب ۸۹ زبور کی ۳۴ آیت سے پکڑتاہی کہ میں عہد شکنی نہ کرونگا اور اُس
سخن کو جو میری زبان سے نکلاہی نہ بدلونگا۔ میں نے ایکبار اپنی قدوسی کی قسم

کھائی میں داؤد سے جھوٹھہ نہ بولونگا۔ پھر ۷۵ زبور کی ۳ آیت میں لکھا ہی کہ زمین اور
اُسکے سارے بسنیوالے پگھل گئے ہیں اور میں اُسکے ستونونکو سنبھالتا ہوں +

ثانیاً کیفیت اور حقیقت گناہ کی بابت یہہ تعلیم زبوری کے مبدء احوال سے ہی کہ نہ صرف وہ قوم جو حد شرع اور قید سنت سے خارج ہی بلکہ خاص اہل شرع اور اہل سنت بھی درگاہ خدا میں مُلزم اور قہر ربانی کے مستحق ہیں۔ اور باوجود اِس بات کے کہ اہل سنت اِس تعلیم دل شکن کو نہایت مکروہ جانتے تھے یہانتک کہ اُس کی برداشت کے قابل نہ تھے تاہم جیسا کتب انبیاء سلف ویسا ہی زبوروں میں سخت ترین سرزنشیں اور عتاب اور حشم نمائی کی باتیں اُن اہل شرع کے ساتھہ جو مسمّی بشہر امین اور خدا کے فرزند عزیز اور نخست زادے تھے مخصوص پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ۹۰ زبور میں جسکے سرنامہ سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ محققین یہود نے اِسکا مصنف حضرت موسیٰ کو بتایا ہی۔ وہ مرد خدا ایک مرض مُہلک اور آفت شدید کا اشارتاً بیان کرتا ہی جسکے صدمے سے ہر عمر اور ہر رُتبہ کے ہزارہا یہود جیسے مرغزار کے پھول بادسموم کے مقابل ناگہاں پژمردہ گرتے ہیں۔ ویسے ہی ملک الموت کے نفخ قاتل سے میدان میں مرے پڑے تھے۔ پھر اِس سخت آفت میں قہر اُس بادشاہ اور منصف تعالیٰ کی صاف علامات پہچاننے کی تلخ اور تُرش ندامت کی باتوں میں اپنے اور اپنی قوموں کے گناہونکا مقر ہی اور گویا اپنے جگر کا خون بُوند بُوند بہاتا ہی۔ ۹۰ زبور ۸ و ۱۱ و ۱۲ آیات

هم تیرے قہر سے فنا ہوگئے اور تیرے غضب سے پریشان ہوئے۔ تونے ہماری

بدکاریاں اپنے آگے رکھیں اور ہمارے پنہانی گناہ اپنے چہرہ کی روشنی میں کہ ہماری
ساری عمر تیرے قہر میں گذری اور ہمارے برس یوں بسر ہو گئے۔ جیسے ایک قصہ جو
کہا گیا تیرے قہر کی شدّت کا جاننیوالا کون ہی اور تیرے غضب کے موافق کون خدا ترس
ہی۔ ہمیں ہماری عمر کے دن گِننے سکھا ایسا کہ ہم دانا دل حاصل کریں۔ اِس کلام میں
وہ مردِ خدا اِتنا بعید ہی اِس خواہش سے کہ اپنی سیاہی پر روغن لگاوے اور شرّ
موروثی اور عملی سے چشم پوشی کرے کہ وہ عین اِسی بات پر معروض و منّت کرتا ہی کہ
جس قہر سے ہم آفت زدہ اور زحمت آلودہ ہیں اُسکی کبریائی اور ہیبت ناکی کی مقدار
کو جانیں۔ تا آنکہ چند روزہ اِنسانی عمر کے خشک ویران دشت سے بدست توبہ کاری
وایمانداری فہمید اور حکمت کی فصل کاٹیں ✣

قابلِ غور و لحاظ ہی کہ کیسی عاجزی اور اِنکسار سے اِس برگزیدہ قوم کے لئے جو
خواص من النّاس کہلاتے تھے اِستغفار کرتا ہی۔ اور بعد ازاں کُل آدم زاد کی حالت
عامہ کی طرف اشارہ اور ایما کرکے پُشت در پُشت کے تسلسل کے فنا و زوال سے
اور خصوصاً اُنکی عبرت نمائی سے جو ناگہانی ضرب الموت سے اجل گرفتہ ہو گئے تھے۔
یہہ نتیجہ حاصل کرتا ہی کہ خدائے راست اور قادر نے اُنکی بدفعلیوں بلکہ دل کی گمراہیوں
کو جو مخفی تھیں اپنے چہرہ کے جلوۂ براق اور اَبیض کے روبرو رکھا تھا۔ آخر کو دست بستہ
اور سر بگریبان ہو کر خدا تعالیٰ کے فضل و رحم کی درخواست کرتا ہی۔ اور اِس قادرِ مطلق
کے افعالوں اور اعمالوں کا کشف راز مانگ کر صرف اِنہیں کی خاطر اپنے عملوں کی

قبولیت اور منظوری کا سائل ہوتا ہی - اور بلاشبہ عین انجیل اور ایمان انجیلی کی اصل رونق یہی ہی کہ اپنے ثواب اور جائے تفخر کو ہیچ جانکر اور اپنی اصل نسل کی اور اپنے علم وعمل کی تفضیلات کو ناقص اور معیوب جانکر اپنی اُمید کا اقرار اور اپنے کمال بھروسے کا موجب و باعث صرف خداہی کے عمل سے دستیاب کریں +

ثالثاً جاننا چاہیئے کہ اِس کتاب سماوی میں نہ صرف خاص قوم اور برگزیدہ اُمت یہود کی شتر وضلالت سے معیوب اور مذموم ہوتی ہی بلکہ اِسی اُمت برگزیدہ کے درمیان جو شخص حق اور عدالت کی میزان کے موکّل ہوگئے تھے - اور مسکینوں اور مظلوموں کی دادرسی اُنکے عہدے کا ذمہ تھی اُنکا بیان بھی ۸۲ زبور میں ہی کہ وے ظلمات میں آوارہ گمراہ پھرتے رہتے ہیں اور قسم قسم کی بیوفائی اور خیانت اور زمانہ سازی کے سبب خدا سے مردود اور اُسکے عتاب وعقاب وانتقام کے سزاوار ٹھہرتے ہیں - اور ہر چند رُکن عالم اور عماد الدولہ اور اساطین الملک وغیرہ کی رونق وخطاب سے بہرہ ور رہیں - بلکہ رب العالمین کے وکیل اور قایم مقام ہونے کے سبب الٰہوں کے خطاب سے مزیّن اور مشرّف ہوگئے ہیں - اور اُنکی مجلس شرف میں گویا پیشوا اور میر مجلس خدا تعالیٰ آپ ہی ہی تاہم وے ارکان دولت آپ ہی متزلزل ہوگئے ہیں - بہ آنقدر کہ قاضی ومفتی ومنصف و باقی مسند نشین رو داری اور کذب اور رشوت خواری سے متنفر نہیں ہیں - چنانچہ ملک گیری اور ربط وانتظام بلاد میں خلل آگیا ہی - چنانچہ جب اشرافوں اور خواصوںکا احوال اِسقدر بدتر ہوگیا ہی تو بطریق

اولی رعیت وعوام مضطرب و پریشان ہوگئے - اور گویا زمین کے اسفل کی بنیادیں درہم وبرہم ہوگئیں - اور جس حال میں کہ حق اور عدل قریب ہی کہ ظالموں کے غنایم اور لوٹ کا مال ہوجائیں تو کیا علاج اِس حال میں باقی ہی مگر وہی سوال و دُعا کہ پاک نبی اور اُسکے ہمدل رفیقونکی زبان سے نکلا ہی - ۸۲ زبور ۶ و ۷ و ۸ آیات - وے نہیں جانتے اور وے سمجھینگے نہیں زمین کی ساری بنیادیں جنبش کھاتی ہیں - میں نے تو کہا کہ تم سب الٰہ ہو اور ہر ایک تم میں سے حق تعالیٰ کا فرزند ہی - پر تم عام بشر کیطرح مروگے اور شہزادوں میں سے ایک کی مانند گرجاؤگے - اے خدا اُٹھہ تو آپ ہی زمین کی عدالت کر کہ تو ساری اُمّتوں کو اپنی میراث کرلیگا - اور جواب اِس سوال کا صاف وصریح ۵، ۷ زبور کی دو پچھلی آیتوں میں میسّر ہوتا ہی میں آپ ہی سمعا اور وقت موکد لیکر بطور عدالت کے فیصلہ کرونگا - پس ہم سوال کرتے ہیں کہ زمین کی عدالتیں کرنیوالا اور اُسے اپنے قبضہ اور میراث میں لانیوالا کون ہی مگر وہ جو آپ ہی کلمۃ اللہ ہو کر اپنی بابت تیقن اور اختیار الٰہی سے فرماتا ہی - کیونکہ باپ کسی شخص کی عدالت نہیں کرتا بلکہ ساری عدالت اُس نے بیٹے کو سونپ دی ہی +

رابعًا اِس فساد اور ضلالت عامہ وکلّیہ کی اِس سے کون اقوی اور اکمل دلیل ہوسکتی کہ پاک نبی آپ ہی کو اور ضمنًا اپنے سب ہم وزنوں اور ہم رتبوں یعنی انبیا اور رسولونکو بھی اِس شکستہ اور تباہ حالی میں شامل حال بتلاتا ہی - اور تمام عاجزی اور غمخواری سے بحضور خدا تعالی اندرونی خبث اور گندگی کا مقر ہوتا ہی -

اور اُس اہل جہل کی پوری ممانعت اور مرافعت کرتا ہی کہ جس کی رائے اور دانست میں انبیا ہو اولیا شریف گناہ کی ہر صورت کی قباحت سے مبرا و معصوم ہیں۔ حالانکہ گناہ سے تزکیہ اور تبریہ کا کوئی نبی یا پیغمبر کسی صحیفے مقدس میں ہرگز داعی نہیں ہوتا ہی۔ کسی کی زبان پر یہہ کبر و فخر خواب تک بھی نہیں آیا۔ چنانچہ یہہ رُتبہ بریت اور معصومیت کا کلمۃ اللہ یعنی خداوند مسیح کے ساتھہ مخصوص جسم اور روح میں ہی۔ اِس امر میں نبی مبارک کی گواہی پر قدرے لحاظ کرنا چاہیئے کہ دیکھہ میں نے بُرائی ہی میں صورت پکڑی اور گناہ کے ساتھہ میری ماں نے رحم میں لیا۔ دیکھہ تو اندر کی سچائی چاہتا ہی سو باطن میں مجھہ کو دانائی سکھا۔ زوفا سے مجھہ کو پاک کر کہ میں صاف ہو جاؤں مجھہ کو دھو کہ میں برف سے زیادہ سفید ہو جاؤں۔ اے خدا میرے اندر ایک پاک دل پیدا کر اور ایک سیدھی روح میرے باطن میں پھر ڈال۔ ۵۱ زبور ۵-۷ و ۱۰ آیات +

اِن آیات بالا سے واضح و لائح ہی کہ پاک حضرت یہہ بات کافی و وافی نہیں جانتا کہ نقص قلیل اور لغزش صغیر کا مقرّ اور مستغفر ہو اور راہ حق کے تجاوزات کو ضعف بشریّہ پر یا شیاطین کے بغض و مکر پر اطلاق کرے اور نہ یہہ کہتا ہی کہ اتفاقاً یا سہواً یا کرہاً و جبراً میں اِس جُرم کا مرتکب ہو گیا تھا۔ بلکہ اِس گناہ کی بیخ و بُن تک جو گناہ موروثی ہیں کھود کھود کر اِس ضیا شمس اللہ کے مقابل خارج و عُریان کرتا تھا تاکہ نہ شاخ بشاخ پر حتّی المقدور اصل و بیخ تورات ربّانی کی کُلہاڑی سے

اُسے کاٹ ڈالے ۔ اور اِسیطرح وہ اعمال بد وکریہہ جو اِس اصل سے مشتق اور نشو و نما ہو گئے ہیں بلادریغ مغلوب اور زیر پا کرے ۔ اور نہایت بعید ہی ایسے قیاس سے کہ کلمہ استغفار پڑھنا بمقام کمال صدق دلی اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور کفارہ مقررہ کی کافی ومقبول ٹھہریگا ۔ برعکس اسبات کے تمام عاجزی اور منّت سے درخواست اور اقتضا کرتا ہی شکستہ دلی اور روح جدید کا اور باطن راست کا اور اِس یقین میں تمام قائم ومستقر ہی ۔ کہ یہہ سب فوائد وغنائم صرف روح حق کے توسّل سے اور اُس کی حضوری اور حلول سے حاصل ہوسکتے ہیں ۔ اور بدل وجان اِس بات کا قائل بھی ہی کہ جتنے رنجوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہو گیا ہوں اُن میں ہر واحد کا میں نہایت مستحق اور سزاوار ہوں ۔ تو ای خدا راست ہی میں اور میری قوم خطاکار ہیں ۔ کثرت گناہ سے کثرت شدائد بڑھکر ہیں ۔ لہذا اِن سب عقلی اور نقلی دلیلوں سے ظاہر و روشن ہی کہ مزامیر داؤدی کے اصل مضمون اور مفہوم میں یہہ بھی داخل ہی کہ جمیع النّاس عوام و خواص حق تعالیٰ کے حضور میں گناہ ہونکے زندان میں محبوس اور گناہ میں مولود بھی ہیں ۔ اور عمل وعادت سے بھی ابناء قہر وغضب ہیں اور اِس تعالیٰ کے فضل ولطف سے عاجز اور خصوصاً اُس عہد قدیمی سے جو فضل الٰہی کا گنج مستور اور متعین ہی بغایت تمام حاجتمند ہیں ۔ وہ باریتعالیٰ ہم سبھوں پر عنایت کرے کہ اُسکی شرع کے تلخ پیالے کو پینے سے ہمیں کچھہ عذر نہ ہو بلکہ رضامندی اور خوشنودی ہو ۔ تاکہ تلخی کے بعد اُسکے فضل کے شیریں پیالے کے پینے کے لایق اور مستحق گنے جاویں آمین ✣

باب چہارم

در بیان آں مخلص عالمین وسلطان السلاطین کہ از نسل داؤدی مجسم شدنی بود

جتنے اصحاب کلام اللہ کے بصدق دل خوانندے ہیں انہیں یاد ہوگا کہ حضرت داؤد نے بعد ازآں کہ باہر کے جنگ وجدال ویلغاروں سے اور اندر کے فتنہ وفساد سے مہلت وفراغت پاکر تخت موعود اسرائیل پر قیام وقرار پکڑا۔ تو اس مرد خدا کے دل میں یہہ اشتیاق اور آرزو پیدا ہوئی کہ خداوند اپنے خدا کی عبادت عامہ کے لئے اور اُن رسومات اور فرایض کے جو خدا ترس لوگوں پر لازم ہیں بجا لانے اور ادا کرنے کے لئے ایک ایسا گھر تعمیر کراوے جسکا جمال ورونق وزیبایش کُل عالم میں معروف ومحمود وستودہ ہو۔ اور یہہ بھی کہ وہ ہیکل یادداشت وشہادت کا وسیلہ اور شکرانہ کی علامت ہو جسکے ذریعہ سے اسرائیل پُشت در پُشت اِسبات کا اقرار اور اعتراف کریں کہ ایفاء عہد اور افاضت کرم وفضل بیقیاس سے ہم اپنے خدا کے نہایت احسان مند اور مرہون منت ہیں۔ اور ہرچند کہ وہ مراد بادشاہ کریم الشان کی بالفعل بر نہ آنے پائی اور اس مقدس کی بناڈالنی پاک حضرت کو ممنوع تھی یعنی اُس کی درخواست وسوال کا حرف وظاہر منظور نہ تھا پر توبھی اِس سوال کے معنی بفیاضی واز دیا دی تمام قبول ہوگئے۔ ازآنرو کہ اُس کی نسل میں سے ایک شہزادہ کا تولد

اور اُسکی ملکوت کی مداومت اور برقراری اور اُسکی شان کی عظمت وعلویت کا قول
واقرار تخت ایزد تعالیٰ سے صادر ہوا - کہ وہ ولد داؤد خدا کے گھر میں مشرف ہوگا
اور وہ بجائے جنگی اوزاروں اور خونریزی اور عالمگیری کی صلح اور حلم و محبت کا جھنڈا
کھڑا کرکے دور و قریب کی مملکتوں کو اپنی طرف رجوع کرکے اُنہیں ملک میں ملا لیگا بلکہ وے
سب خود اختیاری اور بڑی رضامندی سے اُسکے حلقۂ بگوش ہو جائینگے - جیسے
سموئیل کی ۲ کتاب کے ۷ باب ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ اور ۷۲ زبور کی ۹ و ۱۰ و ۱۱ آیات
سے ثابت و معلوم ہوتا ہے - اور جبکہ تیرے دن پورے ہونگے تو میں تیرے تخم کو برپا
کرونگا اور اُسکی سلطنت کو قایم کرونگا وہی میرے نام کا ایک گھر بناویگا - اور میں اُسکی
سلطنت کا تخت ابد تک قایم کرونگا میں اُسکا باپ ہونگا اور وہ میرا بیٹا ہوگا - سمندر
سے سمندر تک اور دریا سے انتہاء زمین تک سب پر اُسکا حکم ہوگا وے جو
بیابان کے باشندے ہیں اُسکے سامھنے جھکینگے اور اُسکے دشمن مٹی چاٹینگے -
سارے بادشاہ اُسکے حضور سجدہ کرینگے اور ساری گروہیں اُسکی خدمتگذاری کرینگی *

اِس امر میں اگر شاید کوئی صاحب ذہن و تمیز کہے کہ لابد ایک مصداق عمدہ
اِس پیشخبری کا حضرت سلیمان ہی تو ہم بھی بسر و چشم اُسکی رائے پر ہیں - پر اگر شاید
وہ یہہ اور بھی کہے کہ اِس وعدے کی کُل کیفیت ہم لفظ و ہم معنی حضرت سلیمان
سے پوری موافقت و متابعت رکھتی ہے - غیر ازآں کوئی دوسرا مصداق لازم و
ضرور نہیں یا اگر مقتضائے عدل و انصاف سے منحرف ہوکر خداوند مسیح کے

سوائے کسی دوسرے کو اِس وعدے کا عمدہ مصداق جانے معاذاللہ حاشا وکلاّ کہ ہم اُسکی رائے کے متفق ہو جائیں ✣

اوّلاً اِس سبب سے کہ خط عبرانیوں کے مصنّف اِلہامی نے معروفاً اِس وعدے کے عین تلفظ کو خداوند مسیح پر محمول کیا ہی ا باب ۵ و ۶ آیت - کیونکہ اُسنے فرشتوں میں سے کسکو کبھی کہا کہ تو میرا بیٹا ہی میں نے آجکے دن تجھہ کو مولود کیا ہی اور پھر یہہ کہ میں اُسکا باپ ہونگا اور وہ میرا بیٹا ہوگا ✣

ثانیاً خداوند ہی کی شہادت سنجیدہ اور دلسوز جو اپنے اختتام مکاشفات میں یعنی کلام اللہ کی آخر آیات میں اپنی شان حقیقی کے حق میں فرمائی یعنی مکاشفات ۲۲ باب ۱۶ آیت میں داؤد کی اصل نسل اور صبح کا نورانی ستارہ ہوں - جو باقی سبب اور موجب غیراز مسیح کسی دوسرے مصداق اعلیٰ کے مانع ہیں وے سب کے سب ۸۹ زبور کی تفسیر میں ذیل میں پیش کئے جائینگے - چنانچہ اِس شہنشاہ کے تولد اور اُسکی سلطنت کے خواص اور علامات ہر چند کہ سموئیل کے ۲ صحیفہ میں اِجمالاً مسطور ہوتی ہیں پر اِس ۸۹ زبور میں تفصیل و بساطت سے نمایاں و معروف ہوتی ہیں - چنانچہ مشہور ہی کہ تصویر کلاں میں تصویر خورد کی نسبت علامات قیافہ زیادہ بہ آسانی اور بصفائی عمدہ پہچانی جاتی ہیں - اِسیطرح ۸۹ زبور کے اشارات اور عبارات کو حضرت سموئیل کی نبوّت بالا کے ساتھہ مقابلہ کرنے سے معلوم و مفہوم ہوگا کہ وہ نبوّت اگرچہ بلحاظ سطح و صورت حرف ظاہری کے جزئیۃً ابن داؤد سلیمان

کی طرف بکمال وجوب عائد ہوتی ہی۔ لیکن تاہم جو اصحاب تمیز اُسکی کلّیت اور بطن پر ذرا غور کریں اور یہود و نصاریٰ کی جماعت عامہ کی گواہی متفق پر التفات کریں تو یقین ہوگا کہ کلیتہً مضمون اِس نبوّت کا حضرت سلیمان کی نسبت ایک افضل اور بزرگتر شخص کا مستلزم ہی اور بہ نسبت اُنکے جہانی بادشاہ ہونکے اکمل اوصاف کا مقتضی ہی۔ ہاں صاحبو یقین ہی کہ اِس نبوّت کے کھیت میں ایک گنج دفینہ بیش قدر مخفی ہی اور ظاہری حرف میں ایک راز و رمز ہی جس سے خود مسیح ہی کا مقولہ متفق ہی کہ یہاں سلیمان سے ایک بزرگتر موجود ہی۔ سوچنا چاہیے کہ انبیاء قدیم اِس مضمون کی نسبت کسی دوسرے مضمون کے بیان میں زیادہ فصاحت و بلاغت سے نہیں بولتے۔ از آنرو کہ اِس اصل و نسل داؤدی عظیم الشّان کی اِنتظاری کو کم ہمّت و دلگیر کی عین تسلّی و تشفّی کا باعث بتلاتے ہیں۔ مثلاً حضرت یرمیاہ اِنہیں ایام کے اِظہار اور اِشتہار کی راہ سے یوں فرماتے ہیں کہ اُن دنوں میں داؤد کی صداقت کی اصل جماؤنگا اور وہ سرزمین میں صداقت و عدالت سے عمل کریگا اُن دنوں میں یہودا نجات پاویگا اور یروسلم سلامتی سے سکونت کریگا اور اُسکا یہہ نام کہلایا جائیگا خداوند ہماری صداقت ۲۳ باب ۱۵ و ۱۶۔ اور پھر حزقیل ۳۴ باب ۲۳ و ۲۴ آیات میں مرقوم ہی اور میں اُن کے لئے ایک چوپان مقرّر کرونگا اور وہ اُنکو چراویگا یعنی میرا بندہ داؤد اور میں خداوند اُنکا خدا ہونگا اور میرا بندہ داؤد اُن میں سردار ہوگا مجھہ کو خداوند نے یوں کہا ہی +

ایک اَور بات غور و لحاظ کے قابل ہی کہ جتنی پیشین گوئیاں حضرت داؤد پر

نازل وصادر ہوئی تھیں کہ اُن سے مراد وہ ولد موعود تھا جس کی سلطنت تمام عالم
میں منتشر ہونیوالی تھی اُن نبوتوں کا مجموعہ داؤد کی یقینوں رحمتوں یا داؤد کے
لطفہائے امین سے (اصل زبان یعنی عبرانی میں حسدی داوید حینُمانیم
سے) خطاب کیا گیا ہی - یہہ عبارت خاص اصطلاحی ہی اور اُس وعدہ اور میثاق
سے مقیّد ہی جسکا مصداق وہ اصل ونسل موعود ہی یعنی خداوند مسیح - اور اِس عبارت
کا منشا صاف وصریح ہی کہ بالاختصاص یہہ دو اوصاف خدائے قادر مطلق کے
یعنی لطف ورحمت واَمانت اِس وعدہ کے اِیفا اور اتمام کے گویا ذمّہ دار ہیں اور
اِس امر میں بطور ضمانت کے مقیّد ہیں تا آنقدر کہ اگر اِس عہد ومیثاق کے اِیفا میں
کچھہ نقص یا قصور پڑیگا تو ربّ تعالیٰ کے اُن اوصاف میں ضرور خلل آویگا - اور
یہہ امر قابل غور ہی کہ کُل کتب مقدّسہ میں کوئی دوسرا میثاق معروف نہیں ہی کہ جسکی
دوام اور ابدیت پر اسماء اور اوصاف پاک خدا کے مرہون ہیں بجز اِس میثاق کے
جسکے وعدونکا مجمع اور ماخذ اور مدار مضامین تولّد جسمی اِس اِبن اِبراہیم اور اِبن داؤد
کا ہی جس میں یہہ دو صفات الٰہی گویا جسم اِنسانی میں صورت پذیر ہو گئے ہیں - اور
وہ عبارت اصطلاحی فی التحقیق سات مرتبہ اِس زبور میں پڑھی جاتی ہی یہہ بات اُنکو
صاف معلوم ہوگی جو اصل متن سے واقف ہیں - ہر چند کہ ترجمے کے لفظوں میں یہہ قوی
اور وزنی دلیل مفقود ہی - یہہ مطالب اگرچہ سفاہت والونکو ذرا دقیق اور باریک
معلوم ہوں تو بھی حقیقت میں بہت مفید اور متین ہیں - کیونکہ اُنکا علم کلام الٰہی کی بہت

پیش خبریونکے طور وطریق کا مظہر اور کشاف المشکلات ہی اور اصحاب ایمان اور
اہل فراست کے لئے ضمیر الٰہی کا حجاب کش ہی - جو صاحب اس مزاج کا ہو تو دیکھے
کہ اس زبور کی ۱ و ۲ آیتوں میں یہہ دو صفات کسطرح محمود اور ستودہ ہیں اور پھر
پانچویں آیت میں وے دونوں تو نہیں لیکن ایک ان دونوں میں سے یعنی
حسد اور اُسکے ساتھہ ایک اور بھی صفت الحاق کیجاتی ہی یعنی پیلا جس سے
مراد ہی وہ صفت الٰہی جس سے خوارق عادت اور اُس تعالیٰ کی ماہیت وکمالات
کے غیر معمولی اور نادر ظاہرات اور خصوصاً خدا کے لطف اور رحمت وحکمت
کے وہ ظہور حیرت انگیز جنکا حاصل خلق اللہ کی نجات وسلامت ہی صادر ہوتے ہیں -
اور قابل غور ولحاظ ہی کہ اس نام سے خداوند مسیح بالاختصاص مخاطب یسعیاہ
نبی کے ۹ باب ۶ آیت میں ہی کہ سلطنت اُسکے کندھے پر ہوگی اور وہ اس
نام سے کہلاتا ہی عجیب - عبرانی زبان میں پیلا اور پھر اُسکے بعد مشیر پھر
خدائے قادر اور پھر شہزادہ سلامت - پس اس ۸۹ زبور کی ۵ آیت
سے جو مانند دیباچہ ومقدمہ کی ہی - زبور خوانان اس امر سے مطلع ہو جاتے
ہیں کہ مضمون اس زبور کا اس وزن ووقار کا ہی کہ ساکنان بہشت بھی ساکنان
زمین کے ساتھہ اس سرود پر سرور میں رفیق ہیں اور کہ اس ابن داؤد او شہنشاہ
موعود کی حکمرانی معمولی صورت پر نہیں - پروے علامات وواقعات جو اُسکے
پیش وپس ہونگے ایسے اسرار غیب اور خوارق عادات بھی ہونگے کہ جن سے

لطف اور قدرت الٰہی آشکارا بے نظیر اور بے مثال وضع سے ہونگے - ۸۹ زبور

۵ آیت - اے خدا آسمان تیرے عجایب کا مونکی ستایش کریں مقدّس لوگوں کی

جماعت تیری وفاداری کی بھی ✣

حاصل کلام مضمون اور مفہوم اِس زبور کا کوئی دوسرا نہیں ہو مگر وہ سلامت

جلیل وجمیل جو حضرت اِبراہیم اور داؤد کی ذُرّیت موعود پر صادر ہوکر غیر قوموں کا

نور اور بنی اِسرائیل کا شرف و رونق ہونے کے لئے مقرّر تھا - اِسی زبور کی

۱۵ آیت میں ایسے بادشاہ کی تشبیہہ اور تمثیل نظر آتی ہو کہ وہ حشمت شہنشاہانہ

سے اپنی رعیت کے بعض اسیروں کو ظالموں کے قبضے سے چُھڑانیکے لئے اپنے محل

سے نہضت فرماتا ہی - اور اِس کوچ میں اِسکے پیش رواں اور پیش دواں صدق و عدل

اور رحمت و لطف اور اَمانت و وفا ہیں - اور اُنکے مُنہہ سے گویا تُرئی کی سی

آواز سے مخلصی اور رہائی کا اِشتہار آتا ہی - اِس بلند آواز کے سُننے والوں

اور پہچاننے والوں کے لئے مبارکبادی بھی ہوتی ہی ازآں جہت کہ وے سب

دن بھر بادشاہ عظیم الشّان کے چہرہ کے نور میں چلتے ہیں اور اُسکی قدرت و

صداقت اُنکی وراثت عزیز و فخر کا باعث ہی - تیرے تخت کی بنیاد عدالت و صداقت

ہی - فضل اور وفا تیرے آگے آگے چلتے ہیں - نیکبخت ہی وہ گروہ جو تیری خوش

آوازی کی شناسا ہی - اے خدا وے تیرے چہرہ کے جلوے میں خراماں ہونگے -

تیرا نام لینے سے وے سارے دن خوشوقت رہینگے تیری صداقت سے وے

سربلندی پائینگے - وہ خوش آوازی تُرئی مذکورہ اصل زبان یعنی عبرانی میں وہ **تروعاہ** ہی جسے بنی اسرائیل بموجب شرع موسویہ کے پچاس پچاس برس کے بعد شنوا ہوکر جتنے اُنکے بھائیوں سے غلام وزرخرید ہوگئے تھے اُسی دم آزادگی اور حرّیت کی حالت میں داخل ہوجاتے تھے اور جتنوں نے جاگیر اور جایداد غیر از اصل مالک کسی دوسرے کے ہاتھہ فروخت کی تھی اُسی تروعاہ کے سُنتے ہی اپنے تصرف وتسلّط میں کرلیتے تھے - تو جاننا چاہیے کہ یہہ لفظ تروعاہ اُن اِصطلاحات میں سے ہی جن میں اشارہ صاف ومشہور اِس بشارت اِنجیل سے اور اِس پوری رہائی اور آزادگی مژدہ بخش سے ہی - جو شیطان وگناہ کے جکڑبندوں ومظلوموںکو اِس خداوند مخلص مصلوب کے ذریعہ سے حاصل ووا صل ہی جسکا ایک بیان دلسوز وفرحت اندوز یسعیاہ نبی کے ۵۲ باب ۷ آیت میں سے پڑھنے اور حفظ کرنے کے لایق ملتاہی - کہ پہاڑوں کے اُوپر کیا ہی خوشنما ہی اُسکا قدم جو بشارتیں دیتاہی اور سلامتی کی منادی کرتاہی اور خیریت کی خبر لاتاہی اور نجات کا اِشتہار دیتاہی جو صیہون کو کہتاہی کہ تیرا خدا سلطنت کرتاہی *

ایک اَور مفید اور بھاری تعلیم بھی اِس زبور سے ملتی ہی کہ اگرچہ حضرت سلیمان کی جس حیثیت سے وہ شاہ صلح وسلامت تھا بڑی مطابقت اور مشابہت خداوند مسیح کے ساتھہ تھی - اور عہد ابراہیمی اور داؤدی کی نعمات اور برکات کا ایک وارث حقیقی بلاشبہ وہ بھی تھا تو بھی اِس عہد کا نزول بخصوصیت اِسی پر نہ تھا

بلکہ اُسکے باپ داؤد پر تھا اور اوّل وارث اور بہرہ ور اِس وصیت فضل کا بعد از
خداوند مسیح جو اوّل سے آخر تک اُسکا درمیانی اور اصل و حقیقی مضمون تھا حضرت
داؤد ہی ٹھہرا نہ اُسکا ولد حضرت سلیمان چنانچہ خداوند مسیح باسم داؤد مکرّراً مخاطب
ہی۔ لیکن باسم سلیمان ہرگز نہیں۔ مثلاً ہوشیع نبی کے ۳ باب ۵ آیت میں اِس کی
صاف دلیل ہی کہ بعد اِسکے بنی اِسرائیل پھرینگے اور خداوند اپنے خدا اور داؤد اپنے
بادشاہ کو ڈھونڈھینگے اور بموجب اِس قول کے جبرئیل فرشتے نے حضرت مریم کو
نہ صرف تخت سلیمان پر بلکہ تخت داؤدی پر مسیح کے جلوس کرنے سے مطلع کیا
لوقا ۱ باب ۳۲ و ۳۳ آیت کہ وہ بزرگ ہوگا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائیگا اور خداوند
خدا اُسکے باپ داؤد کا تخت اُسے دیگا اور اُسکی بادشاہت کا اِنتہا نہ ہوگا۔
اور فرشتہ کریم و جلیل کے پیغام میں عنقریب ۸۹ زبور کی ۲۰ و ۲۱ آیتیں بلفظہ منقول
ہیں کہ میں نے اپنے بندے داؤد کو پایا میں نے اُسے اپنے مقدس تیل سے ممسوح
کیا ہی۔ و ۳۶ و ۳۷ آیات کہ اُسکی نسل ابد تک قایم رہیگی اُسکا تخت میرے آگے
سورج کی مانند ہی وہ چاند کی طرح اور آسمان کے سچّے گواہ کی مانند اُبد تک قایم
رہیگا۔ علیٰ ہذا القیاس خدا کی درگاہ میں فرزندیت اور نخست زادگی کا رُتبہ اور رونق
بعد از مسیح جسکے بغیر فرزندیت حقیقی کے شرف سے خدا کے گھر میں مشرّف ہونا
ناممکن ہی حضرت داؤد کا ورثہ خاص ہی اور لیاقت اور استعداد اِس میراث کی
اُسی کو بخشی گئی ہی نہ حضرت سلیمان کو۔ پر تو بھی اِس اعتبار سے نسل موعود بطور

مشابہت کے وہی تھا تو فرزندیت کا درجہ اُسکو ملا اور مرحمت ہوا پر نخست زادگی
کا درجہ بعد از مسیح صرف حضرت داؤد کو ۔ چنانچہ اسی زبور کی ۲۶ و ۲۷ آیات میں
یہہ راز صاف مبیّن ہی کہ وہ مجھہ سے کہیگا کہ تو میرا باپ میرا خدا اور میری نجات
دینیوالی چٹان ہی میں اُسے اپنا نخست زادہ کرونگا اور زمین کا شہنشاہ بناؤنگا +

اِن آیات بالا سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ زبور نہایت عظیم وزن اور رُتبے کا ہی
اور رمزوں اور اِسراروں سے بھرا ہی اور یقین ہی کہ اِس وعدے اور وثیقے داؤدی
کی کیفیت میں مسیح کی تشبیہات مصفّیٰ اور متعدد روشن ضمیروں کو نظر آتی ہیں +

اوّلاً ثبوت اِس امر کا یہہ ہی کہ داؤد مسیح بھی کہلاتا ہی اور مسیح بھی بارہا داؤد
کہلاتا ہی +

ثانیاً یہہ کہ آغاز اور اِبتدا اِس امر کا داؤد بھی ہی اور مسیح بھی ۔ مسیح تو اصالتاً
اور حقیقتاً اور داؤد مجازاً و عاریتاً یعنی از راہ شرکت فضلیہ ۔ اور اِسی طرح سے
ثالثاً نخست زادہ ذاتیہ اور جوہریہ مسیح ہی لیکن تطابقاً و تشبّہاً حضرت داؤد ہی +

رابعاً علیٰ ہذا الرائے حضرت داؤد اپنے ملک کی سرحدّونکی طویل و بسیط
کرنے میں اور بحر سے بحر تک اپنی حکمرانی کے انتشار اور ترقی کرنے میں اِس
سلطان السّلاطین کا نشان ہی جسکا جلال تمام عالم میں دریائے عظیم کی مانند
پھیلیگا اور جس نے اپنی ہی شان الٰہی کی بابت دست راست تعالیٰ پر صعود
کرتے وقت یہہ شہادت فرمائی کہ ساری قدرت آسمان اور زمین پر مجھے

دیگئی ۔ چنانچہ وہ سلطنت کشادہ وفراخ جو حضرت سلیمان کو دستیاب ہوگئی تو وہ اُن فوجونکی فتوحات پر منحصر تھی جنکا سرلشکر خود داؤد ہی تھا ۔ اور گاہ گاہ اُمرا آزمودہ جنگ جنہوں نے اپنے جان ومال کو اُسکے تخت کے قیام اور اجراء احکام پر نثار کیا تھا ❊

خامسًا ایک اور بڑے امر میں نشان اور مثل خداوند مسیح کی حضرت داؤد میں نظر آتی ہی کہ استقلال واستقامت وثیقہ فضل اس اصل ونسل کے لئے بیقید اور بے شرط اور بالاستقلال نہ تھی ۔ بسبب اسکے کہ داؤد کی اولاد اور ذرّیت کا اس عہد ومیثاق سے عدول کرکے اِنعام موعودہ سے محروم ہونا ممکن تھا پر توبھی نسخ ہونا اِس وعدے کا ناممکن تھا بسبب اُس لطف ورحمت یقین اور امین کے جو مجرّد حضرت داؤد ہی کے دست میں اس عہد کے اِیفا اور تتمیم کے لئے بطریق ضمانت وقبالت دیگئی ۔ جسکا حاصل ونتیجہ یہہ تھا کہ ہرچند اس میثاق کے پورا کرنے کے لئے کچھہ تاخیر ومہلت ہوسکتی تھی پر توبھی مطلقًا نسخ ورد نہ ہوسکا ۔ اگر ہوتا تو اِن صفات الٰہی میں خلل واقع ہوتا پر یہہ باتفاق حکماء وانبیاء محال ہی ۔ اِسیطرح خداوند مسیح کی نسل حقیقی میں سے حقیر ترین احقر کو جو بہ روح وجان وبدن ازراہ حیات جدید خداوند کا وابستہ ہی پوری بیخوفی سے اِس امر کا یقین ہوسکتا ہی کہ مسیح جو اللہ کا ابن وحید اور محبوب ہی ۔ میرے لئے اور اُسکی نسل کی سب اولاد کے لئے اِس عہد کے اِستقرار کا ضامن ہی ۔ ازآں قدر کہ

اِنحلال اِس رشتہ الفت و رابطۂ رحمت کا منافی و خلاف یقین و قیاس ہی ۸۹ زبور
۳۳ آیت باوجود اِسکے اپنا لطف کامل اُس سے بالکل دریغ نہ کرونگا اور اپنی
سچائی کو گھٹنے نہ دونگا +

باوجود اِن دلیلوں کے اگر شاید کوئی معترض ازراہ ضدّیت اِس رائے پر
مستقل ہو کہ یہہ پیشین گوئیاں معروف کسی دوسرے کی طرف عائد و اِطلاق نہیں
ہو سکتیں مگر حضرت داؤد اور سلیمان پر تو اُمید قوی ہی کہ یسعیاہ نبی کے ۵۵ باب
۳ آیت پڑھکر اِس ۸۹ زبور کے مصداق حقیقی یعنی مسیح کا قائل ہو جائیگا - چنانچہ
وہ پاک نبی یسعیاہ جسکا زمانہ تخمیناً ۲۵۰ برس بعد حضرت سلیمان کے تھا اُن نعمات
موعود بہ داؤد کو نہ ماضیات میں گنتا ہی بلکہ امور مستقبلہ میں جیسے لکھا ہی کہ سُنو تاکہ
تمہاری جان زندہ رہے میں تم سے ابدی عہد باندھونگا اور داؤد کی سچی نعمتیں
دونگا - پھر اگر وہ معترض کوئی اَور معنی بنا کر کہے کہ مصداق اِس آیت کے محمد صاحب
ہیں پھر بھی اُمید ہی کہ پولوس کی تفسیر اِلہامی پر غور و تامّل کر کے بلا تعصّب ہاں
بلکہ شکر گذاری سے اِقرار کریگا - کہ لابد اِس عہد کی برکات و انعام موعود کا ضامن
فقط خداوند مسیح ہی ہی - اعمال ۱۳ باب ۳۴ آیت اور اِسکی بابت کہ اُس نے
اُسے مُردوں سے اُٹھایا تاکہ بعد اِسکے موت کے قبضے میں نہ آوے یوں کہا کہ
میں داؤد کی سچائی اور یقینی رحمتیں تمکو دونگا +

دو تین اور موجب ہیں اُس کامل اِتفاق کے جو اہل کُتب اربعہ یعنی اہل

توریت و زبور و انبیا و انجیل میں پایا جاتا ہی کہ غیر از مسیح کوئی دوسرا مصداق اس
امر کا نہیں ہوسکتا - ایک یہہ ہی کہ اس ترو عاہ یعنی اس اشتہار خلاصی کے جو
نتایج اور حاصلات ۱۷ و ۱۸ آیتوں میں بیان ہوتے ہیں وے سب بغیر ظاہری
مبالغہ کے ہاں بلکہ بغیر قباحت کفر کے کسی دوسرے کیطرف منسوب نہیں ہوسکتے
مگر اُس آدم ثانی کی طرف جسکے اینجہانی عمر کے احوال چار انجیلوں کے بیچ گویا نورانی
حروف میں مصوّر اور مبیّن ہوتے ہیں +

صاحبو سُنو کہ اِس اشتہار اور مژدے کے شُنوا اور شناساؤنکو کِن کِن برکتوں
کی تحصیل اِن آیات میں موعود ہی کہ تیرا نام لینے سے وے سارے دن خوشوقت
رہینگے تیری صداقت سے وے بلندی پاوینگے کیونکہ اُنکی توانائی کی شوکت تو ہی
تیری مہربانی سے ہمارے سینگ اُونچے ہونگے +

دوسرا موجب اِس یقین متفق کا کہ اِس زبور کا مدار کلام مسیح پر صادق آتا ہی
کسی دوسرے پر نہیں - سو یہہ ہی کہ زبور کے دیباچہ اور مقدّمہ سے صاف معلوم ہوتا
ہی کہ نادر اور بے معمولی اور اینجہانی واردات مُہم ترین واقعات کا بیان ہونیوالا
ہی اور صرف یہی نہیں بلکہ اِس ضامن عہد کی قدرت و جلال اور قوّت و حکومت
جاوید اور باقی کمالات ظاہرًا اِنسان سے زائید اور فائق ہیں مثلاً ۲۰ آیت میں
لکھا ہی - بموجب اصلی متن عبرانی کے کہ میں نے ایسے جبّار کو اختیار کیا ہی جو امداد اور
کُمک دینے کے مساوی یعنی برابر ہی +

پس غور کے قابل ہی کہ عبرانی میں ایل جبار یعنی خدائے جبّار یسعیاہ نبی کے ۹ باب ٦ آیت میں مسیح کے خطابوں پر مشتمل ہی۔ اور پھر یہہ صفت بھی کہ اسی کے سبب سے عہد کے عدول کرنیوالوں کے لئے غیر از عتاب وقہر چند روزہ (قطع نظر از نسخ عہد) خلل وجنبش بھی اُس میں داخل نہیں ہوسکتی تو کمال درجہ تک کس دوسرے پر عائد اور صادق ہوسکتی ہی۔ اور ضمانت کے اتنے بارگراں پر قادر کون ہی مگر وہ جسپر یوحنّا رسول یہہ شہادت اپنے پہلے خط کے دوسرے باب کی ۲ آیت میں دیتا ہی کہ اگر کوئی گناہ کرے تو یسوع مسیح جو صادق ہی باپ کے پاس ہمارا شفیع ہی اور وہ ہمارے گناہ کا کفارہ ہی بلکہ تمام دنیا کے گناہونکا بھی +

حاصل کلام اِس زبور میں خطبہ نہ صرف حضرت داؤد و سلیمان کے نام سے پڑھا جاتا ہی بلکہ اُس بادشاہ مبارک کے نام سے جو اِن دونونکا مُنجی اور خداوند ہی اور یہہ بھی ہی کہ وے عمدہ نعمتیں اور برکتیں جو اِن دو نبیوں اور اُنکی اولادونکا بخرہ اور ورثہ جلالی ہونیوالا تھا نہ اُن دو کے اِنتقال سے منسوخ اور مفقود ہو گیا بلکہ آخر الایّام تک ہر واحد مومن اور اہل یقین کے لئے جسکا یقین اور اِنتظار مسیح کی طرف مایل اور متوجہ ہی وہ وعدہ نجات کا کلمتہُ اللّٰہ کی ثقہ ضمانت سے اور خدا تعالیٰ کی قسم حریم سے قیام عالم سے قایم تر اور نیّر آسمانی سے روشن تر اور اظہر ہاں بلکہ ربّ تعالیٰ کے فضل ولطف وامانت کی افاضت ابدالاباد تک اِس عہد پر مبنی او منحصر ہی۔ اور ساکنان بہشت میں سے جو خدا تعالیٰ کے

اقرب المقربین ہیں حکمت اور شفقت اور قدرت الٰہی کے بُرہانوں میں بھی بُرہان غالبہ
اور بالغہ جانکر اس مضمون اعلیٰ کی بلا ناغہ ثنا خوانی اور ستایش کرینگے۔ اور بطریق
اولیٰ لازم و واجب ہی کہ ساکنان زمین اس اپنے برادر نخست زادہ کی شکر گذاری
کریں۔ جو انسان اوّل اور آدم ثانی اس مراد سے بنگیا کہ خلقت جدید کا آپ ہی
بیخ اور اصل ہو کر آدم زاد کے لئے سب کمالات کا منبع اور نمونہ بھی ہو تاکہ وے
سب اُسکے حیات اور صفات اور حسنات میں شریک ہو کر گویا مردوں میں سے
نوزادے ہو جائیں۔ اور فرزندیت حقیقی کے درجہ تک اور اُسکے حقوق تک
سرفراز ہو جاویں بموجب قول متین پولوس رسول کے جو عبرانیوں کے خط کے ۲ باب
۱۴ آیت میں ہی پس جسطرح لڑکے گوشت اور خون میں شریک ہیں ویسے ہی وہ
بھی اُن میں شریک ہوا تاکہ موت کے وسیلے اُسکو جسکے پاس موت کا زور تھا
یعنی شیطان کو برباد کرے اور اُنہیں جو عمر بھر موت کے ڈر سے غلامی میں گرفتار
ہو رہے تھے چھڑاوے ✣

باب پنجم

دربیان آن مضمون کہ بادشاہت مذکور کہ اجرائش از جانب داؤد بسوئے خداوند مسیح است بغایت شرف وجلال خواہد رسید وتا مدّتے درحالت خواری وذلّت وقلّت ورود خواہد کرد

اگر کوئی صاحب تمیز وبینائی کتب داؤدی میں جدّ وجہد سے تجسّس کرے تو سیکڑوں اشاروں سے اِس امر کی اطلاع پائیگا کہ اگرچہ انجام اور منزل مقصود اُس راہ کا جس سبیل سے خداوند مسیح اپنوںکو ہدایت کرتا ہی خدا تعالیٰ کی مشاہدت اور رفاقت اور مقدّسوں کے ساتھہ قیامت نورانی اور جلالی ہی۔ پر توبھی در اثناء راہ خواری وذلّت وعاجزی اور قسم قسم کی تکلیفات وشدائد ملتی ہیں ۔ جیسے غریب الوطن اور مسافروں کے لئے جو جہاندیدہ اور عالم پیما ہیں کوہِ صعب گذار اور بیابان سُنسان اور روادی عمیق اور رکرخت اور قاطعان سبیل اور غیر وطنوں سے ظلم اور تعدّی اور ہزارہا خوف وخطرے کے باعث ہیں اور نہ صرف وقوع اور ورود اُن تنگیوں اور تکلیفوں کی شہادت انبیاء سے مصدّق ومثبت ہی پر تعلیمات زبوری سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ دو باتیں جنکی صورت متناقض ہی یعنی مسیح کا بادشاہ ہونا بھی اور مورد اہانت وحقارت ہونا بھی اسقدر آپس میں پورا اتفاق اور پوری وابستگی رکھتی ہیں کہ وے دونوں لازم وملزوم کے طور پر آپس میں متعلق

ہیں-اور جز آں راہ جس میں صلیب اور صلیب برداری ہی کوئی دوسری راہ مسیح
کے شاہانہ تاج و تخت تک نہیں پہنچاتی- ہاں بلکہ یقین ہی کہ اِس راہ میں عجیب اور
نادر اجتماع شرف بشرم ہی- اور اجتماع ذلّت و قلّت بہ حشمت و عظمت اور فتوحات
بادشاہی بزیر باری و انکساری- اور جو شخص معترض ایسا جانتا ہی کہ اِن دو حالتوں
سے دو شخص مراد ہیں ایک شخص کی دو صورتیں نہیں تو وہ انقیاد حق سے بالکل
چوک گیا ہی اور رفاقت انبیا کے حقوق کو نہیں پہچانتا- چنانچہ زبور اور انبیا بھی اور
انجیل ایسے یسوع مسیح کی شہادت پر متفق ہیں جس نے ازل سے اور اصل ذات
و وجود سے درجہ اور حق معبودیت کا رکھکر حالت عبودیت اور بندگی کی قبول فرمائی-
اور بعض بعض مقاموں میں حوادث اِنسانیت اور عوارض مکان و زمان سے مبّرا
او رمعّرا ابتلا یا جاتا ہی- اور بعض اَور مختلف مقاموں میں ضروریات اور حاجات
اور امراض اور سخت سخت تجارب آدم زاد سے متلبّس ہوکر ہمکو مرد الم اور آشنائے
غم نظر آتا ہی- ہرچند نہ کوئی قوت مدرکۂ اینجہانی اور نہ کوئی تمیز ذہنی اور فراست اِنسانی
عقل کے نور مجرّد سے اِس راز کی فہمید تک پہنچ سکے اور یہ دونوں یہود کے کرامت
پرست اور اہل یونان کے حکمت پرست اِس کرامت اور حکمت نادر الٰہی کے قابل فہم
نہیں ہو سکے- چنانچہ یوحنا رسول سے اِس مقولہ کے نئے نئے ثبوت پدید ہوتے
چلے آئے ہیں کہ ایک شخص بھی بغیر توفیق روح القدس یسوع مسیح کو خداوند نہیں
کہہ سکتا- پر تو بھی خدا کے فضل و ہدایت پر اِس بندے کا پورا بھروسا اور یقینی

امید ہی - کہ جو کوئی شخص بعجز و عدل و تمیز روحانی کلام اللہ کی سیر و مطالعہ کرتا ہی اور معرفت اور حقیقت الٰہی کو نہ جزئیتاً بلکہ گویا اسکا کُل سانچا اور قالب اور صورت ثابت کو سیکھنا چاہتا ہی تو وہ انشا اللہ بخوشدلی و شکرگذاری اقرار کریگا کہ اس اجتماع شرف و شرم اور قلّت و کبر اور ذلت و علویّت کا صرف وہی عین اجتماع ہی - جسکا وعدہ اولیاء اوّلین یعنی آدم و حوّا جنت عدن میں سے اِس ویرانہ تنہا تاریک عالم میں گویا اپنا دوست واحد اور یگانہ نور رجا اپنے ساتھہ ساتھہ لیگئے - یعنی اجتماع کلمۃ اللہ بہ یسوع ابن داؤد نہ از آں طور کہ اختلاط خالق بمخلوق ہوگیا - یا یہہ کہ ذات پاک و حریم الٰہی میں کچھہ نقص داخل ہوگیا - پھر یہہ خدا کا عین سرّ حکمت اور اُسکی مرضی اور محبّت کے سرّ غیب کا سب سے عمدہ اشتہار اور اظہار ہی - از آنرو کہ جس جس شخص میں ایمان اور ایقان اِس راز کا پیدا ہوتا ہی اور وہ شخص آپ اپنے عمل و عادت و سیرت کو قربان کرتا ہی - تو وہ مسیح کے ساتھہ چسپیدہ ہوکر اور اُسکے نور و حیات میں رواں ہوکر خدا تعالیٰ کی رفاقت جاوید کی لیاقت و استعداد کا وارث ہو جاتا ہی +

صاحبو چاہیے کہ آپ اور ہم دونوں اِس مژدہ حیات و نجات پر حمد و ستائش اور شکرگذاری کریں کہ حق تعالیٰ کا کلمہ وحید اور اِبن محبوب عالم بالا اور تخت اعلیٰ پر سے اِس ہمارے ادنیٰ اور حقیر ترین ذات تک سرنگون اور پست ہوگیا - اور دار الملک جلال عالمین میں سے اِس زشت و زبون سرائے زمین میں اُترا تاکہ آدم زاد کو اپنا برادر عزیز بناکر اُنھیں اپنا رشتہ دار قریب بلکہ اپنے کنار لطف میں لے لیا کرے -

اور فرزندیت کے اُس درجہ میں جو فرشتوں کی شان و منزلت سے عالی تر ہی سرفراز کرے۔ اور یہہ قول نہ صرف رسولوں اور نبیوں کی تعریفوں سے ثابت و مبرہن ہی بلکہ اِس مرد غم والم کی جسکی کیفیت و حقیقت زبوروں کے مفہومات اعظم میں سے ہی غمزدگی اور اندوہگینی کی نادر اور بےمثال صورت سے عیان و نمایاں ہوتا ہی یعنی اُن دُکھوں کی حدّت و شدّت سے جو اِسپر وارد ہونیوالے تھے اور اُن کی وسعت بیحدّ وحساب سے اور بعض اُن دُکھوں کی خصوصیات اور عجائبات سے جنکی نسبت کسی ابن آدم کا دُکھہ اُسکے دُکھوں کے برابر اور مطابق نہ تھا۔ چنانچہ کامل انسان ہونے کو واجب تھا کہ غم والم اور قہر الٰہی کے دریائے بے پایان کے اندر اپنی برداشت اور صبوری سے اپنے کمال کی تصدیق کرے۔ اور اُن رنجوریوں اور تکلیفوں کو جو جُزءًا جُزءًا اُسکے بدن مجازی یعنی مقدّسوں کی جماعت عامہ پر وارد ہونیوالے تھے آپ ہی اپنے سر پر تحمّل کرے۔ ہاں آپ ہی نے اِنہیں بہ ثقیل اُٹھایا تاکہ وے سب اِنہیں بتخفیف اُٹھاویں۔ ازآں جہت کہ جیسا جلال اور شرف و شان میں افضل تھا اِسیطرح شدائد اور تکلیفات میں بھی سبقت اور فوقیت لیجاتا ہی۔ اور رضا و قضا الٰہی سے لزوم و اِقتضاء کمال اِس امر اور حکم میں تھا کہ وہ کاہنُ الکہنہ اور رسول الرُّسل امتحانوں میں تجربہ کار اور غم آزمودہ ہوکر خلق اللہ کے ہمدرد اور غم والم میں اُنکے رفیق ہونے کے قابل ٹھہرے۔ اور جو شخص اِس پیشوائے نجات کے دُکھہ درد پر طعنہ زنی کرتا ہی تو وہ اپنی جہالت سے نہیں جانتا

کہ اپنے دُکھوں اور اندوہوں پر مسخرہ پن کرتا ہی جنہیں اِس انسان اوّل نے گویا مجمع
ذات جنس انسانی کو آپ ہی میں منتہی کر کے بطور وکالت اور خلافت کے اُٹھایا
تھا۔ جس راز پر اشارتاً تاویل دیتا ہی وہ سینہ بند جس سے سردار کاہن یہود بموجب
رسوم اور احکام توریت اپنی خدمت و خلافت کے فرائض بجا لاتے وقت متلبّس
ہو کر خدا کے حضور میں قایم رہتا تھا۔ کہ اِس سینہ بند کا قلب گویا بارہ جواہر کا گلدستہ
بطور میناکاری کے تھا۔ اور ہر ایک جوہر پر ایک فرقہ یہود کا نام اِس وضع سے
منقّش تھا کہ وہ کاہن اِنہیں پر نظر کر کے اِن بارہ فرقوں کی حاجتوں سے غافل
اور فراموش نہ ہو سکے نہ انکے لئے سفارش کرنے سے زبان بند ہو سکے۔ چنانچہ
جو اِس بیابان کے بیچ کلیسیا کا ہادی و حافظ تھا اُسکے حق میں یسعیاہ نبی نے اپنے
۶۳ باب کی ۹ آیت میں فرمایا کہ اُنکی ساری تکلیفوں میں وہ بھی تکلیف بردار تھا اور
اُسکے حضور فرشتے نے اُنہیں بچایا۔ اور اِس رمز کو پولوس رسول نے خط عبرانیوں
کے ۲ باب میں اَور بھی فاش اور ظاہر کر کے فرمایا ہی کہ اِس سبب سے ضرور تھا کہ وہ
ہر ایک بات میں اپنے بھائیوں کی مانند بنے تاکہ وہ اُن باتوں میں جو خدا سے
نسبت رکھتی ہیں لوگوں کے گناہوں کا کفارہ کرنیکے واسطے ایک رحیم اور دیانت دار
سردار کاہن ٹھہرے ❖

پس اِس امر میں ایک راز اَور بھی غور کے لایق ہی کہ اگرچہ از مقدّسین ہر واحد
تھوڑی بہت رفاقت اور اتفاق کی صورت اور حقیقت سے مشرّف ہو کر مسیح

کے اُس الم و اندوہ کے ساتھہ جو زبوروں میں معروف ہی شریک ہو - تو بھی بلاشبہ
حضرت داؤد مسیح کے ہم صورت ہونیکے شرف اور رونق میں اُن سے زیادہ فوقیت
لیجاتا ہی - چنانچہ اُس پاک حضرت کی عمر کے واقعات میں اتنی اجماع محنت و تلخی اور
اتنی کثرت شدائد اور تکلیفات اسائیز اُسکے لئے مقدر و مقرر تھے کہ غیر از خداوند مسیح
کسی دوسرے کے حالمیں سرزد نہ ہوئے - ازبس کہ اِس مرد خدا نے اِسقدر اپنی کُل
عمر تنگیوں اور تکلیفوں میں کاٹی کہ جس وقت سے بھیڑ ونکی چراگاہوں سے مرخص
ہوکر بنی اسرائیل کی شہنشاہی اور پیشوائی پر مسح کیا گیا بمشکل اُسکی تمام عمر میں ایک
بھی ایسے برس کا ذکر ہوتا ہی جس میں اُس نے آرام پایا ہو بلکہ یقین ہی کہ دکھوں کا
سیلاب اور طغیان موج بعد موج کے بلا تفاوت و فراغت اِس صدمہ شدائد سے
اِسکے سر پر چڑھہ آیا کہ گویا خدا کے قہر کے تیرونکا وہی تنہا ہدف و نشان کیا گیا تھا -
اور باقی نبیوں میں ممتاز اور سرفراز تھا اِس تناسب اور تطابق میں جسمیں مسیح کے
زخموں اور الم و اندوہ کے ساتھہ اپنے مختلف احوال میں دکھایا کرتا تھا - خصوصاً
اِس امر میں کہ اپنے ملک موعود کو تصرف میں لینے نہ پایا غیر از آنکہ جنگ و جدال
کی سخت متواتر آزمائشیں اُٹھائیں اور تنگدستی اور طعنہ زنی اور زحمت اور اذیت
کی تلخی سے لبریز پیالے کو نوش کر کے خالی کیا ❊

اور پھر اُس مثلیت کے سبب سے جو داؤد کو مسیح کے ساتھہ تھی وہ مرد خدا
زبوروں میں یحید اور اُسکی جان یحیداہ عبرانی میں کہی جاتی ہی جیسے ۲۲ زبور

۲۰ آیت میں لکھا ہوا ہے کہ میری جان کو تلوار سے بچا اور میرے وحید کو کتّے کے ہاتھ سے چھڑا۔ مگر قاریان کلام کو معلوم ہوگا کہ پیدائش کی کتاب سے لیکر اخیر انجیل تک وہ لفظ یحید یعنی واحد اور مختص کے معنوں سے خداوند مسیح کی الوہیت پر اشارتاً وکنایتاً محمول ہے ÷

اوّلاً اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں مسیح کی ابنیّت کا ایک ایسا سرّ غیب ہے اور اس پاک محمود کے اُن اصول وجودی میں سے ہے جنکی مثال ونظیر کائنات ومصنوعات کے بیچ نایاب ہے ازآں جہت کہ وہ ابن وحید وفرید ہے اور عالم شہود کے ہر قسم کی ابنیّت سے بعید وبالا ہے تو وحدانیت الٰہی میں اَب اور اِبن اسقدر یکجان باہم پیوستہ اور وابستہ اور رشتۂ محبّت ویگانگت سے باہم مربوط ہیں۔ کہ اس عالم فانی میں جو محبّت اور دلی چسپیدگی کی اکمل اور احسن صورتیں ہو سکتی ہیں۔ سوا اس عین محبّت کے محض سائجات اور امثال کدورت آمیز ہیں اور کلام ربّانی کے قصّوں میں صرف ایک مثال شاذ ونادر اس رشتہ اور عقدۂ لاینحل کی ویجاتی ہے جنکی یگانگت میں اَب اور اِبن قبل از آفرینش عالم اُلفت کے رابطے میں دل بستہ اور متوصّل ہے۔ وہ مثال نادر وعجیب حضرت ابراہیم کی اُلفت اُسکے ابن اسحاق کی طرف ہے جو بلقب ابن وحید ملقب ہے۔ ازانجہت کہ اُسکی ماں حضرت ابراہیم کی عورتوں میں سے حرّہ تھی۔ اور اُسنے پیرزن ہو کر بطور کرامت کے اِس لڑکے کو جنا اور قابل لحاظ ہے کہ پیدائش کے ۲۲ باب میں تین مرتبہ یہہ

لفظ یعنی یحید بمعنی واحد اسحاق ابن ابراہیم پر عائد ہوتا ہی۔ مثلاً دوسری آیت
میں لکھا ہی کہ خدا نے ابراہیم سے کہا کہ تو اپنے بیٹے اپنے اکلوتے یعنی واحد کو
جسے تو پیار کرتا ہی اسحاق کو لے اور اُسے وہاں قربانی چڑھا اور پھر ۱۲ آیت میں
تو نے اپنے بیٹے ہاں اپنے اکلوتے سے دریغ نہ کیا +

اِسی ماجرے کی طرف اشارہ کر کے اُس قربان عظیم الشّان کا ذکر جو اخیر الایام
میں ہوا پولوس نے روح الہام کی کشش سے اِسطرح کیا رومیوں ۸ باب ۳۲ آیت
کہ جس نے اپنے ابن وحید کو دریغ نہ کیا بلکہ اُسے ہم سبھوں کے بدلے حوالہ کیا تو
وہ اُسکے ساتھہ ہمیں کیونکر سب چیزیں نہ بخشیگا۔ یہہ بات لایق دید اور قابل غور ہی
کہ اِس اُلفت بے نظیر اور وصل لاثانی کی جسکے رشتے رابطے سے ازایام ازل
اَب اور اِبن ذات اور مرضی اور عمل میں وابستہ رہے کیا ہی صاف اور دلسوز
تعریف خداوند ہی کے کلمات میں سے ملتی ہی۔ خاصکر حضرت یوحنّا کی اِنجیل میں
جس رسول کی روحانیت اور دقایق روحانی کی تیز بینی بصارت کی تمثیل دیجاتی
ہی۔ مثلاً ۱۵ باب ۹ و ۱۰ باب ۱۵ و ۱۷ باب ۲۴ آیت میں لکھا ہی کہ جیسے باپ
نے مجھے پیار کیا ویسا ہی میں نے تمہیں پیار کیا تم میری محبت میں ثابت رہو۔
جسطرح باپ مجھے جانتا ہی اِسیطرح میں باپ کو جانتا ہوں اور میں بھیڑوں کے
لئے اپنی جان دیتا ہوں۔ اور پھر تو نے مجھے دُنیا کی پیدایش کے آگے
پیار کیا ہی +

اور ثانیاً اِس یحیید سے خداوند مسمیٰ ہی بسبب اُسکے دُکھوں و زحمتوں کی
بے نظیری و تنہائی کے - چنانچہ جسطرح وہ اپنے رُتبے اور منزلت میں تنہا اور وکالت
اور فعلیت اور اختتام نجات میں تنہا اور غیر رفیق تھا اسیطرح جس مدت مدید تک
وہ غم آزمودہ اور قہر الٰہی کا بُردبار تھا تو اِس الم و اندوہ میں اُسکی تنہائی اور لاشریکی
کی برابر و مانند کوئی تنہائی نہیں ہو سکتی تھی - چنانچہ بزبان یسعیاہ نبی خداوند فرماتا ہی کہ
میں نے تن تنہا انگوروں کو کولھو میں کُچلا اور لوگوں میں سے میرے ساتھ کوئی نہ تھا -
اور لابد اِس دریائے غم سے پایابی تک واقف اور آگاہ ہونیکی ایک شرط اور ضابطہ
یہہ تھا کہ صرف دوستوں اور رفیقوں میں سے اقرب المقرّبین سے جُدا و علیحدہ نہو
پر دلی کدورت کے اِس ابرسیاہ سے بھی مُظلّل ہو جو ربّ تعالیٰ کی وجہ سے محروم
اور اُسکی حضور سے متروک ہونے سے پیدا ہوتا ہی - ازینجہت کہ عین تنہائی اور مجرّدی
اور مہاجرت یہی ہی اور لجۂ الم و رنج کا عمق عمیق ترین یہی ہی کہ تبسّم پدرانہ ابن وحید
محبوب کی طرف سے پس از نقاب قہر محجوب ہو گیا ✣

اور اگر وہ کاہن عظیم اِس تلخ آزمایش میں تجربہ کار نہ ہوتا تو کسطرح دردمندی
کے قابل ہوتا کہ آپ ہی اِس امر میں قاضی ہو جاؤ کہ یہہ کیسی متروکیت ہی - جو شاید
کوئی شخص ماں باپ اور خاندان اور تبار اور دوست و رفیق سے متروک ہو پر
خدا کی رفاقت اور مصلحت میں رہے - صرف ایسی صورت کی متروکیت سے
واقف ہو کر کون کاہن آدم زاد کے متروکوں سے کہہ سکتا ہی کہ میں ہی تمہارے

لفظ یعنی یحید بمعنی واحد اسحاق ابن ابراہیم پر عائد ہوتا ہی۔ مثلاً دوسری آیت میں لکھا ہی کہ خدا نے ابراہیم سے کہا کہ تو اپنے بیٹے اپنے اکلوتے یعنی واحد کو جسے تو پیار کرتا ہی اسحاق کو لے اور اُسے وہاں قربانی چڑھا اور پھر ۱۲ آیت میں تو نے اپنے بیٹے ہاں اپنے اکلوتے سے دریغ نہ کیا +

اِسی ماجرے کی طرف اشارہ کر کے اُس قربان عظیم الشّان کا ذکر جو اخیر الایام میں ہوا پولوس نے روح اِلہام کی کشش سے اِسطرح کیا رومیوں ۸ باب ۳۲ آیت کہ جس نے اپنے ابن وحید کو دریغ نہ کیا بلکہ اُسے ہم سبھوں کے بدلے حوالہ کیا تو وہ اُسکے ساتھہ ہمیں کیونکر سب چیزیں نہ بخشیگا۔ یہہ بات لایق دید اور قابل غور ہی کہ اِس اُلفت بے نظیر اور وصل لاثانی کی جسکے رشتے رابطے سے ازایام ازل اَب اور اِبن ذات اور مرضی اور عمل میں وابستہ رہے کیا ہی صاف اور دلسوز تعریف خداوند ہی کے کلمات میں سے ملتی ہی۔ خاصکر حضرت یوحنّا کی اِنجیل میں جس رسول کی روحانیت اور دقایق روحانی کی تیز بینی بصارت کی تمثیل دیجاتی ہی۔ مثلاً ۱۵ باب ۹ و ۱۰ باب ۱۵ و ۱۷ باب ۲۴ آیت میں لکھا ہی کہ جیسے باپ نے مجھے پیار کیا ویسا ہی میں نے تمہیں پیار کیا تم میری محبّت میں ثابت رہو۔ جسطرح باپ مجھے جانتا ہی اِسیطرح میں باپ کو جانتا ہوں اور میں بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہوں۔ اور پھر تو نے مجھے دُنیا کی پیدایش کے آگے پیار کیا ہی +

اور ثانیاً اِس تحمید سے خداوند مسمّیٰ ہی بسبب اُسکے دُکھوں و زحمتوں کی
بے نظیری و تنہائی کے ۔ چنانچہ جسطرح وہ اپنے رُتبے اور منزلت میں تنہا اور وکالت
اور فعلیت اور اختتام نجات میں تنہا اور غیر رفیق تھا اسیطرح جس مدت مدید تک
وہ غم آزمودہ اور قہر الٰہی کا بُرد بار تھا تو اِس الم و اندوہ میں اُسکی تنہائی اور لاشریکی
کی برابر و مانند کوئی تنہائی نہیں ہوسکتی تھی ۔ چنانچہ بزبان یسعیاہ نبی خداوند فرماتا ہی کہ
میں نے تن تنہا انگوروں کو کولہو میں کُچلا اور لوگوں میں سے میرے ساتھ کوئی نہ تھا ۔
اور لابد اِس دریائے غم سے پایابی تک واقف اور آگاہ ہونیکی ایک شرط اور ضابطہ
یہہ تھا کہ صرف دوستوں اور رفیقوں میں سے اقرب المقرّبین سے جُدا و علیحدہ نہو
پر دلی کدورت کے اِس ابر سیاہ سے بھی مُظلّل ہو جو ربّ تعالیٰ کی وجہ سے محروم
اور اُسکی حضور سے متروک ہونے سے پیدا ہوتا ہی ۔ ازینجہت کہ عین تنہائی اور مجرّدی
اور مہاجرت یہی ہی اور لجّۂ الم و رنج کا عمق عمیق ترین یہی ہی کہ تبسّم پدرانہ ابن وحید
محبوب کی طرف سے پس از نقاب قہر محجوب ہوگیا ✣

اور اگر وہ کاہن عظیم اِس تلخ آزمایش میں تجربہ کار نہ ہوتا تو کسطرح دردمندی
کے قابل ہوتا کہ آپ ہی اِس امر میں قاضی ہو جاؤ کہ یہہ کیسی متروکیت ہی ۔ جو شائید
کوئی شخص ماں باپ اور خاندان اور رشتہ دار اور دوست و رفیق سے متروک ہو پر
خدا کی رفاقت اور مصلحت میں رہے ۔ صرف ایسی صورت کی متروکیت سے
واقف ہوکر کون کاہن آدم زاد کے متروکوں سے کہہ سکتا ہی کہ میں ہی تمہارے

غموں کو پہچانتا ہوں - ہاں بلکہ بالاختصاص تمام اُسکی اندوہگینی اور غمگینی کا سر اور نہایت یہی تنہائی تھی اور اسی بات میں ہمنے کامل نمونہ پایا اُس اِمتثال اور اِنقیاد کا جس سے وہ اپنے باپ کی قضا و رضا پر راضی و خوش تھا - چنانچہ بطور رمز و مثال کے حضرت خلیل اللہ قایم ایمان کے اور اُسکے اِبن عزیز اسحاق کے خوشی سے ذبیحہ ہونے کے بیان میں دو بارہ مرقوم ہی - کہ وے دونوں ساتھہ ساتھہ چلے گئے +

پس ہمارے خداوند کے غم اور رنج کی وے متعدد اور عجیب صورتیں جو زبوروں میں معروف ہیں کون کلمۂ عیاں و نمایاں کر سکتا ہی - دیکھو وہ گلّہ عزیز اور مرغوب جسکی رہائی کے لئے آں عزیز الشان عالم بالا سے اُترا تھا اور جسکی رعایت اور نگہداشت میں شب و روز صرف اوقات کیا کرتا تھا گویا اِس اپنے چوپان کو نفرتی اور مکروہ جانکر اُسکو روگردان اور برگشتہ بتلاتا ہی - پر ذرا سوچ اور غور اِس بات میں چاہیئے کہ جن احوال کا اب بیان ہوتا ہی اِنکی صورت عین خلاف ہی - اُس ذات جلوہ گر اور نورانی سے جس سے متلبّس ہوکر ایام ازل سے سینۂ پدر میں نشست بقیام و دوام فرماتا تھا - پر یہہ اِس پستی اور خواری و عاجزی کی صورت نظر آتی ہی جسکا متحمّل ہوکر اپنے لطف بیحساب سے جسم اِنسانی میں ساکن ہو گیا - اور جامۂ فقر و گدائی اور لبادۂ اطاعت و عبودیت پہنکر ہر ایک اپنے حقیقی پیرو کے لئے یہہ قاعدہ اور حکم وصیتاً چھوڑ گیا ہی کہ جو کوئی اپنی صلیب اُٹھاکر میرے پیچھے نہیں آتا وہ میرے لایق نہیں ہی - اور جو کوئی میرے واسطے اپنی جان کھوویگا اُسے پاویگا - اور اِس

خداوند مبارک کے آثار قدم پر جو خوردہ بینی اور باریک بینی سے نظر کریگا سو معلوم کر لیگا کہ ہر دو باتوں میں یعنی فقر و درویشی اور اطاعت و بندگی میں وہ یگانہ اور کلّیہ ہونے کو آیا۔ ازآنرو کہ ایک ہی معہود اصل و نسل حضرت داؤد کا گاہ گاہ مسندِ عدالت و شہنشاہی جلال پر تخت نشین نظر آتا ہی۔ اور کبھی بندگی اور فرمانبرداری کی راہ میں حلم اور صبوری میں ہمیں اپنے ہمراہ لیچلتا ہی *

اب خداوند مسیح کی عجز و فرمانبرداری کی نصیحت آمیز نشانیوں پر لحاظ کر کے صلاح ہی کہ ذرا تفصیلوار اور تشخیص سے بیان کریں کہ روح القدس نے بزبان داؤد مسیح کے دُکھہ اور آزار کی کیفیت اور خصوصیت کی کیسی خبریں دی ہیں۔ اور تفتیش و تحقیق بھی کریں کہ تا بظہور کن کن مقاصد و مطالب سے یہہ سب امورات واقعی خداتعالیٰ کے دفتر قضا و قدر میں متضمّن ہو گئے تو اِس تشخیص میں ایک علامت بصلاحیت سبھوں پر ظاہر ہی کہ اِس غم و رنج کی جائے عروج و صدور نہ اِتنا نفس و جسم بلکہ قلب اور دل ہی تھا۔ چنانچہ صوری اور نفسی دُکھہ کے سبب روحانی غمخواری زیادہ تر دلخراش اور سینہ شکن ہی۔ اور زیادہ تباہی اور زوال کا باعث ہی *

ثانیاً زبوروں کے مواضع مختلفہ سے یہہ بھی ثابت ہی کہ روح اور قلب اِنسانی جتنے بوجھوں اور تکلیفوں کے زیر بار ہو سکتے ہیں اِن میں سے کسی کی اِتنی ثقالت نہیں جسقدر اُس غم کی جو گناہ کی یاد اور شعور سے پیدا ہوتا ہی۔ چنانچہ حضرت

سلیمان فرماتے ہیں کہ باقی سب بوجھوں اور ضعف کی برداشت حوصلہ مندوں

سے ہوسکتی ہے لیکن شکستہ دل کی برداشت کے کون قابل ہے۔ پس ان سب
زبوروں میں جن میں دلی قباحت اور کدورت اور شکستگی کا بیان ہے ایک شخص
اِسقدر غمزدہ اور اندوہگین خدا کے حضور میں متکلّم اور گویا دکھائی دیتا ہے کہ اُسکا نالہ
اور گریہ سُننے سے گمان غالب اور یقینی پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہہ شخص یا تو باقی سب
آدم زاد سے بہتر یا سب سے بدتر ہوگا۔ چنانچہ وہ اِقرار کرتا ہے کہ میرے گناہ نے
تودہ تودہ بنکر مجھے یوں دبا ڈالا ہے۔ جیساکہ وہاں قبر پر من من بھر کا پتّھر ایسا لگا ہے
جو سرکانے کے لایق نہیں اور مرتّا مثال اس باد مخالف کی ایک دریائے متلاطم
ہے جسکی موج پے در پے بڑے جور و جفا سے اُسکی جان پر صدمہ مار رہی ہے۔ تا آنقدر
کہ قعر بے پایاب میں یا ریگ رواں کے اندر غرق ہونیوالا ہے گویا اُس نے جان سے
بھی ہاتھہ دُھو لئے۔ ہاں بلکہ ناظرین اِسے خدا کا مکروہ و متروک جانکر اور انگشت نما
کر کے ٹھٹھوں میں اُڑاتے ہیں۔ اور دور دور گویا کسی آفت و بلا سے گریزاں ہوتے
ہیں۔ اِسی موافق اِس غمخوار اور باربردار کی حالت جسکی جان کے اندر سخت مصیبت
اور زحمت گُھس گئی ہے۔ اور انبار خطا اُسے گھیر لیتا ہے اور خدا کے ہاتھہ نے چُھوا
اور مضروب کیا ہے سو تفصیلوار ۳۸ و ۶۹ و ۸۸ زبوروں میں بیان ہوتی ہے۔ یعنی
گناہ کے محیط سے محصور ہوکر اور مُجرم المجرمین ٹھہر کر اور غبار بر سر ہوکر صرف خدا ہی کی
رحمت میں پناہ لیتا ہے۔ یہہ تین زبور اُن سات مشہور زبوروں کے گلدستہ میں
سے ہیں جنہیں ہزارہا برسوں سے پُشت در پُشت جتنے شخص خستہ و شکستہ و توبہ کار

ہوگئے۔ سو اپنی زبان پر لائے ہیں اور اُنہیں کی عبارت کے وسیلے اپنے اندرونی غم و رنج کی تعریف اور اظہار کرتے ہیں۔ بطور مثال بعض اُن آیات سے ہم نقل کرتے ہیں ۳۸ زبور ۳ سے ۸ تک میرے گناہ میرے سر سے گذر گئے اور بھاری بوجھ کی مانند مجھ پر بھاری ہوگئے تیرے غصّے کے آگے میرے جسم کو صحت نہیں اور میرے گناہ کے سبب میری ہڈیوں کو آرام نہیں میں دُکھ بھرتا ہوں اور کمان ہوگیا ہوں میں دن بھر رویا کرتا ہوں اور پھر ۸۸ زبور ۶ و ۷ و ۱۴ و ۱۸ آیات میں یوں لکھا ہی تو نے مجھ کو گڑھے کے اسفل میں ڈالا اندھیرے اور گھراؤ میں تیرا قہر مجھ پر پڑا رہتا ہی۔ تو نے اپنی ساری موجوں سے مجھ کو دبایا تو نے میرے جان پہچانوں کو مجھ سے دور کیا۔ تو نے ایسا کیا کہ اُنہیں مجھ سے نفرت آتی ہی میں قید میں پڑ گیا اور نکل نہیں سکتا میری آنکھیں مشقّت کے سبب ماتم زدہ ہیں۔ ای خداوند میں جو ہوں تیرے آگے فریاد کرتا ہوں میری دُعا صبح کے وقت تیرے نزدیک پہنچ گئی ہی۔ ای خداوند تو کیوں میری جان کو مردود کرتا ہی اور مجھ سے اپنا مُنہہ چھپاتا ہی وغیرہ +

پس اگر کوئی شخص کم سوچ اور بے سمجھ اِن زبوروں کی بعض بعض عبارتیں علیحدہ کر کے تاکید سے فرماوے کہ بلاشبہ یہہ زبور صرف ایسے لوگونکے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ جو شرارت اور بدفعلی میں سب آدم زاد سے بڑھکر ہیں اور گناہ کے خبث اور گندگی تمام میں مستغرق ہیں۔ تو اُنکی اِس رائے پر کچھ جائے تعجب

وتحیّر نہیں کیونکہ لابدیہہ رازانسان کی عقل اور تمیز مجرّد سے بالاہی اور علم الٰہی کے
کاشف الاسرار صرف خدا کی روح حق کے کلمات ہیں۔صرف ایسے شخص سے ہم
اِس راز کی بابت عرض کرتے ہیں کہ ای صاحب اگر آپ ذرا بھی سوچ سمجھہ رکھوگے
اور باریک بینی کی غربال میں لفظ چھانکر نکالوگے تو معلوم ہو جائیگا کہ وہ مُجرم جوان
زبوروں میں معروف ہی صرف شریروں اور زبونوں اور نیکی کے کینہ خواہوں کی
دانست میں مُجرم ٹھہرا پر خدا تعالیٰ اور خدا ترسوں کے نزدیک گناہ سے مبّرا و معرّا
ہی۔اور اُسکے دشمن اور غنیم خدا کے مخالف ہیں اور ہر صورت کی صلاحیت اور
فضیلت سے خصومت رکھتے ہیں۔اور وے سب اِس غمزدہ کو نہ کسی بدی کے
سبب بلکہ عین نیکی اور قدّوسیت کے سبب معیوب و مکروہ جانتے ہیں۔اور
ہرچند کہ خدا کے غضب کے تیز و تلخ تیروں سے چھد جاتا ہی اور اپنے زخموں کی
حرارت و سوز و گداز سے کچھہ خفّت و فراغت نہیں پاتا تو بھی اُس تعالیٰ کو اپنے
دل کی صفائی اور پوری طہارت کے لئے شاہد کرلیا ہی۔اور بیخوفی سے اُس
تعالیٰ کے حضور کہتا ہی وے جو نیکی کے عوض بدی کرتے ہیں میرے دشمن بنے
ہیں کیونکہ میں نیکی کی پیروی کرتا ہوں ✣

دیکھو اِس باب میں کیا ہی عجیب اور حیرت انگیز راز ہمیں نظر آتا ہی کہ ایک ہی
شخص نہایت درجہ تک خدا تعالیٰ کے زیر قہر ہی اور بیش از برداشت گناہ کے
انبار تلے دبا بھی جاتا ہی اور تو بھی پورے طور پر سینہ کی حجاب کشی کرکے اپنے

دلی اسرار کو اس ناظر و راست و عادل کی حضور میں انکشاف کرنے سے عذر نہیں کرتا۔
ازآں جہت کہ اپنے اندرون کا یقینی شعور رکھتا ہی کہ میں محض خیر و خوب کا طلب
کرنیوالا ہوں۔ اور خدا ہی کے لئے اہلِ شر و خلاف سے ایذا و اذیت اُٹھانے سے
باز نہیں آتا تو اس حاصل و نتیجے سے کون چارہ و علاج باقی ہی کہ وہ بہتر بھی اور بدتر
بھی سب آدم زاد میں سے ہو اس اجتماع نقیضین کو کون صاحب حکمت محض عقل
ہی کے زور سے حل کرسکتا ہی اور اس مشکل کے سخت قفل کو کس کلید عقل سے کھول
سکتا ہی۔ اور ۶۹ زبور کے راز اتنی ہی دشوار اور جگر تراش سرگردانی کے باعث ہیں۔
چنانچہ اس زبور کا متکلّم بھی ایک غمزدہ اور خطاکار اور رسوا اور مذموم خدا کے روبرو
اپنی تباہ حالی کو دکھاتا ہی اور ۵ آیت میں آپکو ملزم ٹھہرا کر گنہگاروں کے شمار میں
محسوب ہونیکا مُقرّ ہی۔ اور باوجود متحمّل ہونے اس الزام اور اقرار خطیت کے اس امر
پر مدّعی ہی کہ خدا کی کمال رفاقت اور اُسکی مرضی کے عین اتفاق اور تساوی میں
رہتا ہی۔ ازآنرو کہ خدا کے دوست و دشمن میرے بھی ہیں اور میری مذمّت و مدح
دراصل اُسی کی ہی۔ ہاں بلکہ جو کچھ شے خدا کے گھر کی شان و شوکت کے مخل و
مُضر ہی تو اُسکا دل اسکی طرف غیوری کی حرارت سے جلجاتا ہی تو پھر بھی وہ مسئلہ
پیش آتا ہی کہ یہہ اجتماع خیر و شر کون واجبیّت اور ممکنیّت رکھتا ہی۔ چنانچہ جو اہل
شرارت سے بھی مجرم ٹھہرا تو اس راست و پاک تعالیٰ کے آستانے میں کب
پاک بےعیب بیگناہ ٹھہریگا ایسے راز اور مشکل کا ارتفاع اور انحلال نہ تو علوّیات

سماوی سے اور نہ سفلیات زمینی سے ہو سکتا ہی۔ اِس قفل کی پیچیش صرف ایکہی کلید سے حل ہو سکتی ہی جو قاریان اناجیل کو حاصل وموجود ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہی شخص جو رافع اور قاطع الخطا اور خدا کیطرف سے رحمت عطا کرنے آیا۔ اُسنے آپ خواروں اور خطاکاروں میں گنا جانا ہتک عزّت اور قدّوسیت اور طہارت اپنی قدّوسیت اصلیہ وذاتیہ کا نجانا جس راز وایما واشارہ سے رسول پطرس اپنے پہلے خط کے دوسرے باب کی ۲۴ آیت میں فرماتا ہی۔ وہ آپ ہمارے گناہونکو اپنے بدن پر اُٹھاکر صلیب پر چڑھگیا تاکہ ہم گناہوں کے حق میں مرکر راستبازی میں جئیں اور اُن کوڑوں کے سبب جو اِسپر پڑے ہیں ہم چنگے ہوئے۔ تو مصداق اِن سب آیات بالامذکور زبور ونکا وہ خداوند مبارک ہی۔ جو فی ذاتہ روح اور بدن میں گناہ کی ہر صورت ورنگ وبو سے مبرّا تھا صرف اس پروردگار اور مُدبّر نجات کی رعایت حکمت آمیز کے بموجب اپنے ہی سر پر آدم زاد کے بیحد اور بیشمار گناہوں کا تحمّل کیا۔ آیات مذکورہ سے لائح ہی ۞

اوّلاً یہہ کہ اِس عالم فانی کے ہر زمان کے اندوہگین اور غمخواروں میں زائد اور فایق غمزدہ وہی ہی جسکے احوال اِن مزامیر بالا میں صورت پذیر ہیں ۞

ثانیاً یہہ کہ اِس غمخواری میں خداوند مسیح ہر وضع کی رفاقت اور صحبت سے پوری مہاجرت اور تجرّد رکھتے تھے۔ چنانچہ یہہ تنہائی اور یتیمی اِسکے درد والم کی

شرط وضابطہ ضروری تھی اور صرف حضرت یوسف کے احوال میں ایک بعید اور دُھندلی سے مشابہت اِس ہجرت اور تجرّد کی پائی جاتی ہی +

ثالثاً یہہ کہ خداوند نے صرف وہی دُکھہ اور رنج اُٹھایا جو رب تعالیٰ کے ارادے مقرّر اور رضامندی سے معیّن اور مقدّر تھا۔ اور خداوند مبارک آپ مرضی پدرانہ سے پورا اِتفاق اور مرافقت رکھتا ہی۔ اور اُس نے بسر و چشم اِس باربرداری سے اپنا نفس نذرانہ اور قربان کیا۔ جس عقاب وعذاب کے گنہگار و خطاکار مستحق تھے اُسکو آپ بطور متوسّط و متعوّض اُٹھایا +

رابعاً حالانکہ کل مخلوقات میں گناہ کا اِتنا انبار گراں کسی پر ہرگز نہیں لدا تھا جسقدر خداوند مسیح کے سر پر فراہم ہوا تو بھی یہہ امر اظہر من الشّمس اور ہزارہا دلایل سے ثابت اور منصوص ہی کہ وہ آپ ہر داغ و گناہ کے سایہ سے بھی مبرّا تھا۔ اور برابر دونوں باتوں پر دعویٰ کرتا ہی کہ میں مجمع خطیّات کا متحمّل بھی ہوں اور بہ اعتبار ذات و وجود کے گناہ کی کوئی مذمّت بلکہ احتمال مجھے مس نہیں کرتا +

صاحبو یقین کرنا چاہیے کہ مزامیر داؤد کی کتاب میں گویا ایک ہی بحر مروارید اور معدن الماس ہی یعنی روحانی دولت کا پنج گنج ہی۔ اگر کوئی طالب عرفان اِس معدن سے کھُودائی کرے اور اِس بحر میں غوطہ بازی کرے تو ہزارہا جواہر بیشقدر فراہم کرکے اِقرار کریگا کہ میری جدّ و جہد عبث و باطل نہ ہوئی بلکہ اِس مجمع سوغات کے تجسّس کرنے سے یہہ عمدہ اور خاطر خواہ امر ملا کہ ایک برادر اور دوست عزیز ہی

جو آپ ہی ضعف اور رحمت اور مسکینی اور حاجتمندی اور موت اور باقی شرایط بشریہ سے تجربہ کار ہوکر شکستہ دلوں اور غمزدوں پر ترس کھانے کے قابل ہی۔ اور ہرچند کہ گناہ سے خالی تھا۔ تاہم گنہگاروں کے مقام پر قایم ہوکر دردمندی کی راہ سے اُنکی ملاقات اور رفاقت تک جُھکا ہی۔ اور آپ عالم سفلی میں نہ صدر مقام میں نشست کا دعویٰ کیا۔ بلکہ پست نشینوں میں پست ترین ہوکر اور اُنکے عذاب اور دُکھہ کے دریائے مواج میں ورود کرکے اُنکی سب رنجوریوں اور دردونکو جان لیا۔ اور جیسا حکیم اور طبیب مریضوں اور زخم آلودوں کے درمیان آکر اُنکے خبث و سرایت مرض اور خون اور پیپ زہر آمیز آپ تو نہیں لیتا مگر لیجاتا ہی۔ اسیطرح خداوند نے اُس گناہ اور اُسکی خُبث ولعنت وعفونت کو آپ تو نہیں لیا پر لیگیا۔ اِسیطرح خود ملعون تو نہ تھا پر لعنت کو اُٹھایا جیسے آفتاب اپنی شعاعوں سے اور ہوا اپنی تاثیر سے خبث ونجاست کو بخارات کرکے کافور کردیتے ہیں پر آپ مورد خبث و نجاست نہیں ہیں۔ اسی سبب سے وہ اِن تین زبوروں میں متکلّم ہوکر جو مُجرم اور لعین تر اور قبیح تر من النّاس ہیں اُنکے شرّ وجُرم ولعن اِسقدر اپنے نفس کیطرف محسوب کرتا ہی کہ گویا آپ ہی اِنہیں میں شمار ہوگیا۔ اور اُنکے قریب رفاقت میں آکر اُنکے دریائے غم اور رسوائی اور قہر الٰہی کے عمق میں سے گویا ہوتا ہی اور گویا اپنی زبان سے اُنکے واسطے کلمۂ اِستغفار بناتا ہی اور اُنکے لئے عاجزی اور توبہ کاری کا نمونہ بنتا ہی۔ چنانچہ خداوند کے ایام جسمیت میں اہل خلاف نے اُسپر یہہ ملامت

کی تھی کہ یہہ شخص گنہگاروں کو قبول کرتا ہی اور اُنکے ساتھہ کھاتا پیتا ہی۔ چنانچہ لوقا
کے ۸ باب میں بیان ہی کہ شمعون نام ایک مہمان دار فریسی نے جسکے گھر میں خداوند
اُترا تھا اپنے دل میں کہا کہ اگر یہہ نبی ہوتا تو جانتا کہ یہہ عورت جو اُسے چھوتی ہی کون
اور کیسی ہی کیونکہ گنہگار عورت ہی۔ جیسے اب بھی بعض اہل محمد مثلاً صاحب استفسار
فحش آمیز احتمالوں اور فسق انگیز خلشوں کو اپنے دل میں جگہہ دیکر ہرچند کہ صاف
وصریح شکایت کرنے سے اُنکو بھی عذر ہی تاہم اِس حشیمۂ قدوسیت میں اپنے تصوروں
کے میل ڈالنے کی جُرأت کرتے ہیں۔ اور اِسپر جو کامل صفائی اور خیر اور صلاحیت
کا نمونہ ہی اپنی فصاحت کی کفِ دست سے چھینٹ دیکر اُسے آلودہ کرنے کی
اُمید رکھتے ہیں۔ خدا فضل کرکے اِن نادانوں اور اپنی نجات اور فضل الٰہی کے
خلاف کرنیوالوں کی روح تنویر سے ایسی روشن کرے کہ چشم تمیز کی صاف بینائی
پاکر اِس راز کی فہمید لیویں جسکی یسعیاہ نبی نے اپنے ۵۳ باب کی آخری آیت میں
کشف کشائی کی ہی کہ وہ گنہگاروں کے درمیان شمار کیا گیا اور اُس نے بہتونکے
گناہ اُٹھائے اور خطاکاروں کی شفاعت کی۔ تو اِس فہم میں قرار اور قیام پاکر
ہرگز اُنکے خواب وخیال میں ایسا تصور خلاف قیاس نہ آئیگا کہ کھوئے ہوؤں کا
ڈھونڈھنیوالا آپ ہی کھویا گیا۔ پر اِنشا اللہ وے آپ اپنی گمراہی اور آوارگی پر
سے باہم فراہم ہوکر اور اپنی جان کے گلہ بان اور نگہدار حقیقی کے پاس رجوع لاکر
اِستراحت اور اطمینان خاطر حاصل کرینگے ✣

بعض بیخرد اور بے تمیز ونکا موجب اعتراض یہہ ہی کہ وہ غمزدہ اور اندوہگین
کہ تجرّد و تنہائی و یتیمی تمام اصحاب نجات کی لعنت اور عذاب کا متحمّل ہی بہ طور
نیازمندی و تضرّع وزاری زبوروں میں خدا تعالیٰ سے منّت کرتا ہی کہ اِس الم و اندوہ
و درد دُکھہ و مذمّت سے خلاص کیا جائے اور فراغت و تخفیف پاوے - اور اِس
درگاہ اعلیٰ میں نالہ و گریہ و فریاد کرتا ہی - پس وہ یہہ سوال کرتے ہیں کہ اِس حال سے
کیا ثبوت تمہاری تقریر کا ہی کہ اِس حضرت نے بڑی رضامندی اور خوشنودی سے
اپنی گردن اِس جوئے اور غم کے بوجھہ تلے دبائی - اور کہ وہ صبوری اور برداشت
اور تحمّل کا کامل نمونہ تھا - درحالیکہ تاب و بیتابی اور عرقریزی اور فریاد اور اِستعانت
سے ضعف و عجز اور بیصبری کی علامتیں بقول و فعل کثرت سے نظر آئیں چنانچہ
۲۲ زبور کی ۱۱ و ۱۹ آیتیں اِسپر دال ہیں کہ مجھہ سے دور مت ہو کہ تنگی آپہنچی ہی اور
مددگار کوئی نہیں اور پھر پر تو ای خداوند دور مت رہ - ای میری توانائی جلد میری
مدد کے لئے آ - اور پھر ۸۸ زبور ۱۳ و ۱۴ آیات کا مضمون اِسکے ٹھیک متفق ہی
ای خداوند میں جو ہوں تیرے آگے فریاد کرتا ہوں میری دعا صبح کے وقت
تیرے نزدیک پہنچ گئی - ای خداوند تو کیوں میری جان کو مردود کرتا ہی اور مجھہ
سے اپنا مُنہہ چھپاتا ہی وغیرہ +

اور اِسیطرح خداوند مسیح کے اور مسیحی دین کے مخالفوں نے جائے تعرّض
و تاخذ پایا اِس زاری و فریاد اور اشکریزی میں جو خداوند کی جانب سے زیتون

کے باغ میں برپا اور واقع ہوئی کہ سنہ عیسوی کی دوسری صدی سے آجتک
برابر اہل خلاف کے لئے طعنہ زنی اور مزاح کا باعث اور موقع ہوتا چلا آیا ہی بعض
قاریان اِس رسالہ پر پوشیدہ نہ ہوگا کہ اِس مقام پر اُس گریہ وزاری سے اشارہ
ہی جسکا مفصّل بیان ثلاثہ اُولی انجیلوں میں پایا جاتا ہی۔ اور عبرانیین کے ۵ باب
میں بھی اجمالاً نہایت دلسوز بیان ہوتا ہی، آیت اپنے مجسّم ہونے کے دنوں میں
بہت رو رو اور اشک بہا بہا کر اُس سے جو اُسکو موت سے بچا سکتا تھا دُعائیں
اور منّتیں کیں اور تحمّل کے سبب اُسکی سُنی گئی +

بعض لوگ بے تمیز اور بے سوچ جو یہہ ظن خلاف قیاس اور غیر واجبی اِس
آیت مذکورہ سے نکالتے ہیں کہ مسیح نے جو رو رو کر اور آنسو بہا بہا کر بانکسار و تضرّع
و منّت و سماجت اپنے باپ کے حضور میں دعائیں کیں تو صرف ایک ہی سوال
و درخواست کرتا تھا اور ایک ہی غنیمت اور فائدہ اِتنی شدّت و جوش و جنبش سے
طلب کر رہا تھا یعنی کہ اُسکی جان اِس تلخ صلیبی موت سے بچ جاوے۔ اگر
وے صاحب اعتراض اِس ماجرے کی تمام حقیقت اور کیفیت پر ذرا غور اور
قدرے سوچ کرتے اور علم اخلاق کے قواعد کی ذرا تحقیق و تجسّس کر کے معلوم کرتے
کہ عالی ہمت اور حوصلہ مندوں اور خصوصاً مردان خدا اور مشائخ و انبیاء کے دلوں
میں تردّدات کس طرح سے پیدا ہوتے ہیں تو یقین کرتے کہ اِتنی شدّت کی اندرونی
کشتی بازی اور سخت تنگی اور جگر سوزی ایک خواہش اور رغبت کی تیزی سے پیدا

نہیں ہوتی اِسقدر کہ جسقدر دو خواہشوں اور رغبتوں کے جنگ وجدال باطنی
سے جو باہم تناقُض وتنازع رکھتے ہیں۔ اور اگر وے صاحب اعتراض اِس ماجرے
کا وہ مفصّل بیان جو متی کی انجیل کے ۲۷ باب میں پایا جاتا ہی غور سے ملاحظہ کریں
توصاف دیکھینگے کہ جس وقت خداوند زیتون کے باغ میں جان کندنی کے سے
تلخ آزار والم میں تھا تو دو فکر اور درخواست متفرّق اُسکے پاکدل میں پیدا ہوئیں۔
کہ طرفین کے کشمکش اور جدّ وجہد سے وہ کُشتی ہیبت انگیز مدّت تک جاری رہی۔
ایک اُن دونوں میں سے اِس تلخ موت سے رہائی پانے کی اُمید اور خواہش
جو ہر ایک حیوان قطع نظر از اِنسان کے خواص وشرایط وجود میں سے ہی۔ یہانتک
کہ اُسکے موجود نہ ہونے سے اِنسان کے کمال اور حقیقت وجود میں خلل آجاتا اور
دوسری خواہش پدرانہ مرضی کی تکمیل اور تعمیل تھی اور جو شاید پوچھا جاوے کہ پدرانہ
مرضی کون اور کسطرح اور کس بات کی تھی توصاف جواب اِس سوال کا یوحنّا
رسول کے ۶ باب کی ۳۹ آیت میں بتلایا جاتا ہی۔ اور باپ کی مرضی جس نے
مجھے بھیجا ہی سو یہہ ہی کہ میں اِن میں سے جو اُس نے مجھے دئیے ہیں کسیکو نہ کھوؤں
بلکہ اُسے آخری دن میں پھر اُٹھاؤں اور جس نے مجھے بھیجا ہی اُسکی مرضی یہہ ہی
کہ ہر ایک جو اِبن کو دیکھے اور اُسپر ایمان لاوے ہمیشہ کی زندگی پاوے ✣

پس اِس ہولناک اور سہمناک ساعت میں یہہ دونوں گویا میدان جنگ
میں اُترکے مقابل کھڑے ہیں ایکطرف سے اِس تلخ موت کا اندیشہ جسکی تلخی

محض درد ہی کے ترس ولرزش سے نہیں ہوئی بلکہ اِس امر سے کہ گناہ کا اَجر اور
پھل موت ہی اور قیاس لازم ہی - کہ جسقدر وہ خدا کا بیداغ برّہ صفائی اور پاکی کے
سبب گناہ کی حسّ خبث سے گریزاں تھا اُسیقدر اُسکے پھل اور اَجر سے بھی یعنی موت
سے بھی گریز اور نفرت اور غیرت بے اختیاری سے متنفّر تھا - پر دیکھو دوسری طرف
سے وہ کمال اِتفاق اور اِنقیاد اور امتثال خدا کی مرضی کی جسپر مرضی کے حق میں
اُس نے فرمایا تھا کہ اُسی کو پورا کرنا میری خورد ونوش ہی - اور یہہ بھی کہا تھا کہ میں
ہر دم وہی باتیں کیا کرتا ہوں جو اُسکو خوش آتی ہیں تو خداوند اِس پاک مرضی کے
پورا کرنے اور عمل میں لانیکا نہایت حدّت وشدّت سے آرزومند تھا - اِسی مرضی
پر قربان ہونیکے لئے وہ نہایت تنگی سے دل بستہ اور پابند تھا - ہاں بلکہ اِس محبّت
سے جو اُسکے دل میں بھری تھی اُسکے باپ کی طرف جس کی قضا وقدر کے بموجب
اِس میدان جنگ میں اُترا تھا - اور اِس جماعت عامہ مقدّسہ کی طرف جسکی جان
کے عوض اپنی جان فدیہ اور ذبیحہ کے طور پر سپرد کرنیوالا تھا - ایسی نہر فراوان اور
موج زن اور پُر جوش اُمنڈتی چڑھتی آئی تھی جسکی برداشت وگنجایش نہو سکے +
اور اگر شاید کوئی صاحب یہہ جانے کہ اِس رسالہ کا مصنّف اپنے جوش سے
مبالغہ کی باتیں بول رہا ہی نہ صحیح ہوش واعتدال کے ساتھہ تو اُس سے یہہ
عرض ہی کہ جو انجیل متی کے ۲۶ باب کی ۳۹ و ۴۲ و ۴۴ آیات کو پڑھہ لے اور اُن
آیات کی شہادت مکرّر سہ کرّرسے اِن بھاری باتوں کا انفصال اور فیصلہ کرے

کہ موت کا اندیشہ کہاں اور اپنے آسمانی باپ کی مرضی کو پورا کرنیکی خواہش اور
عزم جزم کہاں - تو اُن آیتوں میں سے ہر واحد میں حقیقت حال اِس ماجرے کی
صاف دریافت اور ظاہر ہوتی ہی - کہ اگرچہ وہ موت کا اندیشہ نفرت آمیز خدا کی
پاک مرضی بجالانے اور ادا کرنے کے خلاف اپنا سر اُٹھا سکتا تھا تو بھی حقیقت میں
وہ امکان مُجادلہ کسی وقت وجود اور عمل میں نہیں آیا پر ہر وقت ایک ہی عاقبت
اور انجام دکھائی دیتا ہی یعنی وہ اندیشہ موت کا کامل تسلیم سے اور گویا اپنی مرضی
کی خود کُشی سے قربان ہوگیا اور زیر و مطیع بھی ہوا - انجیل متی ۲۶ باب ۳۹ آیت
اور کچھہ آگے بڑھکر مُنہہ کے بل گرا اور دُعا مانگتے ہوئے کہا کہ ای میرے باپ اگر
ہو سکے تو یہہ پیالہ مجھہ سے گذر جاوے تو بھی میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی کے
مطابق ہو ۴۲ آیت - پھر اُس نے دوبارہ جاکر دُعا مانگی اور کہا کہ ای میرے باپ
اگر میرے پینے کے بغیر یہہ پیالہ مجھہ سے نہیں گذر سکتا تو تیری مرضی نہ میری مرضی
۴۴ آیت اور اُنہیں چھوڑکر پھر گیا اور وہی بات کہکر تیسری بار دُعا مانگی +

پس اِن ثلاثہ آیات بالامتی کی انجیل سے ثابت ہی کہ اِس دلی مجادلہ اور دُعا و
سوال کے جوش و حدّت کی تین بڑی نوبتیں تھیں - اور اُن تین نوبتوں کا ایک ہی
انجام تھا یعنی یہہ کہ اندیشہ موت کا مفتوح ہوا لیکن خدا کی مرضی کی اطاعت اور
فرمانبرداری بالکل غالب ہوگئی - آفتاب نیمروز کی طرح ہر صاحب عدل و تمیز پر
صاف روشن ہی اور بُرہان قطعی اِس بات کی خط عبرانئیں کے باب مذکور کی اِس

۷ آیت سے صادر ہوتی ہے چنانچہ وہاں لکھا ہے کہ جس امر کو ہیبت آمیز تسلیم کرتا تھا اُسی امر کے باب میں اُسکی دُعا سُنی گئی اور منظور ہوئی ✢

پس ای صاحبو میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں کہ مسیح کی دُعا کس بات کے حق میں سُنی گئی اور مقبول ہوئی آیا موت کے اندیشہ کے حق میں یا کہ اپنے باپ کی ادائے رضا کے حق میں آپ ہی کرہًا وطوعًا اِس بات کے مقر ہونگے۔ کہ ادائے رضا وقضا اور تسلیم حق میں سُنا اور منظور کیا گیا ✢

پس حاصل کلام کہ جو تقریر اِس آیت میں پیش آتی ہے کہ رو رو کر اور آنسو بہا بہا کر مسیح نے دُعائیں اور منتیں کیں۔ سو مراد اِس تقریر کی خصوصًا وفضلًا نہ وہ موت کا نفرت آمیز اندیشہ تھا بلکہ وہ مجادلہ اندرونی جس میں وہ اندیشہ اور لرزش تلخ موت کے روبرو جو انسان حقیقی کے شرایط وجو جنسیّہ میں سے ہے تسلیم و انقیاد کی برقراری سے دبایا گیا یہانتک کہ نیست و نابود ہو گیا ✢

اِن خیالات پر لحاظ اور سوچ کرنیکے بعد زیادہ صفائی اور آسانی سے اِس مسئلہ مذکور کا جواب ہوسکتا ہے کہ وہ غمگین باربردار جو بہت زبوروں میں متکلّم ہے۔ کیوں اِتنی منّت وخضوع وخشوع سے اپنے دُکھوں اور دردوں کے ردّ ورفع ہونے کے لئے دُعا وسوال کرتا ہے۔ چنانچہ اب معلوم ہو گیا ہے اِن دلائل قبل سے کہ مسیح اپنی جان کے خوف وخطرے سے متردّد ومضطرب نہیں تھا۔ پر اُسکی پیش بینی اور دوراندیشی اُسکے برگزیدہ ورہانیدہ قوم کے آئیندہ احوال کی طرف اِلتفات

کرتی تھی جنکو جلال وحیات پہنچانے کے لئے پدرانہ مرضی کے بموجب وہ مجسم بھی
ہوگیا تھا۔ اور بحسب مقتضائے کہانت اور بحسب شرایط عہد و میثاق اپنی جان کو
نذرانہ و قربان بھی کرنیوالا تھا۔ تو اسی خاص قوم کا نام لیکر اور بڑی محبت و دردمندی
سے اُن کی یاد داشت کرکے اُنکے دُکھوں کے سبب اسفل گہرائی پر سے اور عین
غایت سے زاری و فریاد کرتا ہی۔ اور اُنکا وکیل و عوضی ہوکر اُنکی طرف سے معروض
باپ کے حضور میں پہنچاتا ہی اور اُنہیں کے لئے اظہار ملامت اور اقرار خطا بطور
استغفار کے اُنکی حقیقت حال کی پوری واقفیت سے زبان پر لاتا ہی۔ اور یہہ امر
اتنا جائے تعجب و تحیر نہیں جتنا کہ بڑی تسلی اور تقویت کا باعث ہی۔ ان اصحاب
ایمان اور عرفان کے لئے جنہوں نے کچھہ اِس راز کی فہمید میں دخل پایا ہی کہ مسیح
نے اپنوں یعنی اپنے مجازی بدن کے عضوونکو کیسی پوری مرافقت و یگانگت میں
اپنے ساتھہ ملایا ہی۔ اور اُنکے لئے اُسکی دعاؤں اور شفاعت کی کیا ہی کاملیت
اور منظوری ہوتی ہی خاصکر اُس شفاعت کی جو مزامیر بالا کے مضمون میں درج
ہی۔ کہ ای میرے باپ میری خطاؤں اور گناہونکو یعنی میری جماعت برگزیدہ کی
جو تمام جہان میں منتشر ہی شر و خطا کو عفو کر اور اِس شر و خطا کے سبب عقاب و
عذاب کو یعنی ملامت و ظلمات اور اندیشۂ مرگ اور اُن کی مانند غم و اندوہ کو
خفیف کر اور شکستہ دلوں پر مرہم لگا اور گھائلوں کے زخمونکو باندھہ۔ اور اِتنا
اِنکا درد دُکھہ جسمانی جتنا کہ روح و جان کی غمخواری اور اندوہ کو محو کر اور بلاشبہ

ہر ایک شخص کے لئے جو روح اور قول وفعل میں خدائے حقیقی کا اور اُس بادشاہت ربّانی کا جو اہل ایمان کے قلوب اندرون میں قرار پاتی ہی ڈھونڈھنیوالا ہی لازم ومناسب ہی کہ خیال اور یقین دلنشین رکھے - کہ ای میری جان یہہ شکوہ وفریاد ونالہ وگریہ جو مزامیر بالا میں اِس باربردار کے حق میں معروف ہیں چاہیئے کہ تو اپنی ہی حضور میں لاوے - اور وہ اقرار واظہار گناہ اپنی طرف منسوب کرے اور سوچ وغور بھی کرے کہ تیری ہی خاطر تیرے شفیع اور درمیانی خداوند مسیح نے یہہ خشوع وخضوع کی باتیں اپنی زبان پر لاکر عفو ومغفرت کی باتیں معروض کیں کہ یقین کر کہ وہ احبّ المحبّین تیری خاطر اِس بارگراں کا متحمّل ہوا - اور دریغ و دلفگاری کی تلخ آوازیں نکالیں اور تیرے لئے وہ لعن وطعن اُٹھائے - اور اِس رنج وآزار کی نہ بطور قیاسی وصوری بُردباری کی پر اِس جسم حقیقی عنصری میں جو حضرت مریم سے مولود اور بدست خصومت وشرارت مصلوب بھی تھا - اور یوسف کی قبر میں مدفون اور خدا باپ سے ملتجی ہوکر مُردوں میں سے نخست زادہ اور ثمرۂ اوّل ہوکر قبر سے اُسے برخاست کیا - ای میری جان اِسی بدن میں خداوند مبارک نے تشنگی اور گرسنگی اور تاب ومحنت اور ماندگی اور سنگساری کی برداشت کی - اور تیری خاطر بے خوان وتوشہ اور بے خانہ وسرائے اور قابل فساد وزوال ہوگیا - اور ہر صورت سے مسکینی اور عبودیت کے لوازم کو غیر از گناہ اُٹھایا - وہ نفس کہ انسان کامل کی جہل ذات سے تعلق نہیں رکھتا تھا اُسے قبول فرمایا - تو جب

یہہ سب امور واقعیہ نہ صرف اِنجیلوں سے بلکہ زبوروں اور نبیونکی شہادت سے واجب التسلیم ہیں تو تجھہ پر کیا فرض ولازم ہی۔ مگر یہہ کہ اِن خطاؤں سے جنکے ظلم وجفا سے اِس مخلص عالم نے اِتنے بھاری داموں سے تجھے خرید لیا ہی متنفر اور دست بردار رہے۔ اور اُسکی قدرت معہود پر تکیہ لگا کر اُنکے سب آثاروں اور علامتوں پر غالب اور فتحیاب نکلے اور اِس عزم جزم میں قایم ودایم رہے کہ تو کبھی اِس جانی دوست اور برادر عزیز کو اپنے تجرّد اور بغاوت اور خیانت سے غمگین نہ کرے ✣

اِس امر میں جاننا چاہیئے کہ اِس احبُّ النّاس نے وقت بوقت اپنے حواریوں کو بقدر اُنکی برداشت اور اِستعداد کے جو اپنے دُکھوں کی غائیت اور اِنتہا سے آگاہ اور مطلع کیا۔ اور اِس سے کہ کسطرح اپنی رحلت اور اِنتقال کے قبل وہ اپنی خاص قوم سے ردّ اور مظلوم ہوگا۔ اور غیر قوموں کے ہاتھہ میں حوالہ کیا جائیگا۔ اور ہر چند کہ وے رسول اپنے ضعف اور ضلالت ایمان کے سبب اِس آخری رنج والم کی اِطلاع سے مضطر اور سراسیمہ ہوگئے تاہم خداوند نے بتاکید تمام اِس بات کو اُنکے دلوں پر منقّش کیا۔ کہ شرفاء اور علماء یہود اور اہل روم بموجب اپنے مزاج اور تشنگی خون بیرحم کے میرے قتل کے منصوبے باندھنے میں باہم متفق ہونگے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنے سب منصوبوں سے محض اِتنا ہی حاصل کرینگے کہ خدا تعالیٰ کے مقرّر ارادہ اور انبیاء سلف کی پیشخبریونکو عمل میں لاوینگے

اور سرانجام کرینگے - اور خصوصاً حضرت داؤد کی کتاب مقدّس کھولکر اُسی کے اصل مضمون کی تشریح اور تفسیر کرکے اپنے نذرانہ اور ذبیحہ ہونے کی کیفیت حال کو اُنپر روشن کیا تاکہ اُنپر اور سبھوں پر معلوم ہو جاوے کہ بعید از آن کہ خدا کی رضا وقضا میرے دُکھہ اور موت کے سبب باطل ٹھہری - اِس میری موت مصلوبی کے درمیان وہ قدیمی مشورہ اور مصلحت خدا کی عین سرانجام ہوتی ہی اور میرے باپ کے جلال کا اظہار اور اشعار ہی اور وہ تخم نئی حیات کا جس سے اصحاب نجات کی فصل مراد کاٹی جائیگی - اِس پژمردہ عالم کے کھیت میں بویا جاتا ہی اور بعد مرنے کے عجیب طور پر بار آور ہوگا +

اب چاہیئے کہ صحیفۂ زبور سے بعض آیتوں کو نکالیں جن سے وے خاص امور مراد ہیں جو مسیح کی صلیبی موت میں واقع ہو گئے - بعض ایسی ہیں کہ اُن میں اُن واقعات کا خلاصہ اجمالاً مذکور ہی اور بعض ایسی ہیں جو اُن واردات کو مفصّل بیان کرتی ہیں اِنشاءاللہ ہم ہردو صورتوں کی آیات کو بطور نقل باترتیب نکالینگے +

اوّلاً اِس امر پر کہ خداوند مسیح اپنی ہی خاص قوم سے ردّ اور حقیر ہوگا اور ہیچ جانا جائیگا ۱۱۸ زبور کی ۲۲ آیت بصراحت تمام دال ہی وہ پتھر جسے معماروں نے ردّ کیا کونے کا سرا ہو گیا +

ثانیاً دوسرے زبور کی ۱ و ۲ آیتوں سے یہہ بات ثابت ہی کہ ردّ ہونا مسیح کا نہ صرف یہود کی برگزیدہ قوم سے وقوع میں آنے کو تھا بلکہ از جانب ملوک

غیر قوم اور اُنکے بادشاہوں اور لشکروں سے کہ وے ابنُ اللہ کے حلقہ بگوش اور مُطیع ہونیکا دعوی اُسنکر ہجوم وشورش وجوش وجنبش کی حالت میں نہایت غصّہ کرینگے اور خدا کی اِس بادشاہت اور ہیکل کو جس کی اصل وبنیاد نبی ورسول ہیں اور کونیکا پتّھر خود مسیح ہی شکستہ اور خاک آلودہ کرنیکا منصوبہ باندھینگے قومیں کسلئے جوش میں ہیں اور لوگ باطل خیال کرتے ہیں زمین کے بادشاہ سامھنا کرتے ہیں اور سردار آپس میں خداوند کے اور اُسکے مسیح کے مخالف منصوبہ باندھتے ہیں کہ آؤ ہم اُنکے بند کھول ڈالیں اور اُنکی رسّی اپنے سے توڑ پھینکیں ✣

ثالثاً ایک خاصیت اِس ظلم وستم کی جسے خداوند اور اُسکا بدن مجازی اہل خلاف کی طرف سے اُٹھانیوالا تھا سویہہ ہی کہ وے ظالم جسقدر تک اِس مُنجی العالم کو مضروب اور مغموم کرینگے اُسیقدر جانینگے کہ خدا تعالیٰ ہماری عبادت اور بندگی کو منظور کرتا اور حق ٹھہراتا ہی اور وے اپنی دانست میں نہایت صواب اور فارق حقیقت اور ہر فضیلت وصلاحیت میں فائق اور خدا کے گھر میں اپنے اعمال حسنہ پر متکبّر اور فخّار ہونگے۔ مثلاً ۳۵ زبور کی ۱۹ و ۲۱ و ۲۵ و ۲۶ آئیتوں میں یوں لکھا ہی نہ ہو کہ وے جو ناحق میرے دشمن ہیں مجھہ پر خوشوقت ہوں۔ اور وے جو بے سبب میری خصومت کرتے ہیں مجھہ پر پلک ماریں۔ اور اُنہوں نے مجھہ پر اپنا مُنہہ پسارا ہی اور کہتے ہیں آہا آہا ہماری آنکھوں نے یہہ دیکھا وے اپنے دلوں میں کہنے نہ پاویں یہی ہم چاہتے تھے۔ اور وے نہ کہیں کہ ہم اِسے چٹ

گر گئے وے جو میری مصیبت سے خوش ہوتے ہیں رسوا اور شرمندہ ہو دیں اور جو
میری دشمنی پر پھولتے ہیں رسوائی اور شرمندگی کا لباس پہنیں۔ اِس مضمون سے
متفق اَور بھی کلمات حضرت داؤد کے ۱۸ از بور ۱۶ و ۶۹ زبور ۶ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ آیتوں
میں ہیں کیونکہ میں کہتا ہوں کہ نہ ہووے کہ مجھ پر خوشی کریں اور جب میرا پانوں
پھسلے تو وہ دیکھکر پھولیں اور پھر جب میں نے ٹاٹ کا لباس پہنا تو اُنہوں نے
مجھے ضرب المثل کیا وے جو آستانوں پر بیٹھتے ہیں میری بابت بکتے ہیں اور نشہ باز
میری بابت گاتے ہیں ✢

اور خداوند مسیح کے دُکھوں کے اُس وزن و وثاقت کی صورت پر صاف
دلیل حضرت یسعیاہ کے ۵۳ باب ۳ و ۴ آیتوں میں پڑھی جاتی ہی۔ وہ آدمیوں
میں نہایت ذلیل اور حقیر ہی وہ مرد غمناک اور آشنائے رنج ہی ہم اُس سے گویا
رو پوش تھے اُسکی تحقیر کی گئی اور اُسے حساب میں نہ لائے یقیناً اُس نے ہماری
مشقتیں لے لیں اور ہمارے غمونکا بوجھ اُٹھالیا اور ہم نے اُسکی اتنی قدر جانی
کہ وہ خدا کا مارا کوٹا اور ستایا گیا ہی۔ اور متی کی اِنجیل کے ۲۷ باب کی ۴۳ آیت
سے معلوم ہوتا ہی کہ یہود کے کُہنہ روسا نے خداوند مسیح پر طعنہ زنیاں اور تہمتیں
لگائیں تو اِس بدگوئی میں وہی تلفظات اور عبارات داخل کرلئے جن کی خبر
پیش از وقوع حضرت پر اُتری تھی اور اُسکے ۲۲ زبور کی ۷ و ۸ آیت میں مرقوم ہی
اور موافق اِس قول کے یہود کی وہ کذب اور مکر آمیز عذر خواہی تھی بجواب اُس

سوال کے جو خداوند نے اُن سے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے باپ کے بہت سے
اچھے کام تمہیں دکھائے ہیں اُن میں سے کس کام کے لئے تم مجھے پتھراؤ کرتے
ہو پس اُنہوں نے اُسکے جواب میں یہہ کہا کہ ہم تجھے اچھے کام کے لئے نہیں بلکہ
اِسلئے پتھراؤ کرتے ہیں کہ تو کُفر کہتا ہی اور اِنسان ہو کر اپنے تئیں خدا بناتا ہی یوحنا
۱۰ باب ۳۲ و ۳۳ آیت - اور یقین ہی کہ حضرت کے احوال کو اِس مصیبت کے امر میں
بڑی مرافقت خداوند مسیح کے ساتھ تھی - چنانچہ وے مکّار اپنے محبّ و خیر خواہ
کا مجروح اور مظلوم ہونا عین اپنے فخر کا باعث اور بدزبانی کو اپنے حسنات اور اوصاف
کے شمار میں حساب کر رہے تھے - ہاں بلکہ اپنی وحشت مزاجی اور سیرت اور طینت
شیطانی اور خونخواری کو اِسی بات میں عیاں و بیاں کرتے تھے کہ نئی نئی تہمتیں
اور رسوائیاں حوادث کی سختی اور اشدّ جعلسازی میں ہر حکمت و حیلہ کو حلال اور
روا بلکہ مستحسن بھی جانتے تھے - تاآں ساعت کہ اُس خون ناحق کی نشہ بازی سے
مست ہو کر ایک دل اور ایک زبان سے چلاّ چلاّ کر اِس لعنت آمیز درخواست و سوال
پر مدّعی ہو گئے جسکا زہر ہلاہل کا سا پھل آجتک چکھتے چلے آئے ہیں - کہ اِسکا خون
ہم پر اور ہماری اولاد و نپر لگا رہے پر اِس امر میں ہزار ہا شکر گذاری اونکے لائق ہی کہ اصحاب
شرارت و خصومت سے گو کتنی ہی حکمتیں اور حیلہ بازیاں اور جدّ و جہد و منصوبجات
وغیرہ ہوئے - مگر اِن سبھوں سے ایک ہی نتیجہ ہوا کہ مسیح وہ برّہ بے عیب
اور بیداغ اور ہر فعل و قول و خیال کی خطا سے مبرّا ٹھہرا - اور تب سے آج تک

پُشت در پُشت ہزارہا جھوٹھے گواہ اِس امر کے ثبوت کیواسطے گانٹھے گئے اور
ہزارہا مجلسونکے بیچ ہزارہا قاضی اِسی مقدّمہ کے فیصلہ کرنے کے لئے مسند نشین
ہوگئے ہیں۔ کہ خداتعالیٰ نے اِس اقدس المقدّسین کو نہ خطاکاروں کا بوجھہ بردار
کیا بلکہ خود مُجرم اور خطاکار اُسیکو ٹھہرایا۔ باوجود اِسکے بھی اُنکی مراد بر نہ آئی اور اِتنی
اِتنی کوششوں اور ہنر اور حکمت کی پیچپیشوں سے صرف یہی ایکبات نکلی ہو کہ وہ
خداوند سراد نمونہ قدوسیت کا اور اکیلا چشمۂ صفائی کا اُنکے لئے ہی جو خواہاں اور
آرزومند ہیں کہ اِس قول وزنی اور سنجیدگی توریت کے شنوا ہوکر تابع بھی ہوں۔
کہ تم پاک ہو کہ میں خداوند تمہارا خدائے پاک ہوں۔ اور اگر شاید ممکن بھی ہوتا کہ کسی
قاضی عادل اور راست کی مسند سے کوئی مسئلہ مخالف صادر ہوتا تو بھی کون ایسا
فتوی ہوسکتا کہ جمہور عالم کے متفق شہادت کے مقابل قائم رہ سکتا کون شرمندہ
اور لاجواب نہ کھڑا ہوگا جب خداوند آپ ہی اُس معترض کے روبرو وہ قول فرمائیگا
جیسے یہوہ سے متکلّم ہو کر فرمایا تھا یوحنّا ۸ باب ۴۶ آیت کون تم میں سے مجھہ پر
گناہ ثابت کرتا ہو۔ اگر میں سچ کہتا ہوں تو تم مجھہ پر کیوں ایمان نہیں لاتے ہو
جو خدا کا ہو خدا کی باتیں سُنتا ہو تم اِسلئے نہیں سُنتے ہو کہ تم خدا کے نہیں ہو۔ اور
۳۵ زبور ۱۱ و ۱۲ آیتوں کی بھی ویسی ہی گواہی ہو۔ جھوٹھے گواہ اُٹھے ہیں وے مجھہ
سے وہ سوال کرتے ہیں جس سے میں آگاہ نہیں وے نیکی کے عوض مجھہ سے بدی
کرتے ہیں وہ میری جان کو بیکس چھوڑتے ہیں +

اے صاحبو ذرا سوچکر دیکھو کہ مسیح کے حلم اور برداشت کا مزاج کیا ہی برعکس
تھا محمد صاحب کے مزاج سے جس شخص کی بات راویان معتبر سے تسلیم ہو چکی کہ
سوسو اور ہزار ہزار یہود کے خون و قتل کے تماشابین اتنی ناہمدردی اور لاپروائی
سے تھے کہ اُنکی روح اور رنگ میں کچھہ تبدیلی نہ ہوئی۔ اور مسیح کی جانفشانی اور
خودنثاری کی کون مرافقت بعید بھی ہوسکتی تھی اِس صاحب کے ساتھہ جس نے
شہروں کے تسلط اور تسخر کے جنگ وجدال کے غنائم میں سے ایک چوتھائی
اپنے حصّہ کی علیحدہ کرائی۔ اور پھر یہہ جُرأت کون صاحب تعصب کرکے اپنے
خواب وخیال میں بھی ایسا جانے کہ پاکی اور صفائی اور نفس امارہ سے کمال
پرہیز کے امر میں مسیح کے ساتھہ محمد صاحب کو جائے تفضّل اور رُتبہ کبریائی ہو۔
درحالیکہ وہ اِس جسارت کی غایت تک پہنچ گیا کہ قول وکلام اللہ کو اپنا ہی
قبیل کرنا چاہا۔ ازآنرو کہ خصوصًا اُسی کے لئے درباب تزوج کے شریعت اللہ
کی تخفیف اور تلین ہوجاوے بآنقدر کہ جو باقی خلق اللہ کے لئے ممنوع وحرام تھا
صرف اُسکے لئے حلال ہوجاوے۔ یہہ جائے تعجب ہی پر توبھی اگرچہ اِس امر
میں مفروق اور متمیز ہونا ایسا آسان معلوم دیتا ہی کہ طفل شیرخوار مشکل اِس میں
مطالعہ کرسکتا ہی توبھی اصحاب عقل وفراست اِس بات سے ضال اور فریب
کش ہیں +

بعض نام کے اصحاب عقل وفراست اِس امر میں ایسے خام خیال اور

جاہل مطلق رہتے ہیں کہ درباب صفائی وپاکیزگی دل محمد صاحب کو خداوند مسیح
کا ہم رُتبہ اور طبقہ بتاتے ہیں۔ بلاشبہ باعث اِس ضلالت اور کورچشمی اُنکی کا
یہہ ہی کہ جو انجیل یوحنا کے ۳ باب ۱۹ آیت میں مرقوم ہی کہ نور جہان میں آیا اور
اِنسان نے تاریکی کو نور سے زیادہ پیار کیا کیونکہ کام اُنکے بُرے تھے یعنی اکثر الناس
ایسا مذہب اور ملّت چاہتے ہیں جس میں تخفیف شرع ہو۔ اور خدا کے سخت امر اور
نہی کی کچھہ تلیین ہو اور ہوائے نفس کی کچھہ اجازت ہو اور اصحاب بدمزاج
اور بدمعاش رسومات دنیوی کو بجا لانے سے اپنے اخلاق اور خوئے وخصلت
کی معیوبی اور خرابی کا کچھہ مبادلہ کر سکیں۔ اور کلمۂ استغفار بعوض انقطاع بدشہوتوں
کے مقبول ہو جاوے۔ اور اِس سے معلوم اور ثابت ہی کہ محض جہالت ہی سے
اور اصول اور حقائق دین کی نابینائی سے وہ خام تصوّر پیدا ہوتا ہی جو ڈیون
پورٹ صاحب کی کتاب میں لکھا ہی۔ ازآن جہت کہ طالبان حقیقت کی آنکھوں
میں گرد وغبار ڈالے یعنی یہہ تصوّر کہ بعض مسیحی فرقے کے بادشاہ بہت خونخوار
اور ظالم اور عہدشکن ہو گئے ہیں۔ اِسلئے اُنکا دین قابل ایجاب نہیں ہی۔ ازبرائے
آنکہ اِسقدر اصل سوال یہہ نہیں ہی کہ اصحاب مذہب کیسے یعنی دین کے کلمہ خوان
کون کون روش ورفتار اتفاقاً اختیار کرتے ہیں پر یہہ کہ خود دین ہی اپنے
اصول اور حقایق میں کیسا ہی۔ اور وہ مزاج اور طبیعت خاص جو اِن حقایق اور
احکام پر مبنی ہی اور اُنپر مستقر ہی سو کیسی ہی۔ ازآنرو کہ جسقدر نیک صورت باطنی

وبیرونی اُسکے نقشہ پر منقش ہی اور اُسکی عین روح اور جان اُنکی روح اور عادت
اور عمل میں حلول اور تحلّل کرتی ہی۔ اُسیقدر وہ مزاج طہارت اور صفائی میں پہنچتے
اور اُس میں ترقی اور تکمیل پاتے ہیں۔ تو اگر شاید کوئی شخص ظاہراً مسیح کی برادری
سے ہو پر در باطن نشہ باز یا رنڈی باز یا ظالم اور لٹیرا یا دوزنوںکا کمبخت شوہر ہو
صاحب مذہب تو شاید ہو سکے پر اہل دین سے محروم ہی اور ورثاء عہد کی برکتوں
سے بے بہرہ ہی۔ چنانچہ یوحنّا رسول کے پہلے خط عام کے اوّل باب کی
۵ آیت میں ہی کہ وہ خبر جو ہمنے سنی اور تمہیں دیتے ہیں سو یہی ہی کہ خدا نور ہی
اور اُس میں تاریکی ذرا بھی نہیں اگر ہم کہیں کہ ہم اُسکے ساتھہ شرکت رکھتے ہیں
اور تاریکی میں چلتے ہیں تو جھوٹھہ بولتے ہیں اور سچ پر عمل نہیں کرتے ٭
رابعاً خداوند مسیح کے دُکھوں اور غموں کی ایک خاصیت یہہ ہی کہ
اپنے اصحاب خصومت ظاہری کی نسبت اپنے دوستوں اور رفیقوں کی طرف
سے زیادہ آزار اور تکلیف کھینچی۔ اور بہ نسبت کینہ خواہ دشمنوں کے عین مقرّبوں
کی خیانت اور بیوفائی سے زیادہ مجروح اور مضروب تھا۔ چنانچہ ذکریاہ نبی کے ۱۳ باب
کی ۱۶ آیت میں معروفاً بابت اِس امر کے لکھا ہی اور ایک اُس سے پوچھیگا کہ تیرے
ہاتھوں پر یہہ کیا زخم ہی تو جواب دیگا وے زخم ہیں جو مجھے اپنے دوستونکے گھر میں
لگے۔ اور خاص اشارہ اِس امر سے حضرت داؤد کے ۴۱ زبور کی ۹ آیت میں پایا
جاتا ہی میرے اُس جان پہچان نے بھی جسپر مجھے بھروسا تھا اور جس نے میرے

ساتھہ روٹی کھائی مجھہ پر لات اُٹھائی۔ اور خود مسیح نے اِس آیت کو اپنی حقیقت
حال کی طرف محمول کیا یوحنا کا ۱۳ باب ۱۸ آیت میں تم سب کی بابت نہیں کہتا
ہوں میں جانتا ہوں جنہیں میں نے چُنا ہی لیکن یہہ ہوتا ہی تاکہ نوشتہ پورا ہووے
اُس نے جو میرے ساتھہ روٹی کھاتا ہی مجھہ پر لات اُٹھائی ÷

اور سوائے اِسکے دو اور اوصاف وصریح پیشین گوئیاں اِس بیوفا کی شرارت
اور اُسکی عاقبت کی تباہ حالی عبرت آمیز الفاظ میں انگشت نما کرتی ہیں یعنی
۱۰۹ زبور کی ۴ آیت سے ۸ آیت تک یوں لکھا ہی کہ اُنہوں نے میری نیکی
کے عوض بدی کی جزا دی اور محبّت کے عوض عداوت کی تو ایک شریر کو اِسپر
قایم کر اور اِسکے دہنے ہاتھہ شیطان کو کھڑا کر۔ کہ جب اُسکی عدالت کیجاوے
تو وہ مجرم ٹھہرے اور اُسکی دعا پھر گناہ ہو جاوے۔ اُسکے دن تھوڑے ہوں
اُسکا عہدہ دوسرا پاوے ÷

واضح ہو کہ اِسی آیت کو پطرس نے رسولوں کے اعمال کے ۱ باب میں
یہودا اسقریوطی کی خیانت کی طرف منسوب کیا اور ذکریا نبی کے ۱۱ باب ۱۲ آیت
کا قول اِسکے موافق ہی اور میں نے اُنہیں کہا کہ اگر تمہاری نظر میں بھلا لگے تو
میری قیمت مجھے دو اور نہیں تو مت دو۔ اور اُنہوں نے میرے مول کی بابت
تیس روپئے تو لکے دیئے اُس اچھی قیمت کو جو اُنہوں نے میرے لئے
ٹھہرائی تھی ÷

اور اسی مردود اور مسیح کے مخالف کو پطرس رسول نے ۶۹ زبور کی بعض آیتونکا مصداق بتلایا تھا یعنی ۲۶ سے ۲۸ تک اور شک وشبہ نہیں کہ اِسی یہودا اسقریوطی پر ۵۵ زبور کی ۱۲ و ۱۳ آیتیں عائد اور صادق ہیں دشمن تو نہیں تھا جو مجھے ملامت کرتا تھا نہیں تو میں اُسکی برداشت کرتا نہ میرا کینہ رکھنیوالا تھا جو مجھہ پر بالا دستی کرتا تھا کہ میں اُس سے چھپ جاتا بلکہ تو میرے درجہ کا شخص اور میرا اُلفتی بندہ اور میرا جان پہچان تھا کہ ہم ایک ساتھہ راز شیریں بناتے تھے اور گروہ کے ساتھہ خدا کے گھر میں آیا جایا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی شخص یہہ جائے تعجّب اور تحیّر جانے کہ اُس ایک شریر فتنہ انگیز اور عہد شکن کے احوال کی اِتنی اِتنی پیشخبریاں کم سے کم چار یا پانچ پیشینگوئیاں بزبان انبیاء صادر ہوگئیں تو اِس شبہ کا اِرتفاع واجبی اور معقولی یہہ معلوم ہوتا ہی۔ درحالیکہ ایسے شخص کے مُرتد اور برگشتہ ہونے سے جو مسیح کے ممتاز اور مختص رفیقوں میں سے تھا بعض ضعیف اور نیم خام نومرید متردّد اور ایمان میں متزلزل ہو سکتے تھے تو خدا کی یہہ مرضی تھی کہ اِس ماجرے کی بڑی پیشخبری اور عبرت نمائی ہو۔ گویا کہ ضیاءُ الشّمس کے روبرو ظاہر اور روشن ہوجاوے۔ شائد نہ ہو کہ کوئی معترض قابو پاکر خدا کی حکمت یا خداوند مسیح کی پیش فہمی میں کچھہ اِشتباہ یا عیب چینی کا باعث پاوے۔ یا اُسکو خدا کی مشورت قدیمی کے مخلّ ومضرّ جانے اِسلیئے یہودا اسقریوطی وجالون یعنی مسیح کے مخالفونکے سلسلہ میں اوّل اور اُن سب کا پیشوا گِنا جاتا ہی اور

صحف انبیاء اور مزامیر داؤد میں بھی لعین من النّاس ہی جیسا کہ شیطان لعین من الارواح ہی اور روے لعنتیں جو مزامیر بالا میں اُسپر وارد ہوئی تھیں ایسی حیرت افزا اور ہیبت انگیز ہیں کہ کُل کلام اللہ میں اُن سے تلخی اور شدّت میں بڑھکر کوئی نہیں۔ اور اِس بد دُعا کی یہہ خاصیت ہی کہ کسی پر ہرگز نہیں کہی گئی مگر یہودا اسقریوطی اور اُسکی مانند دجّال آخری مسیح کے مخالفوں پر کہ وے سب اشخاص باقی سب اہل خلاف اور آباء فتنہ وفساد سے یہہ تفریق رکھتے ہیں کہ ہرچند بالاختصاص تمام مراتب فضل اور مدارج قرب ورفاقت میں افضل اور اعلیٰ درجہ تک سرفراز ہوگئے تھے۔ مگر پھر خیانت وتذویر کی طرف رجوع لاکر اوّل کینہ وفساد کے سر لشکر ہوئے اور گویا شیطان کے ہاتھہ میں آپ سے آپ بک گئے۔ اور اُسکے فاسد اور فاسق منصوبوں کی علّتیں اور وسائل ہوکر آتش جہنّم سے اپنی حرارت غصّہ وعداوت کو سُلگایا ✣

خامسًا پھر ذکریاہ نبی کے ۱۱ باب سے ثابت ہی کہ وہ تردید اور خیانت خاص جسکے سبب یہودا اپنے اُستاد اور خداوند کے خون وقتل کے منصوبے میں سرگروہ ہوگیا صرف اُس خیانت اور ناشکری عامہ وکلّیہ کی مثال اور تشبیہہ تھا جسکے سبب تمام قوم یہود آج تک مُجرم ٹھہری اور مُلک بمُلک آوارہ اور پراگندہ ہوکر مبادلہ اور جُرمانے اُٹھارہی ہی۔ چنانچہ بد دُعا کا طوق آہنی اپنی گردنوں پر لگائے ہوئے ہیں بآنقدر کہ یہہ قوم مطلقًا بیچارہ اور لاعلاج اور

آوارہ ہوگئی ہی۔لیکن ازاں باعث کہ عہد سلف ابراہیمی منسوخ ہونیکے قابل نہیں اور وہ عمدہ گڈریا جو اِس عہد کا ضامن اور مقبل اور رہین القول ہی اپنے اِقرار مستحکم سے نہیں ہٹ سکتا۔پس ہرچند کہ اُنہوں نے اپنے وکیل اور عوضی کو یہوداسقریوطی کے ہاتھ سے جس نے بطور بیوفائی اور نمک حرامی کے اپنے چوپان کو فروخت کیا خریدا تو بھی اُسی ذکریا نبی کے ۱۲ باب کی ۱۰ آیت سے یقین ہی کہ آخرالایام میں وہ قوم بیوفا اپنی مدّت مدید کے مردود اور مقہور کئے ہوئے گڈریئے کی طرف بڑی پشیمانی سے رجوع لائیگی۔چنانچہ مرقوم ہی اور میں داؤد کے گھرانے پر اور یروشلم کے باشندوں پر فضل کی روح برساؤنگا۔اور وے مجھہ پر جسے اُنہوں نے چھیدا ہی نظر کرینگے اور وے اُسکے لئے ماتم کرینگے۔جیسے کوئی اپنے اِکلوتے کے لئے ماتم کرتا ہی اور وے تلخکام ہونگے جیسے کوئی اپنے اکلوتے کے لئے تلخکامی میں پڑتا ہی÷

اِسلئے کوئی صاحب دید و دانش یہہ خیال نہ کرے کہ یہود کی روگردانی اور سرکشی کے سبب مسیح کی رسالت باطل اور ناکارہ نکلی ہرگز نہیں بلکہ وہ اِس بات سے بے لحاظ اور بے سوچ نہ رہے کہ شہادت انبیا اور مزامیر داؤد اِس امر پر عین متفق ہیں کہ عین خداتعالیٰ کی حکمت اور پروردگاری کی مشورت اِس تردید اور بیوفائی کے سربراہ اور سرانجام ہونے سے ذرا بھی نہیں رُکی اور نہ رُک سکتی تھی بلکہ یہود اور اہلِ رومؔ کے اِرادات متعیّنہ سے خدا کی مرضی کا پورا اِفتتاح ہوسکتا تھا۔چنانچہ سلیمان فرماتا ہی کہ قلب اِلانسان ہزارہا منصوبے

بدلتے ہیں پر جو خدا کے مشورے ہیں وہی قایم رہینگے اور اِسی سبب سے جب
خداوند مسیح کی ساعت اِنتقال قریب آپہنچی تھی اور غم والم نہایت درجہ تک پہنچگیا
تھا تب اُسکے حواریوں نے ہرچند کہ سابق میں کوتاہ بین اور سُست اِعتقاد تھے
زیادہ تسلّی اور تیقّن قبول کیا۔ ازبرائے آنکہ وہ پوری مطابقت اور موافقت جو
پیشینگوئیوں کو امور واقعی کے ساتھہ تھی زیادہ صراحت سے روشن اور مفہوم
ہوگئی۔ چنانچہ حضرت داؤد کے نوشتونکی بہت سی نہانی پیشینگوئیاں آشکارا اور
نمایاں ہوگئیں ✢

سادسًا ایک اور خاصیت نادر اور بےمثال خداوند مسیح کے الم و اندوہ
کی یہہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ابن وحید اور کلمہ ربّانی ہونے پر دعویٰ کرنا صرف
اُسی پر لازم و واجب تھا کسی غیر کو وہ دعویٰ ابنیت اور کلمیت کا روا اور جایز
نہ تھا۔ اگر کوئی کرتا تو کفر ہوتا۔ سچ ہی کہ ہر ایک زمانہ سلف میں ہر صاحب
رسالت و نبوّت کو باقی ہمعصروں کی نسبت تجرّد اور تنہائی اور یتیمی حاصل ہوئی
ہی اور بطریق اولیٰ اُسکو جو نبیوں کے درمیان بہ یکتائی و تنہائی تمام ابنیّت اصلیّہ
اور کلمیت جوہریّہ پر برحق مدّعی تھا اور اپنے آپکو خدا کی بادشاہت اور بارگاہ کا
مختار اور خدا کے فعلونکا فاعل اور کارساز اور سب عالمونکا وارث اور پروردگار
بتلا سکتا تھا۔ وہ بسبب اُس علویّت خاص و بےنظیر کے اِسقدر مورد حسد و
کینہ و عداوت تھا کہ دوسرے کا ہونا غیر ممکن ہی۔ مثبت اِس بات کا یوحنّا رسول

کے ۱۰ باب کی ۳۸ آیت کا مضمون ہی اگر میں اپنے باپ کے کام نہیں کرتا تو
مجھہ پر ایمان مت لاؤ لیکن اگر میں کرتا ہوں تو اگرچہ مجھہ پر ایمان نہ لاؤ تو بھی کاموں پر
ایمان لاؤ تاکہ تم جانو اور یقین کرو کہ باپ مجھہ میں ہی اور میں اُس میں ہوں۔ اِس
آیت کے معنی نہایت باریک اور عالی ہیں چنانچہ خداوند اُس میں ایسی قدرت
اور منزلت کا مدّعی نہیں۔ جسپر ہر کوئی صاحب معجزات یعنی ہر ایک نبی یا رسول
دعویٰ کرسکتا پر اپنے باپ کی قدرت آمیز افعال کی قابلیت اور فعلیت کی یہہ
بنیاد اور اصل باعث فرماتا ہی کہ باپ مجھہ میں اور میں باپ میں رہتا ہوں۔ پھر
اسبات کی طرف بھی اِلتفات کرنا چاہئے کہ جبکہ خداوند کی یہہ مرضی تھی کہ اُسکا
ہر قول و فعل برموقع اور بوقت مناسب اور متعیّن ہووے تو وے اعلیٰ دعوے
نہ ہر وقت اور نہ بطور نخوت اور شیخی بازی کے زبان پر لایا۔ لیکن بلحاظ مقرری
اوقات کے بعض وقت خاموش رہا اور بعض وقت گویا اور حجاب کش۔
چنانچہ متی کی اِنجیل کے ۲۱ باب کی ۳۸ آیت میں اپنی آیندہ صلیبی موت کی صاف
پیشخبریاں دیں اور اُس خاص جُرم مزعوم کی جسکے باعث صلیب کے فتوے
کا مستحق سمجھا گیا لیکن جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے
وارث یہی ہی آؤ اُسے مار ڈالیں کہ اُسکی میراث ہماری ہو جاوے۔ اور بلاشبہ
اُسی خاص مذمّت پر اشارہ ہی دوسرے زبور کی اِس آیت میں جس میں لکھا
ہی کہ سردار آپس میں خداوند اور اُسکے مسیح کے مخالف منصوبہ باندھتے ہیں کہ

آؤ ہم اُنکے بند کھول ڈالیں اور اسی طعنہ زنی سے خفیہ اشارہ ہی ۲۲ زبور ۷ آیت
میں وے سر ہلا کر کہتے ہیں کہ اُس نے خدا پر بھروسا کیا کہ وہ اُسے بچاوے اگر
وہ اِس سے راضی ہی تو اُسے چھڑاوے - اور عین وہی کلام علماء اور رُوساءِ یہود
نے زبان زد کیا مسیح مصلوب کے مقابل چنانچہ متی کی انجیل کے ۲۷ باب کی
۴۳ آیت اِسبات پر شاہد ہی - اور اِسیطرح ۴۰ زبور ۶ آیت میں خداوند مسیح نہایت
وزنی اور سنجیدہ قول سے صراحتاً تو نہیں مگر ضمناً و کنایتاً اِس عالی مرتبہ پر مشارٌ الیہ
ہی ذبیحہ اور ہدیہ کو تو نہیں چاہتا تو نے میرے کان کھولے چڑھاوے اور خطیت
کا تو طالب نہیں - تب میں نے کہا دیکھہ میں آتا ہوں کتاب کے دفتر میں میرے
حق میں یوں لکھا ہی کہ ای میرے خدا میں تیری مرضی بجالانے پر خوش ہوں تیری
شریعت تو میرے دل کے بیچ ہی - اِس اشارے کو بعید و مبہم جانکر بعید از بحث
نہ جاننا چاہئیے - از آں جہت کہ ہفتاد مترجم جو اہل خلاف ہیں اِس عبارت کو
(یعنی تو نے میرے کان کھولے) بطور صراحت و وضاحت کے اور بطریق تبدّل
حرف بمعنی تاویل کر کے اِسکے یہہ معنی بتلاتے ہیں - کہ تو نے میرے لئے ایک
بدن طیار کیا - جس امر میں وے مترجمان یہود یا تو اپنے نسخوں میں ایک اختلاف
نقلی کے قایل ہیں جو اُن کی دانست میں معتبر اور صحیح تھا یا وے ہفتاد علماء اِس
رائے پر متفق ہیں کہ ہمارے نزدیک وے دو اِصطلاحات ایک ہی معنوں سے
ہیں - اوّلاً یہہ کہ خدا کی مرضی کے موافق اُسکی طرف سے گوش کی کشادگی ہو -

ثانیگا یہہ کہ ربّ تعالیٰ کی طرف سے ایک جسم مرتّب اور مکمل کیا جاوے یہہ امر کسی طرح ہو مگر یقین ہی کہ شارحین یہود کی اِس تاویل اور تفسیر کو روح القدس نے منظور کیا اور خط عبرانئین کے ۱۰ باب کی پانچ آیت ختم ثبوت اِلہامی سے اِس ترجمے کو مختوم کرکے اِس مضمون کی صحت اور اصلیت کا مقبل ورہین ہوگئی اِسلئے

وہ دُنیا میں آتے ہوئے کہتا ہی کہ ذبیحہ اور ہدیہ تونے نہ چاہا پر میرے لئے ایک بدن طیار فرمایا ✤

حاصل کلام خصوصیت اِس گلہ وشکوے کی یہی ہی کہ خداوند نے جو کچھہ اپنے اصل وجود کی حقیقت کے باب میں اور اپنے اِس عالم شہود میں مجسّم ہونے کے مقاصد اور مطالب کے باب میں فرمایا تھا اُس بیان کُلی میں ربّ تعالیٰ کے نام پر یعنی اُسکی ذات وصفات پر مدّعی ہوتا چلا آیا نہ بطور ادنیٰ اور مجازی۔ بلکہ بطریق اعلیٰ اور حقیقی جیسا خدا تعالیٰ نے اُسکے رُتبے اور وجود کا راز حضرت

موسیٰ پر ظاہر اور کشف فرمایا تھا۔ خروج ۲۳ باب ۲۱ آیت اُسکے آگے ہوشیار

رہ اور اُسکے قول سے مُنہہ مت موڑ اور اُسے مت چڑا کیونکہ وہ تیری خطا نہ بخشیگا کہ میرا نام اُس میں ہی ✤

ای صاحبو اِس آیت پر خوب غور ولحاظ کرنا مستحب بلکہ واجب ہی کہ وہ مالک میثاق اور ضامن عہد کون ہی کہ خطاؤنکا حلّ وعقد اُسکے اختیار میں ہی اور جو اپنے قول وکلام کے عدول کرنیوالونکے لئے بمقام مَلک میثاق مَلک قہر

اور ملک الموت بنجاتا ہی۔ آپ ہی قاضی اور مفتی ہوکر اِس بڑے مقدمے کا انفصال کرکے اِس بات کے قائل ہوجاؤگے۔ کہ یہہ خطا کا عقد وحلّ کرنیوالا کوئی دوسرا نہیں مگر وہی جس نے اپنے حواریوں کو بھی اختیار بخشا کہ میرا نام لیکر خطا کاروں کو عطا و عفو گناہ سے بہرہ ور یا بے بہرہ کریں۔ جیسے متی کے ۱۸ باب کی ۱۸ آیت میں لکھا ہی میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں جو کچھہ تم زمین پر باندھوگے آسمان پر معقود ہوگا اور جو کچھہ تم زمین پر حلّ کروگے آسمان پر منحلّ ہوگا +

اب ذرا اور بھی اُس عجیب اِتفاق پر جو پیشینگوئیاں زبور اور واقعات اِنجیل میں ثابت ہی تفصیلوار دلیل دینی صلاح ہی۔ خصوصاً اُن سوانح کے حق میں جو مسیح کی عمر اینجہانی کے آخر اوقات میں سرزد ہوئے۔ دیکھو ذیل میں +

آیاتِ اِنجیل مقدّس	آیاتِ مزامیرِ داؤد
اوّل	اوّل
یوحنا کی اِنجیل ۱۹ باب ۲۳ و ۲۴ آیت۔ پھر سپاہیوں نے جب یسوع کو صلیب پر کھینچ چکے تو اُسکے کپڑو نکو لے لیا اور چار حصّے کئے ہر سپاہی کے لئے ایک حصّہ اور اُسکے کُرتہ کو بھی لیا۔ اور آپس میں کہا ہم اِسے نہ پھاڑیں	۲۲ زبور کی ۱۸ آیت۔ وے میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں اور میرے لباس پر قرعہ ڈالتے ہیں +

	بلکہ اسپر چھٹی ڈالیں کہ یہہ کسکا ہوگا۔ یہہ اِسلئے ہوا کہ نوشتہ جو کہتا ہی کہ اُنہوں نے میری پوشاک بانٹ لی اور میرے کُرتے کے لئے چھٹیاں ڈالیں پورا ہووے ÷
دویم	**دویم**
۶۹ زبور کی ۲۲ آیت ۔ اُنہوں نے مجھے کھانے کے عوض پت دیا اور پانی کے بدلے پیاس کے لئے سرکہ پینے کو دیا ÷	متی کی اِنجیل ۲۷ باب ۳۴ آیت پت ملا ہوا سرکہ اُسے پینے کو دیا اُس نے چکھکر نہ چاہا کہ پیوے لوقا ۲۳ باب ۳۶ آیت اور سپاہیوں نے بھی اُسپر ہنسی کی اور پاس جاکر اُسے سرکہ دیکر کہا اگر تو یہودیونکا بادشاہ ہی تو اپنے تئیں بچا وغیرہ ÷
سویم	**سویم**
۲۲ زبور ۸ آیت وے سب جو مجھہ کو دیکھتے ہیں مجھہ پر ہنستے ہیں وے سر ہلاکے کہتے ہیں کہ اُس نے خدا پر بھروسا	متی کی اِنجیل ۲۷ باب ۴۱ سے ۴۳ آیت تک یوں ہی سردار کاہنوں نے بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھہ ٹھٹھا مارکر کہا اُس نے اَوروں کو بچایا پر آپکو

گیا کہ وہ اُسے بچاوے اگر وہ اُس سے راضی ہی تو وہی اُسے چھڑاوے +	نہ بچا سکا اُس نے خدا پر بھروسا کیا اگر وہ اُسکو چاہتا تھا تو وہ اب اُسکو چھڑاوے کیونکہ وہ کہتا تھا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں +
چہارم	**چہارم**
۲۲ زبور ۱ آیت ای میرے خدا میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تو میری کمک سے اور میری کراہنے کی باتوں سے کیوں دور رہا +	متی کی اِنجیل ۲۷ باب ۴۶ آیت نویں ساعت کے قریب بلند آواز سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی ای میرے خدا ای میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا +
پنجم	**پنجم**
۲۲ زبور ۱۶ اور ۱۷ آیت وے میرے ہاتھ اور میرے پانوٗں چھیدتے ہیں میں اپنی سب ہڈیوں کو گن سکتا ہوں وے مجھے تاکتے ہیں اور گھورتے ہیں +	یوحنا کی اِنجیل ۱۹ باب ۳۷ آیت اور پھر دوسرا نوشتہ اِسطرح اور اِس مضمون کا ہی کہ وے جنہوں نے اُسے چھیدا ہی نظر کرینگے +
ششم	**ششم**
۲۲ زبور ۱۵ آیت میری قوت ٹھیکرے کی طرح خشک ہو گئی میری زبان تالو	یوحنا کی اِنجیل ۱۹ باب ۲۸ آیت۔ بعد اِسکے یسوع نے جانکے کہ اب سب

سے لگی جاتی ہی اور تو مجھے موت کی خاک پر بٹھلاتا ہی +	باتیں پوری ہو چکیں تاکہ نوشتہ پورا ہووے یہہ کہا کہ میں پیاسا ہوں +
ہفتم	ہفتم
۶۹ زبور ۴ آیت وے بے سبب میرا کینہ رکھتے ہیں شمار میں میرے سر کے بالوں سے زیادہ ہیں وے جو مجھے قتل کیا چاہتے ہیں اور ناحق میرے دشمن ہیں زبردست ہیں جو کچھہ کہ میں نے نہیں چھینا سو میں نے پھیر دیا +	لوقا کی اِنجیل ۲۳ باب ۴ آیت۔ تب پلاطوس نے سردار کاہنوں اور لوگوں سے کہا کہ میں اِس شخص کا کچھہ قصور نہیں پاتا و ۱۴ آیت میں نے تمہارے آگے تحقیق کی پر اِن قصوروں میں سے جنکو تم اِس شخص پر ٹھہراتے ہو اِس شخص میں کچھہ نہ پایا +
ہشتم	ہشتم
۳۱ زبور ۵ آیت میں اپنی روح کو تیرے ہاتھہ میں سونپتا ہوں ای خداوند صداقت کے خدا تو نے مجھے مخلصی دی ہی +	لوقا کی اِنجیل ۲۳ باب ۴۶ آیت اور یسوع نے بڑی آواز سے پُکار کر کہا کہ ای باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں یہہ کہکے دم چھوڑ دیا +
نہم	نہم
۳۴ زبور ۲۰ آیت وہ اِسکی ساری ہڈیونکا	یوحنا کی اِنجیل ۱۹ باب ۳۶ آیت کیونک

نگہبان ہی اُن میں سے ایک ٹوٹنے نہیں پاتی ✣	یہہ باتیں ہوئیں تاکہ نوشتہ پورا ہووے کہ اُسکی کوئی ہڈی توڑی نجائیگی ✣

واضح ہو کہ اِس آخری اُمر سے ایک عادت مشہور اور معروف یہود پر اشارہ ہی چنانچہ جو شخص دن بھر مصلوب رہکر اِسقدر بدن کی تقویت رکھتے تھے کہ اُن کی جان بعینہ ثابت و قایم رہتی تھی اور قریب الوفات ہونیکی صاف علامتیں دکھائی نہیں دیتی تھیں تو اُن مصلوبونکو ایسا سخت مضروب کرتے تھے کہ بدن سے فوراً جان نکلجاتی تھی - اِسطرح جلادونکا کام بھی جلدی سے تمام ہوتا تھا اور وہ مجرم مدت کی جان کندنی کے درد سے مخلصی پاکر جان دیتا تھا - علاوہ ازآں عید فصح کے ایک قاعدہ موسویہ پر بھی اشارہ ہی جسکا اشارہ بتکرر و تاکید تمام توریت میں ملتا ہی - خروج ۱۲ باب ۴۶ آیت خبردار ہو کہ اِس برہ کی ایک بھی ہڈی نہ توڑی جاوے اِس ہڈی کے توڑنے کی ممانعت ایک تمثیل نصیحت آمیز بہ آں معنی تھی - کہ فرض ہی جتنے جتنے شخص ایک ایک گھر میں اِس پاک عید کے دسترخوان پر بیٹھے تھے اُنکی رفاقت میں کچھہ پھوٹ اور شگاف نہ ہووے - اور پھر بھی اِس رفاقت کی یگانگت اور اِستقرار کا خود ذبیحہ بھی نشان تھا اور اُس اندرونی اور باہم چسپیدگی کا جو مسیح کے بدن مجازی کے عضوونکے ساتھہ مامور ہی - اور اُس رعایت و محافظت کا بھی جس سے خداوند اُنہیں خوف و خطرے سے رہائی و خلاصی دیتا ہی چنانچہ بالا زبور میں مرقوم ہی

کہ وہ اُسکی ساری ہڈیونکا نگہبان ہی - اور یہہ بات یقیناً قابل لحاظ ہی کہ روح القدس
نے جسقدر بزبان انبیا اِن آخری دُکھوں اور آزاروں کے واقعات کو کشف
اور ظاہر کیا - سو اِن میں ایک بھی قلیل و ذلیل نہ جانا سبھوں میں راز و رمز
عبرتاً نصیحت آمیز پوشیدہ رہے - جس بات کا یہہ امر بُرہان اور نشان ہی
کہ چاروں کُتب سماوی میں سے تین کتابوں کے بیچ جو اِس اُستخوان کے
توڑنے کی ممانعت معروفاً و مشہوراً پائی جاتی ہی - تو اِس امر قلیل میں بھی قوی
ثبوت اور دلیل ہی اُس قریب اِتفاق اور اِتصال اور رشتہ و رابطہ داری پر
جس سے کُل کلام اللہ از اِبتدا تا اِنتہا طبقہ بطبقہ باہم ملتا جاتا ہی - اور اُن آیتوں
سے ایک اَور وزنی اور دلسوز تعلیم ملتی ہی کہ خداوند مسیح کے بدن حقیقی اور
مجازی میں کیا ہی پوری موافقت ہی - اور بلاشبہ اِس اِتحاد اور اِتفاق پر
جو شخص بہ تیقّن تمام اِستقرار پاوے تو کلام اللہ کی تشریح اور تفسیر میں ہزارہا
مشکلات اور مسائل حل ہو جاوینگے - چنانچہ مدبّر اعلیٰ کے اِس خاص علاج
اور تدارک کے جو وسیلات نجات ہیں - اُنکے عین مبادی اور حقایق میں سے
ایک یہی امر ہی مثلاً اگر ذرا بھی سوچ و غور ہو تو صاف معلوم ہوگا کہ مسیح کے
دونوں بدن یعنی حقیقی و مجازی مظلوم اور مضروب ہونے اور مورد لعن و طعن
و مزاح و شماتت ہونے سے برابر نصیبہ ور رہے - اور پھر دونوں کو خیر خواہی کا مُبادلہ
صرف کینہ خواہی اور خصومت اُٹھانی پڑتی ہی اور دونوں کے لئے ذلّت اور

پست حالی اور ظاہری شکست وتباہی اور موت کی راہ آخر کو فتحیابی اور فیروزمندی اور جلال رساں ہی سب سے سیاہ غمام اور گھنے بادلوں میں سے نیمروزی کا آفتاب تموز پدید و روشن ہوتا ہی۔ ثبوت اِس تقریر کا وہ شخص آسانی سے پالیگا جو ۴۴ زبور کو ۴۵ زبور کے ساتھہ مقابلہ کریگا۔ ازبسکہ ۴۴ زبور میں متکلم نہایت غم ورنج میں غرق ہونے اور ظالموں کی تلوار سے مقتول ہونیوالے کی آوازیں نکالتا اور فریاد رسی کرتا ہی۔ اور وہی شخص ۴۵ زبور میں رونق افزا اور متجلی و متعالی ہوکر شکر و شادیانے کے گیت گاتا ہی اور اُسکا رُتبہ فتحیاب اور محمود اور ستودہ بادشاہ کا رُتبہ ہوگیا۔ اور اِس گواہی کی مانند سیکڑوں اور شہادتیں مزامیر کے اُحاطے کے اندر اِس حجّت وتقریر کو قید کرکے رکھتی ہیں۔ اِنشااللہ تعالیٰ خدا کی تدابیر کلّیہ کے جن حصّوں سے انبیا مستفیض اور اُنکے اِظہار الہامی سے متوکل ہوگئے ہیں کسی دوسری کتاب میں مفصلاً بیان ہوجائیگا ✣

باب ششم

دربیان پیشینگوئیہائے مزامیر شریف درباب برخاستن خداوند مسیح از مُردگان وصعود کردنش از ہمگی آسمانہا

اگر باوجود حجت و دلالت بالا شائد کوئی معترض اِس بات کی تائید کرے کہ وہ مرد غم والم جس کی کیفیت وخصوصیت زبوروں میں معروف ہی سو وہ ایک شخص ہی اور صاحب فتوحات اور خداوند جلال کوئی دوسرا ہی۔ اور جمع ہونا اُن نقیضین صوری اور ضدین ظاہری کا یعنی صورت تجلّی اور فروتنی اور مدح وذم کا ایک شخص کے اندر ایک وقت میں محال ہی۔ تو اِس اور اِسکی مانند سوالات اور اعتراضات کا ایک جواب کافی ووافی یہہ ہی کہ یہہ سب تدابیر وتجاویز الٰہی جو آدم زاد کی نجات سے متعلق ہیں اِس لایق نہیں کہ فقط مجرّد عقل انسانی ہی کی جریب سے اُنکی پیمایش کیجاوے۔ ازینجہت کہ اِسطرح صرف ایسی باتیں اِدراک میں آسکتی ہیں جنہیں اپنے تنگ دائرے اور احاطے کے اندر رکھتا ہی اور جنکی آزمایشیں اپنی تجربہ کاری سے کی ہیں اور جنہیں آپ ہی سے موجود اور پیدا کرسکتا ہی۔ برعکس اِسکے کلمتہ اللہ کے وجود اور احوال اور کمالات اور افعال کے راز بالکل بیمثال وبے مانند ہیں۔ اور اکثر مدعات عالم غیر مرئی میں سے ہیں

اور مضامین اِعتقادیہ میں داخل ہیں۔ یہہ جواب عام اگرچہ کافی ہی لیکن اِس کے
سوائے ایک اَور جواب راسخ و موجب یقین ہی کہ مرّتاً کرّتاً ایک ہی زبور میں
وہی ایک متکلّم ہر دو حالات اور مراتب کو اپنی طرف محمول کرتا ہی یعنی فنا و زوال
اور بقا و حی القیوم و وجود مطلق کی شان یقین ہی کہ یہہ اِسرار بہ آسانی تمام اِنکشاف
و اِنحلال کے قابل ہیں۔ لیکن ایسے شخصونکے لئے جو روح حق کی توفیق و تنویر سے
اِس اوّل اور اصل راز کی ممیّز اور مدرّک ہوگئے کہ جو کامل اِنسان ثانی ہی وہی
خداوند آسمان پر سے بھی ہی۔ اور ضعف و ماندگی و تشنگی اور باقی سب حوادث
اور عوارض اِنسانی میں جو اِنجیل کے اندر بیان ہوتے ہیں صرف اِنسان پر اِطلاق
ہی۔ یہہ امور اُسکی الوہیت پر قابل اِطلاق نہیں ہیں بلکہ اُس جسمیت اور بشریّت
پر جسکے سب لوازمات اور ملحقات غیر از گناہ تحمّل کئے تھے۔ اور وراءِ حجاب
اِس جسمیت کے اپنے نور ربّانی کی تجلّیات کو اکثر اوقات پوشیدہ کیا اور خدا تعالیٰ
کی مرضی اور مقرّری اِرادت یہہ تھی کہ اِس خداوند کی عمر کے احوالوں میں اور
کلیسیاء کی اینجہانی مسافری تواریخ کے درمیان یہہ ظاہری نقیضین یعنی ضعف
اِنسانی اور قدرت یزدانی باہم متقارب کئے جاویں اور اِس تقارب ہی کے
ذریعہ سے اُنکا صاف اِظہار ہو۔ مثلاً موت و فنا و حیات و بقا کے مقابل آخرالام
اُن میں ایسا قرب ہو کہ موت حیات میں اور فنا بقا میں مستغرق و معدوم ہو جاوے
بموجب اِس پیشینگوئی یسعیاہ کے کہ فتح نے موت کو نگل لیا۔ پر افسوس ہی کہ

باب ششم

دربیان پیشینگوئیہائے مزامیر شریف درباب برخاستن خداوند مسیح از مُردگان وصعود کردنش از ہمگی آسمانہا

اگر باوجود حجت ودلالت بالا شائد کوئی معترض اِس بات کی تائید کرے کہ وہ مردغم والم جس کی کیفیت وخصوصیت زبوروں میں معروف ہی سو وہ ایک شخص ہی اور صاحب فتوحات اور خداوند جلال کوئی دوسرا ہی۔ اور جمع ہونا اُن نقیضین صوری اور ضدین ظاہری کا یعنی صورت تجلّی اور فروتنی اور مدح وذم کا ایک شخص کے اندر ایک وقت میں محال ہی۔ تو اِس اور اِسکی مانند سوالات اور اعتراضات کا ایک جواب کافی ووافی یہہ ہی کہ یہہ سب تدابیر وتجاویز الٰہی جو آدم زاد کی نجات سے متعلق ہیں اِس لائق نہیں کہ فقط مجرّد عقل انسانی ہی کی جریب سے اُنکی پیمایش کیجاوے۔ ازینجہت کہ اِسطرح صرف ایسی باتیں اِدراک میں آسکتی ہیں جنہیں اپنے تنگ دائرے اور احاطے کے اندر رکھتا ہی اور جنکی آزمایشیں اپنی تجربہ کاری سے کی ہیں اور جنہیں آپ ہی سے موجود اور پیدا کرسکتا ہی۔ برعکس اِسکے کلمتہ اللہ کے وجود اور احوال اور کمالات اور افعال کے راز بالکل بیمثال وبے مانند ہیں۔ اور اکثر مدعات عالم غیر مرئی میں سے ہیں

اور مضامین اعتقادیہ میں داخل ہیں۔ یہہ جواب عام اگرچہ کافی ہی لیکن اس کے
سوائے ایک اور جواب راسخ و موجب یقین ہی کہ مرّتاً کرّتاً ایک ہی زبور میں
وہی ایک متکلّم ہر دو حالات اور مراتب کو اپنی طرف محمول کرتا ہی یعنی فنا و زوال
اور بقا و حی القیوم و وجود مطلق کی شان یقین ہی کہ یہہ اسرار بہ آسانی تمام انکشاف
و انحلال کے قابل ہیں۔ لیکن ایسے شخصونکے لئے جو روح حق کی توفیق و تنویر سے
اس اوّل اور اصل راز کی ممیّز اور مدرّک ہوگئے کہ جو کامل انسان ثانی ہی وہی
خداوند آسمان پر سے بھی ہی۔ اور ضعف و ماندگی و تشنگی اور باقی سب حوادث
اور عوارض انسانی میں جو انجیل کے اندر بیان ہوتے ہیں صرف انسان پر اطلاق
ہی۔ یہہ امور اُسکی الوہیت پر قابل اطلاق نہیں ہیں بلکہ اُس جسمیت اور بشریّت
پر جسکے سب لوازمات اور ملحقات غیر از گناہ تحمّل کئے تھے۔ اور ورائ حجاب
اس جسمیت کے اپنے نور ربّانی کی تجلّیات کو اکثر اوقات پوشیدہ کیا اور خدا تعالیٰ
کی مرضی اور مقرّری ارادت یہہ تھی کہ اس خداوند کی عمر کے احوالوں میں اور
کلیسیاء کی اینجہانی مسافری تواریخ کے درمیان یہہ ظاہری نقیضین یعنی ضعف
انسانی اور قدرت یزدانی باہم مقارب کئے جاویں اور اس تقارب ہی کے
ذریعہ سے اُنکا صاف اظہار ہو۔ مثلاً موت و فنا و حیات و بقا کے مقابل آخرالامر
اُن میں ایسا قرب ہو کہ موت حیات میں اور فنا بقا میں مستغرق و معدوم ہوجاوے
بموجب اس پیشینگوئی یسعیاہ کے کہ فتح نے موت کو نگل لیا۔ پر افسوس ہی کہ

بعض معترض اپنا عناد و تعصب خصوصًا اِسی امر میں صاف ظاہر و آشکارا
کرتے ہیں کہ اس صوری اور ظاہری شکست کی طرف بسر و چشم نگاہ کرتے ہیں۔ اور
بہ ہوشیاری تمام اُسکی طرف اپنے رفیقوں اور معتقدوں کو متوجہ کرتے ہیں پر
ہر ایک آیت سے جو اُس خداوند کے برخاست اور صعود جلالی اور اُسکی فیروزی
اور فتحیابی اور حکمرانی پر دال و شاہد ہر گو یا چشم پوشی یا تذلیل و تکذیب کرتے ہیں
یا یہہ کہ اُن آیات کو غیر صحیح اور غیر معتبر جانتے ہیں۔ اور لوگ اس اور اِسکی مانند
اور شہرۂ آفاق علاجوں سے منقطع ہوکر اور پیچیشوں اور روباہ بازیوں کی طرف
رجوع لاکر ایک قسم کی آیات یعنی خواری و ذلّت کے اِظہار کرنیوالونکا مصداق
خداوند مسیح کو تبلاتے ہیں اور آیات دیگر کو جو فتحیابی و حکمرانی اور شہنشاہ عالم پر
مشتمل ہیں اپنے مطلب کے لئے تعصّب کی راہ سے محمد صاحب کی طرف عائد
کرتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح اکثر باتوں میں خدا تعالیٰ کے مخالف اور مقابل گویا
دست بقبضہ کھڑے ہوکر اُس ربّ تعالیٰ کی حکمت آمیز رعایت کو ہیچ و باطل جانکر
ردّ و نیست کرنا چاہتے ہیں۔ اِس بہانے کو پیش کر کے کہ ہمارا مذہب عقل میں محدود
نہیں بلکہ ایسی عجایب و غرائب حکمت اور عالی معانی اور اِسرار غیب پر مشتمل ہی
جو اِنسان کی قوت اور قیاس مجرد سے بیروں و برتر ہیں۔ ہر چند کوئی بات واجب
اور معقول اِس سے بڑھکر نہیں کہ خدا کے ارادات اور حقایق وجود کو خدا آپ
ہی سب سے بہتر جانتا ہی اور قول حقیقی سے اِنکا بیان کرتا ہی۔ اور جبکہ خدا خود ہی

بولے تو ہمکو خاموش اور عاجز رہنا فرض ہی اور یقین ہی کہ خدا تعالےٰ اپنے اشیاء کے حق میں ہماری ناقص عقلوں سے ہرگز صلاح لینے کا حاجتمند نہیں مگر ہم نہایت حاجتمند اُسکے ہیں کہ وہ اپنے فضل سے ہمکو ہدایت کرے اور بینا اور منوّر فرماوے +

اب ذرا اِن باتوں سے فارغ ہوکر اُن آیتوں کے غور و ملاحظہ سے جو خداوند مسیح کی ذلّت و خواری کی مظہر و معرف ہیں فیضیاب ہوں اور اُنکی طرف مائل ہوکر التفات کریں جو اُسکی برخاست او صعود جلالی اور تخت نشینی دست راست پر اور اُسکی سلطنت کے فضائل و رونق و فوائد کے تمام عالم میں منتشر ہونے پر دال اور شاہد ہیں خصوصًا اُنکی طرف جنکی تشریح صحف انجیل میں پائی جاتی ہی چنانچہ پولوس تین مختلفہ زبوروں میں سے مسیح کی برخاست از مُردگان کی خاص شہادت اعمال رسولان میں پیش کرتا ہی جیسے ۱۳ باب کی ۳۲ سے ۳۵ آیت تک کہ اور ہم تمکو خوشخبری دیتے ہیں کہ اِس وعدے کو جو ہمارے باپ دادوں سے کیا گیا تھا خداوند نے ہمارے لئے جو اُنکی اولاد ہیں بالکل پورا کیا کہ یسوع کو پھر جلایا۔ چنانچہ دوسرے زبور میں لکھا ہی کہ تو میرا بیٹا ہی میں آج کے دن تیرا باپ ہوا۔ اور اُسکی بابت کہ اُس نے اُسے مُردوں میں سے اُٹھایا تاکہ تعفّن پذیر نہ ہو یوں کہا کہ میں داؤد کی سچّی نعمتیں تمہیں دونگا۔ اِسلئے وہ دوسری جگہہ بھی کہتا ہی کہ تو اپنے کوٹڑنے کی حالت دیکھنے نہ دیگا۔ دیکھو کیسی دلتراش حجّتوں اور شافی بُرہانوں

سے پطرس نے مسیح کی قیامت از مُردگان کو ثابت کیا۔ اور اُن میں اُس پیشینگوئی کو جو داؤد کی ۱۶ زبور میں شامل ہی نقل کرکے یہود کی مجلس کلاں کے اصحاب میں ایسا خاطرنشین کیا کہ وے مجبور اور لاجواب ہوکر نہایت چھد گئے اور اِس امر واقعی کے جو مدار ایمان ہی قائل ہو گئے۔ چنانچہ اِس مقدّس نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ای بھائیو مجھے قوم کے رئیسوں میں سے اعلیٰ رئیس داؤد کے حق میں بے دھڑک کہنے دو کہ آج تک اُسکی قبر ہمارے درمیان موجود ہی۔ سو اِس سبب سے کہ نبی تھا اور جانتا تھا کہ خدا نے اِس سے قسم کھائی ہی کہ میں تیری نسل کو جو مسیح ہی جسم کی رُو سے ظاہر کرونگا کہ تیرے تخت پر بیٹھے اُس نے یہہ پہلے سے جانکر مسیح کے جی اُٹھنے کا ذکر کیا کہ اُسکی جان عالم غیب میں چھوڑی نہ گئی نہ اُسکا بدن سڑنے پایا اِسی یسوع کو خداوند نے اُٹھایا ہی۔ شائد کسی کے دل میں یہہ اِشتباہ اور سوال پیدا ہو کہ وہ وعدہ داؤدی جسکی خاص اِستقامت اور ضمانت خدا کی رحمت اور اَمانت داری ہی۔ کیوں اِس مزید اِختصاص سے مسیح کی برخاست پر صادق آتا ہی اور اُس میں ایفا ہوتا ہی۔ تو اِس بات کا باعث بداہت عقل سے بعید نہیں چنانچہ میں یہہ عرض کرتا ہوں کہ اللہ کی کلیسیاء کے اَوقات سلف و خلف میں کون وقت اِس وعدے کے فراموش اور نسخ و نابود ہونے کی اِتنی دہشت ہو سکتی تھی جیسے کہ مسیح کی وفات و تدفین کے وقت ہوئی اور کسوقت خدا کی رحمت و اَمانت داری کا اِتنا قوی وثوق اور اِیقان اور اِظہار ہو گیا

جیسا اُس ساعت جلالی میں تھا۔ جب قبر کا فتح الباب ہو گیا اور مسیح نے موت
کی زنجیروں کو کاٹکر اور مدت مدید کے قیدیوں کو خلاص کر کے عالم میں شمس نور افزا طلوع
کیا اور مملکت اللہ کو علی الدوام قرار و قیام بخشا۔ اور اگر ہم دوسرے زبور کے مضمون
پر ذرا غور کریں تو دیکھیں کہ اُسکا منشاء اور فحوائے کلام مجملاً وہی ہی جو منشاء کل کتاب
مزامیر کا ہی یعنی بعد ظاہری شکست کے حقیقی فتحیابی اور بعد ظاہری موت و
اِنتقال کے برخاست اور بعد شورش و ہجوم کے وہ راحت و آرام جو ملکوں میں
اکثر دایم و مستقر ہوا کرتا ہی بعد ازآں کہ سب مفسد اور بدخواہ سرنگون ہو کر حلقہ بگوش
ہو جاتے ہیں۔ اور لابد اس دوسرے زبور سے صاف مفہوم ہوتا ہی کہ باعث اور
موجب اور موجد اِس حالت اِستراحت اور آرام کا ایک اِرشاد شریف خدائے
ہمایون ہی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوا۔ اِسکے اِبن وحید یسوع مسیح کی
بابت۔ میں فرمان کو ظاہر کرونگا کہ خداوند نے میرے حق میں اِرشاد کیا کہ تو میرا بیٹا
ہی میں آج کے دن تیرا باپ ہوا۔ جسمیں اشارہ نہ اُس تولد بے نظیر اور بیمثال کی
طرف ہی جو قبل از زمان اور بعید از مقام تھا۔ اور جسکی نسبت حضرت میکہ نبی فرماتا
ہی ۵ باب کی ۲ آیت میں کہ مسیح کے مخارج اوقات قدیم و ازل سے ہیں۔ پر اُسی
تولد ثانی کی طرف جس سے تولد اول پر ختم وثوق لگا ہی یعنی وہ تولد کہ رحم اَرض
سے تھا جو برخاست از مُردگان ہی بموجب اُس قول کے جو رسولوں کے اعمال کے
۱۳ باب میں مذکور ہی اور جابجا کلام اللہ میں بتاکید اور بکثرت اِس بات پر شہادت

صریح ہی۔ کہ قیامت اور حیات خدا کی جتنی صورتیں ہیں سب کی سب مسیح کی اِس
قیامت از مُردگان پر منحصر ہیں چنانچہ آپ ہی فرمایا کہ حیات اور قیامت میں ہوں۔
اور کُتب انبیاء کے مطالعہ کرنیوالوں پر مشہور ہی کہ جن جن مقاموں میں خدا کی کلیسیاء کے
حال یا اِستقبال کی تباہ حالی اور پژمردگی کا بیان ہی انہیں مقاموں کے ماقبل اور
مابعد ایک نئے تولّد اور قیامت کا ذکر دلپذیر ہی۔ تاکہ اُمید یقینی اور قوی پیدا ہوکہ
عاقبت اِس تباہی اور موت کی بیفائدہ نہیں ہی بلکہ سعادت وبقا ہی۔ اور وہ تولّد
اور قیامت اِس وجہ سے بتلائی گئی کہ وہ کلیسیاء عامہ کی بھی ہی اور ایک شخص خاص
کی بھی جسکے ساتھ وہ پاک جماعت وابستہ اور نہایت متصل ہوکر اُسکی قربت میں قایم
اور اُسکی حیات سے زندہ رہتی ہی اور اُسکی قیامت میں شامل حال ہوکر علی الدّوام
باقی اور مستقیم رہتی ہی یعنی مسیح ہی کی قیامت میں قایم ہوتی ہی +

کوئی طالب خدا ایسا نہ جانے کہ بغیر خدا کی حکمت ورعایت کے یہود کے
محقّقین کی طرف سے نظم ونسق باقرینہ اُسی طور پر تھا جس طور پر کہ مسیح کے تولّد کا
ذکر اِس صحیفہ شریفہ کے شروع میں بڑی سنجیدہ اور دلتراش اقوالوں میں درپیش
آتا ہی تاکہ غافل اور سُست دل آدمی گویا برق ورعد کی سی آواز سے متحیّر ہوکر اور اِس
اِرشاد الٰہی کے قول کی طرف اِلتفات کر کے معلوم کریں کہ خدا کی مملکت کا وہ
ثبوت اور پختہ بنیاد کونسی ہی جسکے سبب ہرچند چاروں طرف سے ڈاہ اور مخفی
کینہ خواہی اور خصومت ظاہری کی وہ مختلفہ اور متعدّدہ صورتیں جو باقی زبور دل

میں بیان ہوتی ہیں اُسپر صدمہ اور حملہ کریں تو بھی وہ کلیسیا جب تک قیامت مسیح کے ایمان سے منحرف نہ ہو اُسپر قایم و دایم رہے - ہر ایک موت پڑنی قیامت سے نصیبہ ور ہو جاوے اور خالق و پروردگار عالم کے وعدے راسخ اور واثق ہیں پناہ لیکر ہزار ہا صدموں اور ضربونکو کھائے لیکن جنبیدہ اور متزلزل نہ ہو چہ ذکر نیست اور نابود ہونیکا ❖

سچ تو ہی کہ بعض اوقات اور زمانوں میں اِس تولّد اور ابنیّت ازلی کی خبر اور بیان مدبّر اعلیٰ اور ہمہ دان کے مخفی اِسراروں میں پوشیدہ اور مخزون رہتی ہی - پر بعض ایسے وزنی اوقات بھی ہوئے ہیں جن میں اُسکی خبر یا تو افواج سماوی یا بنی آدم کے روبرو کشف اور ظاہر کی گئی ہی - مثلاً آفرینش عالم کے وقت جب اجرام فلکیّہ اور اجسام سفلیّہ نیست سے ہست و وجود میں آئے تو قیاس غالب ہی کہ تب اِس سرّ غیب کا کچھہ خاص انکشاف ہو گیا - چنانچہ حضرت سلیمان کے امثال کے ۳۰ باب کی ۴ آیت میں رقمزد ہی کون آسمان پر گیا اور اسپر سے اُتر آیا کس نے ہوا کو اپنی مُٹھی میں جمع کر لیا کس نے پانی کو ایک کپڑے میں باندھا - کس نے زمین کی ساری حدّیں باندھیں اگر تو کہہ سکتا ہی تو بتلا کہ اُسکا نام کیا ہی - اور اُسکے بیٹے کا نام کیا ہی - خدا کا ہر ایک سخن تایا ہوا ہی وہ اُنکے لئے جنکا توکّل اُسپر ہی ایک سپر ہی - ثانیاً مسیح کے برخاست کا وقت اُن مواقع اور اوقات میں سے تھا جن میں وہ ابنیّت کا راز زیادہ فاش اور لاحجاب ہو گیا - چنانچہ رسول رومیونکے

پہلے باب کی ۳ و ۴ آیتوں میں فرماتا ہی یسوع مسیح جو جسم کی نسبت داؤد کی نسل سے
ہوا مگر مقدس روح کی نسبت قدرت کے ساتھ جی اُٹھنے کے بعد ابن اللہ ثابت
ہوا۔ اور وہ دلیل دوسرے زبور کی تقریر بالا سے قوی اور موید ہی۔ از آنرو کہ اگر ہم
اِس زبور کے شروع پر ذرا غور کریں تو قرینۂ کلام اور سلسلۂ خیالات سے صاف معلوم
ہوتا ہی کہ مصداق اِس پیشینگوئی کا سوائے مسیح کے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ
وہ منصوبہ باندھنا بالاتفاق غیر قوموں اور بنی اسرائیل کا جسکا جوش و خروش اور
شور و غل خدا تعالیٰ اور اُسکے مسیح پر صدمہ کرتے ہوئے بتلایا جاتا ہی یہہ کب
وقوع میں آیا مگر اُسوقت جب اِن دونوں یعنی مخصوص قوم اور غیر قوم نے مِلکر شریر
ہاتھوں سے اِس حیات کے پیشوا کو قتل کیا اور اِس جوش و خروش کے مقابل
اور اِس شور و غل کی آڑ میں کب وہ امر شریف رب تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوا
کہ یقیناً میں نے اپنے بادشاہ کو اپنے کوہِ مقدس صیہون پر بٹھلایا۔ مگر اُس صبح مبارک
کو جب دو فرشتوں برق لباس نے ترساں و ہراساں عورتوں سے جنہوں
نے خداوند کی قبر کھلی اور خالی پائی تھی متکلم ہو کر فرمایا کہ تم کیوں زندو نکو مُردوں
کے درمیان ڈھونڈھتے ہو وہ یہاں نہیں ہی وہ جی اُٹھا ہی۔ چنانچہ اُسی وقت
سے لیکر کلام کے منادوں اور بشیر بجوفی اور پہلوانی سے مملکت اللہ اور مسیح کا اِشتہار
اور اِنتشار ملک بملک کرتے ہوئے چلے آئے۔ اور کچھہ حسرت اور دریغ اِسبات
میں ہی کہ اکثر منادِ انجیل اِس ہندوستان کے بیچ خداوند مسیح کی کہانت اور

رُتبہ نبوّت اور فوائد کے بہت اظہار اور بشارات دیتے ہیں۔ پر اُسکے جلال اور
بادشاہت کی تشہیر کم کرتے ہیں۔ اگر یہہ قصور اور غلطی اُنکی خادمیت میں نہوتی
یعنی اگر وے مسیح کی سلطنت کے حقیقی حال کو زیادہ صفائی اور دلیری اور فصاحت
سے ظاہر کرتے اور اِن پیشینگوئیونکا بھی جو اُسپر دال اور مظہر ہیں زیادہ تجسس
جدّوجہد سے کرتے تو مشکل ایسا خیال اور قیاس کفر آمیز بعض اہل محمد کیخاطر میں
داخل ہوتا کہ تخت الٰہی اور دست راست کی نشستگاہ پر سے اِس جلال کے
خداوند کو معزول کر کے اپنے نبی صاحب کو قریب اُس مکان کے تخت نشین اور
تاجدار کریں۔ بعد ازآں اِس زبور کے اوائل میں ایک فرمان قدرت وکبریائی
اِس قادر مطلق اور بادشاہ اعلیٰ کی طرف سے سب عالموں میں جاری کیا جاتا
ہی۔ اُس شہنشاہ کے حق میں جس نے کوہ صیہون کے تخت جلال پر جلوس فرمایا ہی
میں ایک فرمان کو ظاہر کرونگا وغیرہ۔ اِن سب واقعات مذکورہ میں صاف اور
سلسلہ وار ترتیب نظر آتی ہی۔ بعد بیان اِس اتحاد اور اتصال مشورہ کے جو
اہل روم اور اہل یہود میں مسیح کے مقابل اور مخالف تھا اُنکے مقتولوں کے
ابطال کا اور مسیح کی سلطنت کے قیام اور اثبات کا ذکر درمیان آتا ہی۔ اور
پھر بموجب سیاق کلام کے اِس سلطنت کے ساتھہ ابنیت کے اظہار اور انتشار
کا قریب تعلق بتلایا جاتا ہی۔ چنانچہ خط باہل روم سے معلوم ہوا کہ استدلال قیامت

بہ ابنیت یعنی قیامت کے ثبوت سے ابنیت کا ثابت اور مبرہن ہونا کلام اللہ
کے اصول ضروریہ میں سے ہی +

اور اکثر مقامات میں مفسّروں کی رائے کے بموجب ایک تیسرا وقت بالاختصاص
اِس ابنیّت اور تولد ازلیت کا مصدّق و مظہر ہی اور اُس کلام اللہ میں مشارٌالیہ ہی
جو پولوس رسول کے خط بہ اہل عبرانیین میں مرقوم ہی یعنی مسیح کے دوسرے ظہور
اور آمد کا وقت جو قبل از روز قیامت ہوگا۔ پہلا باب ۱۶ آیت اور جب پہلوٹے
کو دنیا میں پھر لایا تو کہا کہ خدا کے سب فرشتے اُسکو سجدہ کریں +

ہم اِس رسالہ کے پانچویں باب میں بعض نقلی دلائل ۱۱۸ زبور میں سے اِس
بات کے ثبوت میں لائے ہیں کہ مسیح کی تذلیل اور تصلیب نہ بنی اِسرائیل صادق
اور حقیقی کیطرف سے ہوئی تھی بلکہ کاذب کیطرف سے یعنی اِسرائیل بشریہ سے
چنانچہ نسل کاذب اور صادق کی تفصیل کُل کلام اللہ میں بہت تاکید و تشدید سے ہی۔
اور اِس راز کا بیان مفصّل پولوس رسول کے خط بہ اہل روم میں ملتا ہی جسکا
دل چاہے ۹ باب میں غور سے پڑھ لے۔ اور جیسی تذلیل اور تصلیب ویسی ہی
قیامت جلالی اور صعود بفیروزی پر دلالت واضح و صریح ۱۱۸ زبور میں ہی۔ مثلاً
۲۲ و ۲۳ آیت میں لکھا ہی وہ پتھر جسے معماروں نے ردّ کیا کونیکا سرا ہوا یہہ خداوند
کا کام ہی جو ہماری نظروں میں عجوبہ ہی جن آیتونکا خلاصہ اظہر من الشمس ہی نہ
یہہ کہ وہ معمار ونکا مردود پتھر مسیح اور سرزاویہ محمد صاحب ہی۔ بموجب خام ظنّیت

بعض اشخاص کے جو اسلام حقیقی سے نہیں پر یہہ عین ایک ہی شخص ہے جسکا شروع مردود اور آخر کو سرزاویہ بھی ہونا ہر دو باتیں برابر خدا تعالیٰ کے قضا و قدر کے مضامین سے ہیں - اور مبارک ہیں وہ خلق جو حضرت ابراہیم اور داؤد کی معہود برکتوں سے نصیبہ ور ہیں - وہ خلق جو اپنے تجربے سے جانتے کہ مسیح کی اِس موت وحیات میں عمر بھر شراکت اور رفاقت کیا چیز ہے جسکے خواص اور فرائض خط بہ اہل روم کے ۶ باب میں تشریحًا و تفصیلًا روشن و مبیّن ہیں - اور وہ موت اور حیات ۱۸ زبور میں پیشینگوئی کی راہ سے بیان ہوتی ہے - از آنزو کہ جماعت اقدس جو مسیح کا بدن اور ملکوت بھی کہلاتا ہے قبر کی خُبث و ذلّت وسیاہی سے برخاست کرکے اِس زبور کے اندر اُسی گیت کے عین تلفّظ کو عاریتًا لیتا ہے جس سے بحر قلزم کے عبور کرنے کے بعد موسیٰ اور بنی اِسرائیل نے خدا تعالیٰ کی عجیب قدرتوں کی

ستائیشوں اور ثنا کو زبان زد کیا - خداوند میری قوّت اور میرا فخر ہے وہ میری نجات ہوگیا - اور بلاشبہ جس دن سے کوئی غریب ناچار خطا کار اپنی جان پر ترس کھا کر اور خداوند مسیح کی قیامت کا تیقّن پاکر اِسکا ہمراہ ہو کر اپنی عمر گذشتہ کی سالخوردگی کے سبب پژمردگی سے نئی اور جیتے راہ سے تازہ حیات کے لئے جی اُٹھتا ہے تو اِسی حال میں اِس زبور کی ۱۵ آیت کیا ہی خوب پوری ہوجاتی ہے -

صادقوں کے خیمے میں شادمانی اور مخلصی کا غلغلہ ہے خداوند کا دہنا ہاتھ بہادری کرتا ہے خداوند کا دہنا ہاتھ بلند ہوا ہے کہ گویا مقدّسونکے مسکنوں میں اُس فیروزی

اور فتحیابی کے سبب جو افواج شیاطین اور موت کے اندیشوں اور قبر کے حولوں
پر ہی شادیانے کی صدا سُنائی دیتی ہی۔ اور آسمانی اور زمینی پاک سرود یونکی
آواز بڑی ہمسازی اور خوش اتفاقی سے اِس زبور شریف کے تہلیلوں میں ملتی
ہی۔ اور وے اپنے امام اور پیشوائے مبارک کے پس رو اور مقتدی ہو کر دروازہ
صداقت و سلامت میں اُسکے پیچھے ہو چلتے ہیں۔ اور چلتے ہوئے یہہ کلمہ اور اِقرار
شکر پڑھتے ہیں جو ۱۷ آیت سے ۲۱ آیت تک مرقوم ہی میں نہ مرونگا بلکہ جیونگا اور
خداوند کے کاموں کی تقریر کرونگا۔ خداوند نے مجھے خوب تنبیہہ کی لیکن اُس نے
مجھے موت کے حوالے نہ کیا صداقت کے دروازے میرے لئے کھولو کہ میں اُنسے
اندر جاؤنگا میں خداوند کی ستایش کرونگا خداوند کا دروازہ یہہ ہی جس میں صادق
لوگ داخل ہوتے ہیں۔ دیکھو وہ دروازہ بہشت اور باب حیات ہی کہ جس کی
حراست اور زینہار کے لئے اِس تعالیٰ کے اِرشاد سے چلتی تلوار مقرر کی گئی تا آنکہ
کوئی خبث آلودہ خلق اِس میں مداخلت نہ پاوے اب وہ دروازہ کیا ہی خوب
مفتوح ہو گیا۔ ازآں جہت کہ سب مقدس اُسکے توسط سے اور اُسپر قوی یقین
کرکے جو قبر کے قفل توڑکر فرماتا ہی موت اور عالم غیب کی کنجیاں میرے ہاتھہ میں
ہیں گویا اُسکی حشمت ربانی ہو کر اُس محل اور حصار ربانی کے ملازموں سے وہ
ارشاد کر سکتے جو ۱۹ آیت میں مرقوم ہی صداقت کے دروازے میرے لئے کھولو میں
اُن سے اندر جاؤنگا۔ اِس جرأت اور بیخوفی کا سبب یہہ ہی کہ خداوند نے آپ ہی

اپنی قدرت الٰہی کے بموجب یسعیاہ کے ۲۶ باب کی ۲ آیت میں فرمادیا تم دروازہ کھولو تاکہ راستباز قوم جس نے صداقت کو حفظ کر رکھا ہی اندر آویں ✣

یہہ بھی ذرا غور و لحاظ کے قابل ہی کہ جب خداوند مسیح سرزاویہ سے اِس زبور میں ملقّب ہی تو اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ کلیسیاء جو کُل عالم کے سب اقوام اور قبائل میں مُنتشر فراواں ہوتی چلی جاتی ہی ایک عمارت بزرگ اور عالیشان سے تشبیہہ رکھتی ہی - اور جیسے اور سب کا حال ہی ویسے ہی اِس عمارت میں بھی تین پتھر مخصوص اور ممتاز ضرور چاہئیں جنکی عزّت اور رونق اور قدر عمدہ اور افضل اور اشرف ہی یعنی سنگ بنا جس سے اِستقرار اور مضبوطی عمارت کو ملتی ہی - اور دویم سنگ زاویہ جس سے اُسکے اجزاء مختلفہ وابستہ اور مربوط ہوتے ہیں - اور سویم سنگ قلتہ المینار جس سے زیبائش اور تکمیل اور تتمیم ظاہر و عیاں ہو - پس ہمکو جاننا چاہئے کہ مجلس خاص مومنین کی عمارت کے اِن تین سنگوں کے مجمع اَوصاف وخواص کے بیان میں خداوند مسیح مشارٌالیہ ہی یعنی کلیسیاء کی بنا مسیح پر خصوصًا اُسکی ابنیّت اور الوہیت کے اِقرار پر اور بعد ازآں اُسکی موت اور قیامت از مُردگان پر مبنی ہی اور اِسی اِقرار پر قیام اور قرار پاکر مربوط اور باہم پیوستہ بھی ہی اور اُسکی روح کے خصائل و فضائل سے معمور ہوکر اپنی زینت وجمال اور تمام و اختتام اِس سے لیتی ہی - ہاں شہادت رُسل و انبیاء سے یہہ صاف وصریح ہی کہ پاک کلیسیاء کے سب کمالات اِسی سے مستعار اور مستفاد ہیں - اور وہ جو

پولوس افسیونکے خط کے ۲ باب کی ۱۸ آیت میں فرماتا ہی کہ تم رسولوں اور نبیونکی نیو پر

جہاں یسوع مسیح آپ کونیکا پتھر ہو رد ے کی طرح اُٹھائے گئے ہو تو فحوائے کلام

یہہ نہیں کہ رسول وانبیاء بنفسہ و بذاتہ جماعت مومنین کی بنیاد ہیں بلکہ بیشتر وہ اقرار

اور شہادت بنیاد ہی جو مسیح کی ذلت وقلت اِنسانی کی اور جلال وعظمت و

قدرت ربانی کی نعمت فیض سے اُنکو تفویض و مرحمت کی گئی جسکا ثبوت وہ مشہور

اِقرار اور کلمہ ہی جسے پطرس رسول نے باقی حواریوں کے عوض خداوند کے حضور پڑھا

کہ تو مسیح ابن اللہ ذوی الحیات ہی کہ وہ قول کبیر اور بزرگ جسوقت اُس مقدس

کی زبان سے صادر ہوا۔ خداوند نے اُسے اُس رُتبہ ممتاز سے مشرف کیا جسکا ذکر

متی کے ۱۶ باب کی ۱۶ و ۱۸ آیات میں مندرج ہی ای شمعون مبارک ہی تو کیونکہ

جسم اور خون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے تجھہ پر یہہ ظاہر کیا۔ میں یہہ بھی تجھہ

سے کہتا کہ تو پطرس ہی اور میں اِس پتھر پر اپنی کلیسیا بناؤنگا اور دوزخ کا اِختیار

اُسپر نہ چلیگا۔ یہہ واضح ولایح ہی کہ جسقدر رسول مبارک اپنے اِقرار کی صفائی

اور بیخوفی اور انکشاف عامہ میں فوقیت رکھتا تھا اُسیقدر تک رُتبہ اور درجہ

میں بھی فضیلت لیگیا چنانچہ کس شخص کا اِقرار کبھی ایسا افضل ہوا جیسا اِس

رسول نے یہود کے رُوسا اور خواص اُمت کے مقابل اپنے خطاب میں درپیش

کیا جسکا بیان رسولوں کے ۴ باب کی ۱۱ آیت میں لکھا ہی۔ یہہ وہی پتھر ہی

جسے تم معماروں نے ناچیز جانا جو کونے کا سرا ہو گیا۔ اور کسی دوسرے سے

نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس سے ہم نجات پاسکیں ✣

ای یار و خدا آپ پر فضل کر کے اِس ایمان اور ایقان کو آپ میں خاطر نشین کرے۔ کہ ہر کوئی جو مسیح کے وجود اور زیست اور قول سے منقطع اور منفصل ہی اُسکی حیات خدا کی حیات کی نسبت فی التحقیق موت ہی۔ اور ہر چند آدم زاد کے نزدیک اور اپنی دانست میں آپ لوگونکے مراتب اور مدارج عالی اور ستودہ ہوں مثلاً شیخ جی یا حاجی جی یا سیّد جی یا پیر جی یا مُرشد جی یا اہل تقویٰ جی یا فقیر جی یا غوث جی اور مانند اِنکی وغیرہ مراتب ہوں پر تو بھی اگر آپ خدا تعالیٰ کے اِس فضل و شفقت و رحمت کے احاطے سے جو خود مسیح ہی بیروں رہیں تو خدا کی قربت اور دیدار کی اُمید باطل اور بے اصل ہی۔ برعکس اسکے جو سب سے قلیل اور ضعیف صاحب ایمان اور حقیقت ہی اُس سے اِس بندہ کا قول بلکہ قسم تک بھی ہی (کیونکہ خدا کی قسم شریف اِس امر کے قبول کرنیوالی ہی) کہ تو ہرگز کسی صدمہ اور ایقاع غم سے متاسف اور متزلزل نہ ہو بشرطیکہ تو اِس فضل و لطف کے احاطے کے اندر محصور رہو۔ اور کہ یہہ تیرے سب معاملات اور مقدمات اُس خداوند مبارک کے ہاتھہ میں سپرد ہیں کہ اِس وکیل ثقہ اور امانت دار کے ذمے کلیسیاء کا سب اِنتظام اور بندوبست حوالہ کیا گیا ہی۔ ہاں بلکہ خدا باپ تعالیٰ نے جو مالک اور خالق اور رازق العالمین ہی بموجب تقریر قبل اپنے پاک

صفات اور کمالات حسنہ اِس امر کے وثوق پر کفیل کر دیئے کہ وہ اُسی کے ذریعہ سے
تمہاری ساری خطاؤنکو عفو و محو کریگا - اور اپنا خوف اِسقدر عمل اور اثر پذیر تمہارے دلوں
میں ڈالیگا کہ تم کبھی اُس سے روگردان نہ ہوگے - اور حزقیئل نبی کے ۳۷ باب ۲۶
و ۲۷ آیتوں میں یہہ قول اللہ مرقوم ہی کہ میں اُنکے ساتھہ سلامتی کا عہد باندھونگا اور
اُنہیں صلح کی کثرت بخشونگا اور اُنکے درمیان اپنے مقدِس کو ہمیشہ قایم رکھونگا -
ہاں میں اُنکا خدا ہونگا اور وے میرے لوگ ہونگے ٭

اور جس شخص نے خداوند مسیح اور اُسکے رسولوں کی گواہی کو منظور کیا ہی کہ
زبور کی کتاب اُسکی پیشینگوئیوں اور اشاروں سے بھری ہوئی ہی اور متکلم مزامیر
صرف خود داؤد حقیقی نہیں بلکہ اُسکی نسل موعود یعنی مسیح کو مانتا ہی وہ شک و شبہ نکریگا -
کہ تیسری اور اٹھارھویں زبوروں میں مسیح کی برخاست از مُردگان کی پیشخبریاں
اُس روح حق کی طرف سے فرمائی گئی ہیں جسکی آواز اور الہام باطنی سے انبیاء حالت
خاموشی سے گویا ہوگئے - اور اُس کلمۂ ربّانی سے جو خدا اقادر مطلق کا کاشف الاسرار
ہی قوت انکشاف پائی - اور عمدہ سے عمدہ مفسّرین نے مفت اور غیر واجب نہیں
کہا کہ تیسرے زبور کے سب مضامین نہ صرف داؤد پر صادق آتے ہیں بلکہ اُسکی
طرف عاید ہوتے ہیں جسکے حضور میں یریحا شہر کا اندھا پکارتا تھا کہ اے یسوع ابن
داؤد مجھہ پر رحم کر - چنانچہ نہ صرف دونوں کینہ ور اور خونخوار دشمنوں سے محاصرہ کیئے
گئے بلکہ دونوں پر قتل اور تہمت اور طعنہ اور ملامت کا بوجھہ پڑا کہ یہہ خدا سے متروک

اور اُسکی کمک سے محروم ہی- اور دونوں اِس اژدہام اور شورش کے درمیان لیٹکر
سو رہے اور جاگ بھی اُٹھے- دیکھو وہ ابن داؤد بیخوفی اور دلجمعی تمام سے حملہ غنیموں
اور صدمۂ تکالیف کے باوجود گویا صلیب کے سخت بستر ے پر پاؤں دراز کرکے اِستراحت
کرتا ہی اور قیامت کی میعاد مقرّر کی یقینی انتظاری سے اپنی جان کو باپ کے حوالہ
اور سپرد کرتا ہی- اور جیسا پہلوان نیند سے اُٹھکر تازہ دم نکلتا ہی اور ہر صورت کی
پیش قدمی اور جوانمردی سے ہر دشمن کے مقابل جنگ وجدال پر مستعد اور کمر بستہ
ہی- اِسیطرح بموجب قول اِس تیسرے زبور کے مسیح اپنی صلیبی موت اور قبر کی
خوابگاہ سے اُٹھکر آپ بھی فرماتا ہی اور اپنے بدن مجازی یعنی جماعت خاص کی
ہر زبان پر یہہ گیت دلجمعی اور تیقّن کا لاتا ہی- ۳ زبور ۵ و ۶ آیت میں لیٹ گیا اور
سو رہا میں جاگ اُٹھا کیونکہ خداوند میرا حافظ ہی اگر دس ہزار آدمی مجھے گھیر لیں
میں اُن سے نہیں ڈرونگا- اور خداوند مسیح کے تسلّط کی جو مُردوں سے برخاست
کرنے کے وقت سب شیاطین اور کلیسیاء کے سب غنیموں پر تھا- اور اُس
حکومت وقدرت کی جسسے وہ مقدّسونکی جماعت خاص میں رکھتا ہی ۱۹ زبور کے
شروع میں مثال دیجاتی ہی- آفتاب کے نور اور تجلّیات کے اِنتشار سے جس سے
وہ رُبع مسکون کو گویا اپنی شعاعوں کی جریب سے پیمایش کرکے عالم کو اپنے قبضے
میں کرلیتا ہی اور اپنے رونق وجلال کے دریائے محیط سے اُسکو گھیر لیتا ہی- اِن
میں اُس نے آفتاب کے لئے خیمہ کھڑا کیا ہی جو دولہا کی مانند خلوت خانہ سے

نکل آتا اور پہلوان کیطرح میدان میں دوڑنے سے خوش ہوتا ہی- افلاک کے کنارے
سے اُسکی برآمد ہی اور اُسکی گردش اُسکے دوسرے کنارے تک ہوتی ہی- اُسکی گرمی
سے کوئی چیز نہیں چھپی- چنانچہ پولوس رسول نے رومیونکے دسویں باب میں اِنہیں
آیتوں کی تشریح وتفسیر کرکے مسیح کی طرف اور اُسکے مژدہ نجات اور بشارت
کی جانب منسوب کیا ہی- ۱۷ و ۱۸ آیتوں میں یہہ مرقوم ہی- پس اِیمان سُننے سے
اور سُن لینے کا مادہ خدا کی کلام سے ہوتا ہی پر میں کہتا ہوں کیا اُنہوں نے نہیں
سُنا البتہ اُنکی آواز تمام روئے زمین پر اور اُنکی باتیں دُنیا کی حدّوں تک
پہنچیں ✣

اور جسطرح رسول مبارک نے ۱۹ زبور کے مضامین کا مصداق خداوند مسیح
کو بتلایا از آنزو کہ فضائے سماوات کا نور اور تجلّیات مژدہ اور بشارت اِنجیلی کے
مشابہ ہیں- اور ضمناً واشارتاً یہہ بھی فرمایا کہ آفتاب فلکیہ کی رونق اور حشمت
اور اُسکی پیش قدمی اور مداومت مثال اُس کلمتہ اللہ کی ہی جسکو نبیوں نے عالم
ارواح کے لئے آفتاب صداقت سے ملقب کیا- اِسی طرح اُسی رسول نے ۱۸ زبور
کی ۱۱ آیت کے کُلّیہ مضمون کو مسیح کی طرف محمول کیا- چنانچہ ہمنے اِس رسالہ کے
باب بالا میں اصحاب نبوت اور پیشین گوئی کے اُس قاعدہ اور دستور پر لحاظ اور
اِلتفات کیا تھا کہ اُنہوں نے کسی فقرہ اور آیت مجرّد کو سلسلۂ کلام سے منقطع اور
منفصل کرکے آیندہ زمان کے واقعات کے صرف ایک نشان بعید اور

اشارہ عارضی کو در پیش نہیں کیا بلکہ ایسا سلسلۂ کلام و مضامین کا نظر آتا ہی جس میں
قرینہ قبل و بعد کی اِس آیت یا فقرے کے ساتھ پوری مطابقت و موافقت ہو۔
پس اِس قاعدے کی ایک مثال دیکھنے کے لائق وہی آیت مشارٌالیہ ہے جسے
رسول نے ۱۸ زبور کے اواخر سے نقل کیا ہی۔ وہ آیت معہ اِس سیاق کے اِس
وضع مذکور پر ہی (رومیونکا ۱۵ باب ۸ و ۹ آیت) یسوع مسیح خدا کی سچائی کے لئے
مختونوں کا خادم ہوا تا کہ اُن وعدوں کو جو باپ دادوں سے کئے گئے پورا کرے اور کہ
غیر قومیں بھی اُسکے رحم کے سبب خدا کی ستائش کریں چنانچہ لکھا ہی (۱۸ زبور
۵ آیت) کہ اِسواسطے میں قوموں کے بیچ تیرا اِقرار کرونگا اور تیرا نام گاؤنگا۔ اِس
موضع سے صاف ظاہر ہی کہ رسول آیت کو نقل کرتا ہی بعلّت ثبوت اِس امر کے
کہ غیر قوم زمان خلف میں خدا کی ثنا اور ستایش کرینگے۔ بسبب اُسکے رحم و فضل
کے جو یسوع مسیح میں مخزون تھا اور اُسکی موت و قیامت و صعود ذیں وقوع و شہود
میں آیا۔ سچ تو یہی کہ اِس آیت مذکور میں ثبوت واضح و لایح ہی حضرت داؤد کی
فتوحات کا اور اُس قیامت خلاف قیاس کا جو اُس نے غم و الم اور شکست و
زبونی کی ظلمات سے حاصل کی تھی پر تو بھی پولوس رسول کی شہادت اِسبات
پر دال ہی۔ کہ بالاختصاص تمام اِس ۱۸ زبور کے مضمون کا تخم و اصل مسیح کے احوالونکا
اِظہار و اِشتہار ہی کہ کسطرح اُنکے اوائل میں شکستگی اور رسوائی اور ذلت ہوگی۔
اور برعکس اِسکے اُنکے اواخر میں قیامت و صعود اور دور دور غیر قوموں تک تبسیط

سلطنت ہوگی - اور اِس آیت بالا کا قرینہ قبل و بعد بھی عجیب و غریب اِتفاق
حرفاً و معناً رکھتا ہی باقی نبیوں اور خصوصاً یسعیاہ نبی کی مشہور پیشین گوئیوں کے
ساتھہ مثلاً شکست اور موت کے بیان میں ۵ و ۶ کے اندر مرقوم ہی - موت کی سختیوں
نے مجھہ کو گھیرا اور بیدین لوگوں کے سیلابوں نے مجھے ڈرایا پاتال کی طنابوں
نے میرا محاصرہ کیا موت کے پھندوں نے مجھے اٹکایا - اور پھر قیامت و فیروزی اور
غنیموں کی شکست کی گواہی ۴۳ و ۴۴ و ۵۰ آیتوں میں دیجاتی ہی - تو نے مجھے
لوگوں کے جھگڑوں سے نجات دی تو نے مجھے اجنبی قوموںکا سردار کیا وے لوگ
جنہیں میں نہیں جانتا میری فرمانبرداری کرینگے - میرا نام سُنتے ہی اُنہیں میری
فرمانبرداری کرنی پڑیگی اجنبیوں کی نسلیں مجھہ سے دب نکلینگی وغیرہ - اور مثال
اُس حکمرانی اور قدرت آمیز فتحیابی کی جس سے مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھکر سب
شیاطین کو اور اپنی کلیسیاء کے سب غنیموں کو زیر پا کرنیوالا تھا آفتاب کے طلوع
ہونے اور اُسکی تجلّیات کے اِنتشار سے ۱۹ زبور کے شروع میں دی جاتی ہی -
یعنی جسطرح وہ شمس فلکیّہ اپنی شعاعوں کی جریب سے آسمان کی پیمایش کرکے
اُسپر گویا اپنا قبضہ کرلیتا اور اپنے رونق و جلال کے دریائے محیط سے گھیر لیتا ہی -
اِسیطرح تمام عالم قوم بعد قوم کے اور اطراف بعد اطراف کے خداوند کا مطیع ہوگا
جیسا اُس زبور کی ۴ و ۵ و ۶ آیتوں میں لکھا ہی - دنیا کے کنارے تک اُنکا کلام
پہنچا ہی اُن میں اُس نے آفتاب کے لئے خیمہ کھڑا کیا ہی جو دُلہن کی مانند خلوتخانہ

سے نکل آتا ہی اور پہلوان کی طرح میدان میں دوڑنے سے خوش ہوتا ہی۔ افلاک کے کنارے سے اُسکی برآمد ہی اور اُسکی گردش اُسکے دوسرے کنارے تک ہوتی ہی۔ اُسکی گرمی سے کوئی چیز چھپی نہیں۔ خداوند کی توریت کامل ہی کہ دل کی پھیرنے والی ہی۔ خداوند کی شہادت سچّی ہی کہ سادہ دلونکو تعلیم دینیوالی ہی وغیرہ۔ چنانچہ پولوس رسول نے رومیوں کے ۱۰ باب ۱۷ و ۱۸ آیتوں میں اِس تفسیر اور تشریح کو صحیح اور برحق ٹھہراکر فرمایا ہی۔ پس ایمان سُن لینے سے اور سُن لینا خدا کے کلام سے (یعنی خدا کا کلام ایلچی گری کے طور سُنانے سے) پر میں کہتا ہوں کیا اُنہوں نے نہیں سُنا البتہ اُنکی آواز تمام روئے زمین پر اور اُن کی باتیں دنیا کی حدّوں تک پہنچیں ❊

اور جسطرح رسول مبارک نے ۱۹ ازبور کے وزنی مضمون کا مصداق خداوند مسیح کو تبلایا ہی از آنرو کہ انجیل مسیح کی بشارت اور آفتاب کی شعاعوں کے نور اور حرارت کا ایک ہی حال ہی اور ہدایت مسیح کو اِتنی ہی تاثیر ہی روحانیات میں جتنی آفتاب کو عالم محسوسات میں۔ اِسطرح اُسی رسول نے جو ۸ ازبور کی ۱ آیت کو خداوند مسیح کی طرف منسوب و محمول کیا ہی تو صاف معلوم ہی کہ باقی سب مضمون جو قرینۂ کلام کے طور پر اُس آیت سے متعلق ہی کُلّیتہ مسیح پر صادق آتا ہی۔ اور احوال مذکورہ زبور اُس خداوند کی سلطنت کے احوال کی گویا تصاویر اور تشابیہہ کے برابر ہیں بموجب اُس قاعدہ بیان نبوتیہ کے جو باب سابق میں مذکور ہوا کہ ہر

پیشینگوئی کے قرینۂ قبل و بعد کا سلسلۂ کلام سلسلۂ مضامین کے ساتھہ تعلق اور
تطابق قریب رکھتا ہی - پس اس قاعدہ کا نمونہ اُس آیت مشارٌالیہ سے خوب نکلا
جسے رسول نے ۱۸ ازبور کے اواخر سے نقل کر کے مسیحی سلطنت کی طرف عاید تبلایا
تو مصداق اُس آیت کا معہ سیاق کلام کے خود مسیح ہی - دیکھو پولوس رسول خط بجماعت
روم میں یہہ آیت کسطرح نقل کرتا ہی - اور کہ غیر قوم بھی رحم کے سبب خدا کی ستایش
کریں چنانچہ لکھا ہی کہ اِسواسطے میں قوموں کے بیچ تیرا اقرار کرونگا اور تیرا نام گاؤنگا -
اِس مقام سے صاف ثابت اور ظاہر ہی کہ رسول پولوس آیت مذکور کو نقل کرتا ہی
بعلت ثبوت اِس امر کے کہ غیر قوم زمان خلف میں حق تعالیٰ کی ثنا و ستایش کرینگے -
اُس خاص رحمت اور فضل کے احسان کے سبب جو ہمارے خداوند یسوع مسیح
میں مخزون ہو رہا تھا پھر اُسکی موت اور قیامت و صعود سے وقوع اور شہود میں
آیا - سچ تو ہی کہ اُس زبور میں شہادت صریح اور مستند ثبوت ہی حضرت داؤد کی
فتوحات کا اور اُس قیامت خلاف قیاس اور خارق عادت کا جسے اُس مبارک
نے غم و الم اور خواری و ذلّت کی ظلمات سے پایا تھا - پر تو بھی پولوس رسول کی
صاف گواہی اِسبات پر دلالت کرتی ہی کہ بہ تمام تفصیل و تخصیص اِس ۱۸ ازبور کا
اصل تخم خداوند مسیح کے احوالونکا اِظہار اور اِشتہار ہی کہ کسطرح اُسکے اوائل میں
خواری و رسوائی ہونیوالی تھی - اور برعکس اُسکے اواخر اُس مُنجی العالم کے قیامت
اور صعود اور دور دور غیر قوموں تک فیروزمندی اور سلطنت کی بڑھاؤ ہوگی -

اور اُس آیت مشارٌالیہ کا قرینۂ قبل و بعد عجیب اور قریب اِتفاق رکھتا ہی ہم حرفاً
اور ہم معناً باقی نبیوں اور خصوصاً یسعیاہ نبی کی مشہور پیشینگوئیوں کے ساتھہ مثلاً
فی الحال کئی شکست اور موت کا بیان ۵ اور ۶ آیتونکا مفہوم ہی۔ قبر ہی کی رسیوں
نے مجھے گھیر لیا موت کے پھندوں نے مجھے آگے سے پھنسوایا۔ میں نے تنگی
کے وقت خداوند کو پکارا اور اپنے کے آگے چلّایا اُس نے میری آواز اپنی ہیکل سے
سُنی اور میری فریاد اُسکے کانوں تک پہنچی۔ اُسکے برعکس قیامت اور فتحمندی اور
اہل خلاف کی پراگندگی و ہزیمت کی گواہی ۳۵ اور ۳۸ اور ۴۳ آیتوں میں تفصیلوار
دی جاتی ہی۔ تونے اپنی نجات کی سپر مجھہ کو عنایت کی اور تیرے دہنے ہاتھہ
نے مجھے سنبھال لیا اور تیرے احسان نے مجھے بزرگ کیا۔ میں نے اپنے دشمنونکا
پیچھا کیا اور اُنہیں جالیا میں پیچھے نہ پھرا جب تک اُنہیں فنا نہ کیا۔ تونے مجھے
لوگوں کے جھگڑوں سے رہائی دی تونے مجھے اجنبی قومونکا سردار کیا۔ وے لوگ
جنہیں میں نہیں جانتا تھا میری فرمانبرداری کرینگے وغیرہ ✢

ہر ایک انبیاءخوان کو معلوم ہوگا کہ کیا ہی بیشمار پیشخبریاں اِن دو مضامین کی
انبیاءِ خلف کے صحف نبوت میں پائی جاتی ہیں اِسوجہ سے کہ وے حضرت داؤد
کی آیات بالا مذکور کے عین مشابہ اور متفق ہیں۔ مثلاً یسعیاہ نبی کے ۵۲ باب کی
۱۳ و ۱۵ و ۱۶ آیتوں میں مرقوم ہی جسطرح بہتیرے تجھے دیکھکر دنگ ہوگئے کہ اُسکا
چہرہ ہر ایک بشر سے زائد اور اُس کی ہیکر بنی آدم سے زیادہ بگڑ گئی۔ اِسیطرح

بہت سی قوموں کو چھڑکیگا اور بادشاہ اُس کے آگے اپنا مُنہہ بند کرینگے وغیرہ*

اب چاہیئے کہ اُن آیتونکی طرف ذرا لحاظ کریں جن سے خاص مراد خداوند کا صعود اور عروج ہی۔ اگرچہ شاید لازم اور ضروری نہ تھا کہ اُسکے صعود پر علیحدہ شہادت اور دلالت دی جاوے۔ ازآں جہت کہ مسیح کا صعود اُسکے برخاست از مُردگان کا اِختتام تھا اور حقیقت میں یہہ دو امور امر واحد ہیں صرف خیال مین متفرق ہوسکتے ہیں یا بہر حال لازم وملزوم کی نسبت رکھتے ہیں۔ جب نجات کا کام خداوند نے اپنے ذمے لیا اُسکا کچھہ کمتر حاصل اور اتمام اِس سے نہوسکا کہ آپ ہی قبر سے خروج کرکے آسمان کو بھی عروج کرے اور اپنونکو بھی تحت زمین سے اور پنجۂ موت سے خلاص کرکے اپنے صعود میں شامل اور ہم وارث اور اپنے جلال کے شاہد ہونے سے مشترف کرے۔ بموجب اُسکی مراد مشفق اور مرضی مبارک کے کہ اپنے مجازی بدن کے سب عضوونکو اپنی عمر کے سب احوالوں میں بہرہ ور اور شریک کرے۔ چنانچہ انجیل کی آیات متعددہ سے صاف معلوم اور ثابت ہی کہ اہل مسیح کا حق بلکہ عین فخر و ثواب یہی ہی کہ اپنے خداوند کی تصلیب اور تدفین اور برخاست از مُردگان اور عروج میں رفیق ہوجاویں۔ مثلاً قلسیوں کے خط کے ۳ باب کی

۱۔۴ آیتوں میں مرقوم ہی اگر تم مسیح کے ساتھہ جی اُٹھائے گئے ہو تو اُن چیزوں کی تلاش میں رہو جہاں مسیح خدا کے دہنے بیٹھا ہی کیونکہ تم مرگئے ہو اور تمہاری زندگی

مسیح کے ساتھہ خدا میں چھپی ہی۔ جب مسیح جو ہماری زندگی ہی ظاہر کیا جاویگا تب
تم بھی اُسکے ساتھہ جلال میں ظاہر کئے جاؤ گے +

پس جبکہ خداوند مسیح کی عمر کے باقی امور کی نسبت اِس امر کی یعنی اُس کے عروج کی رونق اور جلوہ گری زیادہ تھی ازآں جہت کہ تب ہی سے اُسکا جلوس بادشاہانہ اور دست راست پر تخت نشینی شروع ہوئی یعنی آپ ہماری خستہ شکستہ ذات کا متحمل ہوکر اور اُسکے خبث اور گندگی کو اُٹھا کر تب ہی سے اُسے ایسے عالی درجہ تک سربلند کیا کہ کائنات کے سب مراتب اور منازل میں ایک بھی اُسکے مقابلہ کرنے کے لائق نہیں۔ تو قیاس واجبی تھا کہ بطور اشارے اور پیشینگوئی کے اُسکا ذکر اور خبر حضرت داؤد کے زبوروں میں پایا جاوے۔ چنانچہ کئی مشہور مقامات سے معلوم ہوتا ہی کہ اُس مبارک نے بطور کشف اور رویا کے نظر نبوّت سے اُس عروج کو دور سے دیکھا اور آیندہ زمانوں کے تیقّن کے لئے اُسے مذکور اور مفہوم کیا۔ مثلاً ۸ زبور اور ۱۱۰ زبور اور ۶۸ زبور کے کئی مضامین میں پولوس رسول نے مسیح کے صعود کا اِظہار اور اِشتہار پایا ہی +

۸ زبور میں بطور رمز و کنایہ کے اُس شمس صداقت کی طرف اشارہ ہی جسکے آگے باقی سب آفتاب نامی گرامی اینجہانی ریاست اور کبریت اور علم و حکمت اور وصف فضیلت کا جلال نورانی کسوف کہاتا ہی جیسا باقی اجرام فلکیہ شمس سماویہ کے طلوع کے آگے سیاہ فام ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اُس زبور میں یہہ

سوال پیدا ہوتا ہی کہ بنی آدم کیا قدر اور کیا رونق رکھتا ہی اُن جلوہ گر سیاروں کی
نسبت جنکا سیر گاہ اور دایرۂ عزت مدار عرش کی فضا ہی ۔ پر تو بھی یقین ہی کہ مرد
بچوں اور شیر خواروں کی زبانوں سے رب تعالیٰ حمد و ثنا کو منظور کر کے منزلہ
تکمیل سے اُن قلیل ذلیلوں کو مشرف کرتا ہی تو یہہ کیا واجبیت رکھتا ہی اور اُسکا
کیا سبب ہی *

جاننا چاہیئے کہ اِس سوال کا جواب حضرت داؤد اینجہانی حکیموں کی مجلسوں
سے نہیں مانگتا بلکہ اُس مدبر اعلیٰ کی حکمت و رعایت کے دلایل و امثال سے جو
اِس عالم کی تدبیر میں درپیش آئے ہیں ۔ چنانچہ جواب حقیقی یہہ ہی کہ اگرچہ اِنسان
کے قد و قامت اور صورت جسمیّہ اِتنی ذلت و قلت کی ہی مگر فضل الٰہی سے اُسکا
رُتبہ اور منزلت آنقدر بزرگ اور شریف ہی کہ خدا تعالیٰ سے تھوڑی کمی اور کوتاہی
رکھتا ہی ۔ یعنی خدا تعالیٰ کے احسانوں اور اِنعاموں سے جو کچھ لینا ممکن تھا اور
اُسکے فضل کی دولت عطا بخش اور کرم گستر کا جو کچھ تناول ہو سکتا تھا اُس سے
تھوڑی ہی کمی اور کوتاہی رکھتا ہی ۔ ہاں بلکہ اُس تعالیٰ کے ساتھہ وہ قریب
تعلق رکھتا ہی جو مشابہت اشبہ اپنے اصل نقشہ کے ساتھہ رکھتی ہی ۔ لیکن
اِس امر میں ایک مسئلہ پیدا ہوتا ہی جسکا ذکر اور اشارہ خط عبرانئین کے باب
مذکور میں ملتا ہی کہ جب اِنسان کا پیدایشی حال ایسا ہی تھا تو اب بالفعل اُس
کو کیا ہوا اور اُسکے مفقود ہونیکا کیا سبب ۔ رسول فرماتا ہی تو نے سب کچھہ اُسکا

زیر پا کیا پر اب ہمنے نہیں دیکھا کہ سب کچھہ اُسکا مطیع اور زیر پا ہی - پھر رسول مبارک
اُس سوال کا جواب اِس مضمون سے فرماتا ہی کہ اگرچہ ہمنے کل انسان کو جلال کا
تاج پہنے ہوئے نہیں دیکھا مگر اُسے دیکھتے ہیں جسکا درجہ فرشتوں سے کچھہ کم کیا
گیا یعنی یسوع کو کہ اُس نے موت کی اذیّت کے سبب جلال و عزت کا تاج پایا تاکہ
وہ خدا کے فضل سے سب آدمیونکے لئے موت کا مزہ چکھے - یعنی کُل جنس کو تو نہیں
مگر اُسکو جو کُل جنس کا سر اور پیشوا اور رہر اول ہی جس نے بطور کفیل اور وکیل کے
اُنکی نجات و سلامت کے مہمات کو اپنے ذمے لیا - آپ ہی گویا اُنکا قایم مقام ہوکر
اُس تخت جلال پر چڑھہ بیٹھا جہاں اُنہیں بھی اپنے ساتھہ کر لینے اور رب تعالیٰ
کے قرب و رفاقت میں پُہنچانے کے قول واثق کی قبالت سے مرہون ہی - جیسا
دوسرے خط میں اُسی رسول نے فرمایا ہی - خدا نے جو رحم میں غنی ہی ہمکو مسیح کے
ساتھہ جلایا اور اُسکے ساتھہ اُٹھایا اور یسوع مسیح میں شامل کئے ہوئے آسمانی
مقاموں میں اُسی کے ساتھہ بٹھایا وغیرہ ✣

اور دوسرے مقام میں یعنی خط بہ اہل قرنتس کے ۱۵ باب کی ۲۵ و ۲۷ آیتوں
میں رسول نے اُن دو باتونکو یعنی مسیح کے دست راست پر صعود و قعود کو اور
عالمگیری کامل اور جاوید کو لازم ملزوم بتلایا ہی اور اُن دو امر ونکا لازم ملزوم ہونا
اِس ۸ زبور کی گواہی سے ثابت و منصوص کرتا ہی - کیونکہ جب تک وہ سارے
دشمنونکو اپنے پانوُں تلے نہ لاوے ضرور ہی کہ وہ سلطنت کرے موت بھی جو

آخری دشمن ہی نیست ہوگی کہ اُس نے سب کچھ اُسکے پانوں تلے کردیا ہی تو اُس
اصل زبور کو اور انجیل شریف کے جن جن مواضع مذکور میں اُسکی عبارتیں منقول ہیں
اُنکے خیالات اور مضامین پر غور کرنے سے یقین ہی کہ مسیح نے اُس وزر و گناہ
کو جو اِنسان کے اصل حال کے مضرّ اور مخلّ تھے بیچ میں سے اُٹھا کر سب مقدّسوں
کو آپ ہی میں پیوند کر کے اُنکی عاقبت کو اِنسان کے اوائل کی نسبت اَور بھی
اکمل اور اعلیٰ اجلال کو سربلند کیا چنانچہ آپ مکاشفات میں فرماتا ہی۔ جو غالب
ہوتا ہی میں اُسے اپنے تخت پر اپنے ساتھ بیٹھنے دونگا۔ اور ۱۸ زبور میں بھی
دو مختلف حالتیں کمال تشدید اور تخصیص سے آپس میں مقابلہ کیجاتی ہیں یعنی
قید اور تنگی اور وفات اور بعدہ حیات اور کشادگی اور آزادی بیان ہوتی ہیں
حالانکہ وہ شخص جسپر یہہ دو حالتیں عائد و صادق ہوتی ہیں عوام الناس میں سے
نہیں ہی بلکہ نہایت صاحب رونق و دبدبہ اور عالی درجہ پر ہی۔ تا آں قدر کہ
اُسکی عمر کے سب احوال سے خواہ ذلت و خواری ہو خواہ عظمت و علوّیت ہو کُل
عالم طبعیہ یعنی فلکیہ اور سفلیہ ہر طرح سے اثر پذیر ہیں اور اُسکی صورت کے تغیّرات
اور تقلّبات سے اُنکی صورت بھی متغیر ہو جاتی ہی۔ اور خصوصًا جہان کے سب
ملوک اور قبائل اور اُنکے اصحاب سیاست و ریاست اُس شخص کے برخاست
از مُردگان پر اور بعد شکست و تباہ حالی کے متجلّی ہونے پر عجیب طور پر منحصر ہوتے
ہیں۔ اور اِس زبور مجید کی بہت عبارتوں اور مثالوں سے روشن اور پدید ہی کہ

ایسے شخص کی طرف اشارہ ہی جو متکلم بتجرّد نہیں ہی بلکہ کسی قوم قبیلہ کی پیشوائی
اور خلافت رکھتا ہی۔ چنانچہ اِس شخص مذکور کے واقعات عمر میں اِتنے اور ایسے
معجزات اور خوارق عادات بیان ہوتے ہیں جیسے بنی اِسرائیل کے ملک مصر
سے خروج کے وقت واقع ہوئے تھے۔ جنکے وارد اور واقع ہونے سے اِشہاد
اور اِظہار ہوگیا اُس ولادت ثانی کا اور اس رُتبہ عالیہ کا یعنی کہانت بادشاہانہ
ہونیکا اور سب اقوام میں سے قوم برگزیدہ اور پسندیدہ ہونیکا جو اُس زمان میں
خلف اِبراہیم کو ملا۔ پس یہاں بھی واجبی قیاس اور قرین یقین ہی کہ اِن سب
امثال اور عبارتوں سے ایک ہی شخص مفرد اور مجرّد مراد نہیں بلکہ خداوند مسیح معہ
اُس قوم نومولود اور نومخلوق کے جسکا تذکرہ پولوس رسول کے خط بعبرانئین کے
۲ باب کی ۱۴ آیت میں پایا جاتا ہی۔ پس جس حال کہ لڑکے گوشت اور خون میں
شریک ہیں ویسا ہی وہ بھی اُن میں شریک ہوا تاکہ موت کے وسیلے اُسکو جسکے
پاس موت کا زور تھا یعنی شیطان کو برباد کرے وغیرہ +

ہاں بلاشک صحیح تفسیر اور برحق تشریح اِس زبور کی تب ہی ملتی ہی جب ہمنے
مان لیا کہ اُسکی عجیب اور نادر عبارتوں سے مراد ایک شخص بھی اور ایک قوم بھی
ہی۔ اور یہہ کہ وہ شخص کوئی دوسرا نہیں ہی مگر وہ خداوند جلیل اور مجید جسکا تولّد
ازازل اُسکی قیامت از مُردگان سے صاف صاف مبرہن اور منصوص ہوگیا۔
اور نہ وہ قوم کوئی دوسری ہی مگر وہ قوم ممتاز اور مختار مقدسوں کی جنکے منصب

اور منزلت کے یہہ اوصاف خط بعبرانئین کے ۱۲ باب میں بیان ہوتے ہیں۔ تم
اُن کی تمام جماعت کے بیچ میں اور پہلوٹوں کی کلیسیا یعنی اجماع مقدسین میں
جنکے نام آسمان پر لکھے ہیں اور کامل کئے ہوئے راستبازوں کی روحوں کے
پاس آ گئے ہو +

اور یہہ امر کہ وہ فتحیاب عالمگیر جسکی غیر قوم قدمبوسی اور اطاعت کرینگے سو مسیح
منجی العالم ہی۔ ہاں وہی ہی جسکے لباس اور جسکی ران پر وہ نام و خطاب منقش ہی
بادشاہونکا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند۔ سو وہی رسول خط بہ اہل روم کے
۱۵ باب کی آیت بالا مذکور کو نقل کر کے ظاہر اور ثابت کرتا ہی اور اَور ساری اُمتیں بھی
اُسی رحم کے سبب سے جو اُنپر ہوا خدا کی تقدیس کریں چنانچہ لکھا گیا ہی کہ اِسواسطے
میں غیر قوموں کے بیچ تیرا اقرار کرونگا اور تیرے نام کی منقبت گاؤنگا +

پس جبکہ اِس آخری آیت کا مصداق حقیقی مسیح ہی خط بہ اہل روم کی الہامی
شہادت کے بموجب تو نتیجہ اِن مقدمات سے اظہر من الشمس ہی کہ اُس زبور کی
باقی آیتوں سے مراد اور مراد اُن واقعات سے جو اُن میں مفہوم ہیں سو خداوند کی
عمر مبارک کے احوال ہیں۔ مثلاً ۱۶ آیت سے لیکر ۲۵ تک جتنی جتنی صورتیں ذلت
اور خواری کی تصلیب اور تدفین اُٹھانے میں خداوند نے قبول فرمائیں سبھوں کے
برطرف ہونیکا اور عزت و جلال سے مبدل ہونیکا صاف و صریح بیان ملتا ہی۔ جسپر
غور کرنے سے اور اُس میں اپنی رفاقت شراکت کے تیقن سے اہل ایمان کو

ہر طرح کے شک وشبہ اور خوف وخلش سے جو اُنپر شاق ہوتا ہی تسکین اور تشفی حاصل
ہوتی ہی۔ از آنرو کہ اُس پیشوائے متعالی نے جو مشفق العاصین ہی اُنہیں اپنی وفات
اور قیامت میں شامل حال کر کے ملک الموت کے غنائم اِسقدر تقسیم کر دیئے ہیں کہ
قبر اُنکے لئے گویا سانپ بلا زہر کے اور پہلوان بدون تلوار کے موافق ہوگی یعنی
ٹھٹکنے ڈرنے کی جگہہ نہیں۔ بلکہ شیریں امید گاہ اور بہشت کا دروازہ بنا ہی چنانچہ
۱۶ زبور کی ۱۱ و ۱۵ آیتیں جنہیں پطرس رسول نے تمام تخصیص سے خود مسیح کی طرف
حوالہ کیا سو بطور رفاقت کے ہر صاحب ایمان پر بھی صادق آتی ہیں۔ قولہ میرا
جسم بھی اُمید میں چین کریگا کہ تو میری جان کو پاتال میں رہنے نہ دیگا اور تو اپنے
قدوس کو سڑنے نہ دیگا تو مجھہ کو زندگانی کی راہ دکھلاویگا۔ تیرے حضور میں خوشیوں
سے سیری ہی تیرے دہنے ہاتھہ ابد تک عشرتیں ہیں ❖

پھر واجب اور مناسب یہہ بھی تھا کہ بعد ازآنکہ قبر سے خروج اور برخاست کا
ذکر درمیان آیا تھا تب آپ خداوند کے اور اُسکی جماعت عامہ کے اہل خلاف
کے شکستہ اور پراگندہ ہونیکا اظہار ہو جاوے کہ وہ اُسکے عروج ماقبل پر اور
ریاست وسلطنت کی کرسی پر تخت نشین ہونے پر منحصر ہیں اور اُسکے مثبت بھی
ہیں۔ چنانچہ اِس زبور کے آخر میں اُس فتحیابی کے اِتمام اور اِختتام پر بڑی زور آور
بلاغت سے گواہی دی جاتی ہی۔ میں نے اپنے دشمنوں کا پیچھا کیا اور اُنہیں جا لیا
میں پیچھے نہ پھرا جب تک اُنہیں فنا نہ کیا۔ میں نے اُنہیں گھائل کیا ایسا کہ

وہ اُٹھہ نہ سکے میرے قدموں کے نیچے گر پڑتے ہیں تو نے مجھے لوگوں کے جھگڑے سے نجات دی تو نے مجھے اجنبی قوموں کا سردار کیا وے لوگ جنہیں میں نہیں جانتا میری فرمانبرداری کرینگے وغیرہ ✣

پھر مسیح کے عروج اور اُسکے عمدہ پھل اور حاصلات پر کوئی بالغہ شہادت اور قطعی دلالت نہیں ہے ۱۱۰ زبور کی اُس آیت سے جسے جب خداوند نے مجلس علماء و شرفاء یہود کے بیچ مسئلہ کے طور پر پیش کیا تب اُسکی زبان مبارک سے گویا تلوار سے زخم قاتل کھا کر وے سب خاموش ہو رہے شرمندہ اور لاجواب چلے گئے۔ خداوند نے میرے خداوند کو فرمایا تو میرے دہنے ہاتھہ بیٹھہ جب تک کہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پانوٗں تلے کی چوکی کروں۔ اور اِسی قول اللہ کے تیر سے پطرس رسول نے جس دن روح القدس آتشی زبانوں کی صورت میں نازل ہوا اُن عجائبات کے ناظرین اور شاہدین کو یوں چھید کر مارا کہ بلا اختیار ہر ٹھٹھہ باز اور خلاف گو کا مُنہہ بند ہو گیا اور بڑی جماعت اُن واقعات کے حقیقت حال کی مُقر ہو کر رسولوں سے سوال کرنے لگی۔ اے مرد بھائیو ہم کیا کریں۔ چنانچہ اُس آیت کا اصل مضمون اُس دن کی واردات کے ساتھہ اِسقدر متفق اور موافق دکھائی دیتا تھا کہ گویا خداوند آپ اِس مجلس کے روبرو کھڑا ہو کر روح قدس کے حسنات اور طیبات کو دست راست پر سے اِس کثرت و فراوانی سے عطا فرماتا تھا کہ رسول مذکور کی تقریر خوش تاثیر سے کسی میں خلاف بات کے کہنے کا

زور نہ رہا۔پس خدا کے دہنے ہاتھ پر مرتفع ہوکر اور باپ سے روح القدس کا وعدہ پاکر یہہ جو تم اب دیکھتے اور سُنتے ہو بہایا ✢

پھر مسیح کے عروج پر دال اور شاہد ایک اَور مقام زبور ونکا یعنی ۶۸ زبور کی ۱۸ آیت مشہور ہی جسے پولوس رسول نے اپنے خط بہ اہل افسس کے ۴ باب میں نقل کرکے فرمایا ہی پر ہم میں سے ہر ایک کو مسیح کے کرم کے اندازہ کے موافق نعمت دی گئی ہی اسواسطے وہ کہتا ہی کہ اُس نے اُونچے پر چڑھکر اسیری کو اسیر کیا اور انسان کے بیچ اِنعام دیئے۔یہاں ایک مثال لایق لحاظ اُس قاعدہ مذکورہ بالا کی ملتی ہی جس سے کلام اللہ کے مفسّرین نے بہت ہی مدد پائی ہی یعنی یہہ کہ انبیاء خلف کو روح حق کی حکمت اور الہام سے انبیاء سلف کے مضامین عالی اور خفیہ کو حل کرنے کی قابلیت ملتی تھی چنانچہ ایک ہی روح اللہ اُن دونوں میں ساکن اور متکلّم تھی۔از آنروکہ اوّلین کے ہاتھہ میں تو قفل سپرد کیا اور آخرین کو قفل کھولنے کی کلید بخشی۔اور انبیاء سابق جن جن باتونکے اُمیدوار تھے انبیاء آخر بعد از وقوع امر اُنہیں کے مظہر اور کاشف مقرر ہوگئے اور اِس سبب سے دونونکو ایکہی اجر و ثواب ملا۔مثلاً حضرت داؤد کو الہام سے معلوم ہوگیا کہ کوئی بادشاہ عظیم و کریم عالم بالا کو عروج فرماکر اپنی دادگستری اور سخاوت سے بڑی ناموری اور رونق پیدا کریگا۔پر کون اور کس زمانے میں کیسی بخششیں عطا فرماویگا یہہ مسایل تو خدا تعالیٰ کے خزائن خفیہ میں مستور ہو رہے حوارین کے زمانے تک جو روح القدس

کی رعایت سے اُن خبروں کے مصداق سے واقف اور آگاہ کیئے گئے اور
اُسکے اظہار کرنے کے منزلت سے نصیبہ ور ہو گئے - اور اِسی قاعدہ کا وہ صریح
نمونہ باحسن وجہ سوچ اور غور کے لایق ہی جو ۸ زبور کی تعبیر و تشریح بالا میں مفہوم
ہو گیا تھا - یاد ہو گا کہ بنی آدم کی ظاہری ذلّت و خواری میں اُس جلال کے تاج
سے جو اُس زبور میں معروف اور موعود ہی کچھہ اختلاف اور تنافی مصنّف زبور کو
نظر آتی تھی - اور سچ تو ہی کہ ابن آدم کے ظہور کے ایام تک صاف جواب اُس
مسئلہ کا مفقود اور محجوب ہو رہا - صرف انجیل میں اور خصوصًا خط بہ اہل عبرانئین
میں وہ راز کھلجاتا ہی - اُس خط کے دوسرے باب سے معلوم ہو گیا کہ آدمیت
کی اصلیّت حسنہ اور حقیقت کامل کو اُسکی کیفیت حال میں جو اِسقدر شکستہ اور
زبون ہی طلب کرنا بالکل بیجا اور بے مناسب ہی - زندونکو مُردوں میں ڈھونڈھنا
کون واجبیت رکھتا ہی پھر جو کوئی طالب حق پوچھے کہ وہ حقیقت اور اصلیّت
متجلّی انسان کی کس چیز پر یا کس شخص پر قرار پاتی اور کون کون ضوابط سے
مشروط ہی تو اُسی باب کی ۸ و ۹ آیتوں میں راز مذکور کا کشف الہامی ملتا ہی -

اب ہم نہیں دیکھتے کہ ساری چیزیں اُسکے یعنی انسان کے نیچے رکھی گئی ہیں
مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع جس نے موت کے رنج کی بدولت عزّت وجلال کا
افسر پایا تھوڑی مدت تک فرشتوں سے درجے میں پست ہوا تا کہ خدا کے
فضل سے ہر ایک آدمی کے عوض موت کا مزہ چکھے یعنی باعتبار اپنی جسمیت اور

اِنسانیت کے بھی اُس نے اُس جلال کے تاج کو جو باعتبار اُسکی کلمیت اور اِبنیت
ازلی کے اِبتدا سے اُسکا حق اور میراث ذاتیہ تھا پہن لیا ہی بموجب مضمون اُس
سوال کے جو قبل مصلوب ہونے کے اپنے باپ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

اور اَی باپ اب تو مجھے اپنے ساتھہ اُس جلال سے جسے وجودِ عالم سے بیشتر
تیرے ساتھہ رکھتا تھا مزین کر یوحنا کے ۱۷ باب کی ۵ آیت۔ پس خداوند مسیح
نے اِنسانیت کا عین اَصل اور مبدا آپ ہی میں منتہی کر کے اور اپنے نفس میں
اُسے تخت جلال پر جلوس کرا کے ذلّت و زبونی کی حالت پر سے متعالیٰ اور متجلی
کیا ہی۔ تا آنقدر کہ جتنے اشخاص ایمانِ قلبی اور اطاعت کی راہ سے اُسکے ساتھہ
وابستہ اور چسپیدہ ہوتے ہیں وے اُس جلال سے بہرہ ور ہو جاتے باقی مردود ہیں +

اَی صاحبو آپ سے اِس بیان میں عجیب طوالت سے معافی مانگتا ہوں
چونکہ یقین ہی کہ اِن باتوں کے بیان میں دین مستقیم کے اُن اصول اور عیون
میں درج و دخل ہوتا جنکے اشارہ کنایہ تک کا قرآن میں کچھہ ذکر نہیں۔ ہزار
شکر اُس رازق اور پروردگار جلشانہ کا جس نے اوقات قدیم سے یہہ تجویز نکالی
کہ خود کلمۃ اللہ جو مسیح ہی موت کا تلخ مزہ چکھنے تک اپنے آپکو فرشتوں سے پست
کر کے آدمیت کی ذلّت اور خواری کے لباس سے اپنی شانِ حقیقی اور ربّانی کو
محجوب کر کے اور غیر از گناہ ہر صورت سے اپنے برادروں کے شاملحال ہو کر
اُنہیں اپنے ساتھہ مقامات عالیہ تک سربلند کرے اور ایسے منزلت اور منصب

سے جو فرزندیت کے رُتبہ سے افضل ہی مشرّف کرے۔ بموجب قول حضرت یسعیاہ کے میں اُنہیں کو اپنے گھر میں اور اپنی چار دیواری کے بیچ یادگاری کا ایک نشان اور ایک نام جو بیٹوں اور بیٹیوں کے نام سے بہتر ہی بخشونگا میں ہر ایک کو ایک ابدی نام دونگا جو مٹایا نہ جائیگا +

جس مضمون کا عین اتفاق ہی رسول مبارک کے اُس قول سے جو خط بہ اہل روم کے ۸ باب میں ہی جب فرزند ہوئے تو وارث ٹھہرے یعنی خدا کے وارث اور میراث میں مسیح کے شریک ہیں اور یہہ جب ہو کہ ہم اُسکے ساتھہ دُکھہ اُٹھائیں تو ہم اُسکے ساتھہ جلال کا بھی درجہ پائیں +

جو کوئی شخص از راہِ ایمان و محبّت و اطاعت مسیح کے ساتھہ وابستہ اور اُسکے جلال کا ہم وارث ہو کر گناہ کی حق سزا اور اُسکے ظلم و ستم سے خلاص ہو گیا وہی خدا اور مسیح کی سلطنت میں داخل کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی عین بادشاہی اِس جہان میں یہی ہی۔ یعنی وہ وابستگی دلوں کی خدا کے ساتھہ فی الحال بہ واسطہ خداوند مسیح کے جو تقلّب قلبی اور نئی خلقت اور ولادت ثانی کہلاتی ہی۔ اور کُل کلام اللہ میں از شروع تا آخر ربّ تعالیٰ کی اُس سلطنت کا جو زمان حال میں ہی صرف یہی بیان ملتا ہی۔ اگرچہ ہزارہا امثال اور مشابہات اینجہانی بادشاہوں کی لشکرکشی اور شمشیرزنی اور قواعد جنگی اور سیاست مدائن سے عاریتاً ماخوذ ہیں۔ اور غور و تامّل کے لایق ہی کہ یہود نے جو کنعانی قوموں کے نیست و نابود اور استیصال کرنے کی تاکید

بتائید پائی تو مُراد اور مقصد اُس حکم کا یہہ ہرگز بتلایا نہیں جاتا کہ خدا کی بادشاہت
جاری اور ساری کریں مگر یہہ کہ ربّ تعالیٰ کے اُس فتوائے لعنت و ہلاکت کو جو اُن
شریروں کے بغض و بغاوت اور لاامتثال مکروہات کے سبب خلیل اللہ کے زمانے
سے لیکر پُشت در پُشت اُنپر وارد ہوا سرانجام کرنا اُنکے حوالے کیا گیا تھا تو وہ ملک
اُس قدیم قول اور عہد کے بموجب مورد لعن ہو گیا تھا۔ اور بنی اسرائیل اُس ملک
ملعون کو ہر صورت کی خُبث اور گندگی سے صاف کرنے کی خدمت کے لئے
برگزیدہ اور کمربستہ ہو گئے۔ اُس اپنی قدّوس منصب داری سے عذر کرنا ممنوع بلکہ جرم
موت کے برابر جانا جاتا تھا تو بھی یہہ امر حضرت موسیٰ اور اُسکے خلیفہ یشوع کے تصوّر
سے بعید تھا کہ بعد فتحیاب ہونے اور ملک کنعان پر اپنا قبضہ کر لینے کے یہود کی
ملکیت موعود کو خدا کی بادشاہت کہتے درحالیکہ خدا کی سلطنت دنیوی جنگ
وجہاد اور عقل و حکمتِ جسمانی کی مدد سے پھیلتی نہیں۔ اگر شاید پھیل بھی جاوے تو
باقی منافع اور استقامت حقیقی اُس ترقی سے حاصل نہیں ہوتے۔ چنانچہ خود مسیح
نے انجیل لوقا کے ۱۷ باب ۲۱ اور ۲۵ آیتوں میں فرمایا تھا خدا کی سلطنت دکھائی
دیتی نہیں آتی۔ وے نہ کہینگے دیکھو یہاں اور دیکھو وہاں اسلئے کہ دیکھو خدا کی
سلطنت تمہارے بیچ میں ہے۔ یعنی انسان کی بصارت جسمیہ کے مدّعات میں سے
نہیں ہے پر اندرون قلب کے قرار و قیام پاتی ہے اور غور و لحاظ کے لائق یہہ بھی
ہے کہ پروردگار نے کوہ سینا پر سے بنی اسرائیل سے یہہ ارشاد بتاکید فرمایا کہ تمہارے

لئے قید اور شرط بادشاہت کی پاکیزگی اور قدوسیت ہی۔ اور کہ اہل یہود صرف
اُسقدر تک بادشاہ ہوسکتے جسقدر دنیا کی باقی سب قوموں کی نسبت اور اُنکے
مقام میں وے امامت اور کہانت کے عمل اور ادائے فرض میں مشغول اور ممتاز
بھی رہتے ہیں۔ اِسیطرح جو ہم حضرت داؤد کی سلطنت کے اوائل اور اِبتدا پر
لحاظ کریں کہ قتال وخونریزی اور جور وجبر اُنکا تخم وبنیاد تھا تو صاف معلوم ہوتاہی
کہ وہ بخطابِ سلطنت الٰہی کے مشرّف ہونیکے فی الحال قابل ومستحق نہیں ٹھہرے
چنانچہ خدا کی سلطنت میں مرنیکا علم داخل ہوتا ہی مارنیکا نہیں۔ یہہ تو دنیوی سب
بادشاہتوں پر مشترک ہی پر وہ خدا کی سلطنت کے ساتھہ مخصوص ہی اور اُن
دونوں صورتوں کے تناقض اصلی اور ضروری کو حضرت یسعیاہ نے بڑی فصاحت
اور صراحت سے بیان کیا ہی۔ ۹ باب کی ۵ اور ۶ آیتوں میں کہ جنگ میں کھڑپے
پہنے ہوؤنکے سب کھڑپے اور کپڑے جو لہو سے شرابور ہیں جلنے کے لئے آگ کا
ایندہن ہونگے کہ ہمارے لئے ایک لڑکا تولّد ہوتا اور ہمکو ایک بیٹا بخشا گیا اور
سلطنت اُسکے کاندھے پر ہوگی اور وہ اِس نام سے کہلاتا ہی عجیب مشیر خدائے
قادر ابدیت کا باپ سلامتی کا شاہزادہ۔ پس تخت داؤد تب ہی سے آنقدر متجلّی
ہونے لگا جب ربّ تعالیٰ کے تخت اور برّے کے تخت سے ملقب ہونیکا لایق
اور قابل ٹھہرا۔ جب سے شاہ سلامت اپنے کلام صلح اور بشارتِ نجات کے
وسیلے سے آسمان کی بادشاہت کو روئے زمین پر اِظہار واِشتہار کرنے لگا۔

چنانچہ انبیاء اور رسولوں دونوں نے ایک ہی آواز سے صاف صاف پکارا کہ تم اپنے دلوں میں نئے بنو کہ آسمان کی بادشاہت قریب ہی انشاء اللہ باب ذیل میں اس بادشاہت کے اوصاف اور فضائل کی کیفیت کا بیان تفصیلوار ملیگا +

باب ہفتم

در بیان آں معنی کہ بادشاہت رب تعالیٰ فی الحال در عالم شہود کدام است و
چہ صورت مے بندد و در عالم مستقبل چہ حال و کدام صورتش خواہد شد

کُتب انبیاء کے معانی اور مبادی اندرونی سے واقف ہونے کی ایک شرط ضروری یہہ ہی کہ سوچ و غور سے تجسُّس کر کے معلوم کرے کہ کلام اللہ میں خدا کی اور آسمان کی بادشاہت سے کیا مراد اور معنی ہی یعنی رب تعالیٰ کی سلطنت اور باقی سلطنتوں کی نسبت کون اور کیسی خصوصیات رکھتی ہی۔ اِس بات سے ناواقف ہونے کی جہت سے مولوی رحمت اللہ صاحب اور اُنکے تابعین لاہوری ہزارہا غلطیوں اور جہل آمیز قیاسوں وہموں میں پھنس گئے ہیں۔ اور بالاختصاص بعض زبوروں اور انجیل مجید کے بعض مقامونکا بہت ہی اُلٹا اور غیر واجبی بیان کیا ہی۔ مثلاً صیانت الانسان کے مصنف نے یہہ ناقص سمجھہ اور خام خیال کیا ہی کہ آسمان کی بادشاہت سے مراد آسمان یعنی بہشت ہی حالانکہ خداوند مسیح کی تمثیلوں پر ذرا بھی غور و تامّل کرنے سے صاف ثابت اور واضح ہی کہ وہ بادشاہت معروف اِس جہانکے درمیان پھیلتی اور بڑھتی ہی۔ اور کہ اِس جہان کے سب معاملات اور امور اور واقعات اُس سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ اور یہہ کہ وہ سلطنت اپنی اِبتدا میں نہایت کوتاہ اور کم قدر ہو کر

ایسی ترقی اور قدرت اور بلاغت اور کُل عالم میں اِنتشار سے نصیبہ ور ہوگی جیسے
حضرت دانیال نے اپنی نبوت کے دوسرے باب میں صاف بیان کیا ہی - تب
میں نے دیکھا کہ وہ پتھر بغیر اسکے کہ کوئی ہاتھ سے اُسکو پہاڑ سے کاٹکر نکالے آپ
سے آپ نکلا اور اُس نے لوہے اور تانبے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو ٹکڑے
ٹکڑے کیا اور وہ پتھر جس نے اُس مورت کو مارا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام
زمین کو بھر دیا ؛

جائے تحیر ہی کہ اِس امر میں ذرا بھی شک اور احتمال کسی صاحبِ عقل و تمیز کے دل میں کیوں باقی رہتا ہی - درحالیکہ اِس بیان مذکور پر بیشمار گواہیاں اور دلائل قوی و قطعی انبیاء اور اِنجیل میں درپیش آتی ہیں کہ اِس عالم فانی میں تقلبات اور تغیرات کے باوجود وہ سلطنت موجود بھی ہی اور بموجب امرالٰہی کے منادوں کی بشارت سے مُنتشر اور معروف ہوتی رہتی ہی - اور کہ وہ پُرانی خلقت کی بدی و زبونی اور خُبث و پلیدی کو نیست کرتی اور اُسکے مقام میں ایک خلقت پاک اور جدید اور قایم دایم سرانجام کرتی چلی جاتی ہی - جس سے اُس قولِ قدیم اور ارشادِ
مبارک کی تتمیم ہو جاوے پیدایش کے ۱ باب کی ۲۶ آیت میں تب خدا نے کہا
کہ ہم اِنسان کو اپنی صورت میں اور اپنی مانند بناویں وغیرہ ؛

پولوس رسول نے مجملاً اِس بادشاہت کے بیان میں کہا خط بہ اہل روم
کے ۵ باب کی ۲۰ و ۲۱ آیتوں میں جہاں گناہ نے زیادتی کی فضل اُسکی نسبت

بہت زیادہ ہوا تاکہ جیسا گناہ نے موت سے تسلّط کیا ویسا ہی فضل راستبازی

سے یہانتک تسلط کرے کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلے سے حیاتِ ابدی

تک پہنچاوے۔ مطلب اِس آیت کا جیسا صاف وصریح ہی ویسا ہی دلپذیر اور تقویت اور تسلی بخش ہی کہ خدا کی بادشاہت فضل کی حکومت اور تسلط ہی اور کہ اِس حکومت کی فعلیت اور کارروائی بتوسّط خداوند مسیح کے راستبازی ہی جسکا انجام عالمِ جلال اور حیات یعنی سعادتِ آسمانی اور ربّ تعالیٰ کی پوری قربت اور دیدار ہوگا +

آیات بالا مذکور سے مصنف نے اِس امر کو ظاہر اور ثابت کیا تھا کہ جب تک اِسرائیل کی حکومت اور حضرت داؤد کی سلطنت جنگ وجدال وقتال پر قیام وقرار پا رہی تھی اور اینجہانی دھوم دھام اور طمطراق سے رونق دار اور مزین ٹھہری۔ تو حالانکہ وہ خدا کی بادشاہت کی تمثیل اور تشبیہہ ہوسکتی تھی پر اپنے اصل وجود اور حقیقت میں اُس سے علیحدہ اور جداگانہ تھی۔ صرف بعد اظہار مسیح کے اور اُسکے کلام شریف کے اِشتہار کے وے دونوں سلطنتیں یعنی مسیح کی اور داؤد کی اسقدر متفق اور باہم پیوستہ اور وابستہ ہوگئیں کہ لفظ وعبارت تک کچھ فرق نہ رہا دونوں سے ازراہ حقیقت واِنصاف مراد تھی وہ بادشاہت فضل وکرم کی جسے خداوند اِس جہان میں جاری اور دایم قایم کرنے آیا تھا۔ دونوں بدون تفرق وتمیز اُسی کی طرف اِطلاق کیجاتی ہیں۔ چنانچہ انجیل مرقس کے ۱ باب کی ۱۴ و ۱۵ آیتوں

میں مسیح کی اوّل منادی کا یہہ بیان ملتا ہی۔ یسوع نے جلیل میں آکے خدا کی
مملکت کی خوشخبری دی اور کہا کہ وقت پورا ہوا اور خدا کی مملکت آن پہنچی توبہ کرو
اور انجیل پر ایمان لاؤ اور پھر اُسی انجیل کے ۱۱ باب کی ۱۵ آیت میں لکھا ہی ہمارے
باپ داؤد کی سلطنت پر جو خداوند کے نام سے آتا ہی سلام نہایت بلندی میں
ہوشعنا۔ جس میں اتفاق صاف اور کلّیہ ہی انبیاء سلف کے صحیفوں سے مثلاً
بزبان حزقیئیل نبی کے اُسکے ۳۴ باب کی ۲۴ آیت میں لکھا ہی۔ میرا بندہ داؤد
اُنکے درمیان سردار ہوگا اور ہوشیع نبی ۳ باب کی ۵ آیت میں اُسی بات پر گواہ
ہی۔ بعد اُسکے بنی اسرائیل پلٹینگے اور خداوند اپنے خدا کو اور داؤد اپنے بادشاہ
کو ڈھونڈھینگے وغیرہ ✣

اور یہہ امر بھی کلام الٰہی کا ایک اصل تعلیم اور ملاحظہ کے لایق ہی کہ خدا تعالیٰ
کی مملکت اوقات اولی سے قریب تعلّق رکھتی تھی یہودیوں کی اُس خاص اور
مختار قوم سے جس سے توریت میں مخاطب ہو کر اُس رب تعالیٰ نے فرمایا تھا تم
میرے لئے کہانت بادشاہانہ اور قوم قدّوس ہو جاؤ گے۔ اور اُس تعلّق کے
سبب جو رشتہ رابطۂ بنی اسرائیل کا خدا کی بادشاہت کے ساتھہ تھا اگرچہ
مدّت مدید تک از جہت بغاوت اور روگردانی کے اُس میں خلل آگیا تو بھی آخر
ایام میں اُس امر مضر اور مخلّ کی پوری مرافعت ہو جائیگی۔ اور کل اسرائیل اپنے
بادشاہ حقیقی کے مقر ہو کر خدا کی بادشاہت میں شامل ہونگے باتفاق پولس رسول

کی اُس صاف گواہی کے جو خط رومیونکے ۱۱ باب کی ۲۶ آیت میں ملتی ہی اسیطرح

تمام اسرائیل بچ جائیگا۔ چنانچہ لکھا ہی کہ چھڑانیوالا صیہون سے نکلیگا اور بیدینی کو

یعقوب سے دفع کریگا اور کرتا مرتا آپ خداوند مسیح خصوصًا جس وقت کہنہ

اور رؤس یہود اور رومی حاکمونکی مسند عدالت کے مقابل حاضر کیا گیا۔ اسی امر

مذکور کا قائل اور مقرّ ہوا تھا کہ بیشک میں بادشاہ ہوں نہ ازآں حیثیت کہ اینجہانی

مملکت مجھے منظور اور مطلوب ہی۔ ازبسکہ طلب رفعت اور اینجہانی تخت و تاج

کی حرص مجھ سے دور و بعید ہی مگر عین حقیقت اور صلاحیت اور فضل الہی کی مملکت

جس سے تہذیب عادت و عمل اور اصلاح علم و فہم اور انقلاب قلوب اور بنی آدم کی

خلقت جدید ہر زمان و زمین میں متعلّق ہی سو میرے خاص نام یعنی کلمۃ اللہ کے

نام سے اور ذات و ماہیت سے مقیّد اور میری خدمت اور ذمّت سے مخصوص

ہی۔ اور یوحنا رسول کی مکاشفات کے ۱۹ باب کی ۱۱ اور آیات مقارن سے صاف

ثابت اور معلوم ہی کہ سلطنت اللہ کی جتنی سیاست اور ریاست اور رعایت و

تدبیر ہی وہ سب اُسی کلمۃ اللہ یعنی مسیح کے توسّط سے عمل میں آتی اور اُسی کو حوالہ

کی گئی ہی۔ اور کہ بادشاہونکا بادشاہ اُسکا خاص نام ہی یعنی سلطان السّلاطین

ہونا اُسکی عین کلمیّت کے اصل خواص اور حقوق میں سے ہی تو بلاشبہ عقل اور

نقل دونوں اِس بات پر متفق ہیں کہ جس خداوند کا نام ذاتی اور موروثی ازل سے

کلمۃ اللہ ہی سو خدا کی سلطنت کی تمام کارروائی اور دستگیری اُسی سے ہی۔ اور

کہ وہی کل عالم کے بار سلطنت کے متحمل ہونیکا مستوجب ہی پر تو بھی کچھہ تعجب کی
بات نہیں کہ جتنے اشخاص اُسکی ازلی اور ذاتی کلمیت کے منکر ہوتے ہیں اور رسول
مقدس کی اِس گواہی کو منظور نہیں کرتے کہ اُسی کے توسط سے ربّ تعالیٰ نے
عالم کو مخلوق کیا۔ سواُسکے بادشاہ عالم کے نام وخطاب سے مشرّف ہونے میں
کچھہ مناسبت اور واجبیت نہیں پاتے۔ اور مولوی رحمت اللہ صاحب کے موافق اُن
زبوروں سے جن میں سلطنت اللہ کے خداوند مسیح کو ذمے اور حوالہ ہونیکا بیان
ہی ٹھوکر کھاکر یا محمد صاحب کی طرف یا کسی ایجہانی پہلوان کی طرف منسوب
کرتے ہیں۔ اور بوفور تکبر وتفخر انبیا، سلف اور خود مسیح اور اُسکے رسولونکی صاف
متفق گواہی کو اِس حق میں ہیچ اور پوچ جانکر یہہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ ہم لوگوں
نے ہزارہا برسونکے بعد ازجہت اپنی تیز بینی اور ادراک نافذ کے اصحاب الہام
کی گواہی کو رد کیا ہی اور کذب ٹھہرایا ہی بلکہ وہ راز حقیقی جو کتب اور رُسل وانبیاء کا
عین ماخذ اور مبدا اور بنیاد ہی یعنی مسیح کی وہ کلمیت الٰہی جسپر اُسکی اِبنیت ازلی
کا راز بھی منحصر ہی اور اُسکے شاہ عالمین ہونیکا حق وتعلق غیر انحلال کے راہ سے
اُن دونوں پر موقوف ہی۔ ہم نے سفینۂ وجود سے مٹایا ہی خلاف اِسکے جن جن
شخصوں نے روح القدس کی توفیق سے اِس راز کا کشف پایا اور یقین کیا ہی
کہ اِن دونوں زبوروں یعنی ۴۵ اور ۲ ، زبورونکو خداوند مسیح کے سوائے کسی
دوسرے کی طرف اِطلاق کرنا عین نادانی اور ضلالت ہی۔ وے سب نہ صرف

اِس امر سے بڑی خاطر جمعی لیتے ہیں کہ شروع سے اجماع یہود اور اجماع مسیحیان اِس بات پر متفق ہوا ہی بلکہ اس یقین قوی پر بھی اُس نے قیام پایا ہی۔ کہ کتب اربعہ یعنی توریت۔ زبور۔ انبیا۔ انجیل۔ اِس امر کی تبئین میں باہم پیوستہ اور ہر صورت سے موافق اور متفق ہیں اور علاوہ اِس بات کے اپنے ہی دل میں بڑی تشفی اور آرام پایا ہی اِس تجربہ اور خیال سے کہ جو ہم گنہگار بدخواہ اور اصحاب بغاوت وقہر تھے تو اُس بادشاہ کریم و مہربان نے ہمیں رب تعالیٰ کے ساتھہ ملایا جیسا پولوس رسول نے خط بہ اہل قلسیان کے ۱ باب میں لکھا ہی اُس نے ہمکو تاریکی کے قبضے سے چھڑایا اور اپنے ابن محبوب کی سلطنت میں ہمیں شامل کرایا ✣

پر توبھی کوئی شخص نہ سمجھے کہ مسیح نے صرف تہذیب قلوب اور اپنی روح کی قدرت والی تاثیروں سے اور اپنے کلام کے اِشتہار سے اپنی بادشاہانہ شان کو فاش اور ظاہر کیا بلکہ یہہ بھی معلوم کرلے کہ اُس عالی مرتبہ تک اُسکا جلال لہلہایا کہ اِس جہان فانی کے رنگارنگ احوالوں اور واقعات کو اُس طریقہ پر تدبیر اور اِنتظام کرتا ہی۔ جس سے اِجماع قدوسیان کی ترقی اور بہتری ہو اور سب اوقات اور زمانوں کے سرونکو آپ ہی میں منتہی کرتا ہی۔ یعنی آپ اپنے دوسرے ظہور کے وقت جامع اوقات اور جامع واقعات عالم اِسقدر ہوگا کہ اُن کے سب مطالب کا اوّل اور اصل مطلب آپ ہی نکلیگا۔ چنانچہ پولوس رسول نے خط بہ اہل افسیاں کے ۱ باب ۱۰ آیت میں صاف بتایا کہ وہ وقتوں کے پورے

ہونے کے اِنتظام پر سب چیزوں کے سرے خواہ وے جو آسمانوں پر خواہ وے
جو زمین پر ہیں ملادے۔ جس آیت پر اور اُسکی مانند اور آیات پر غور کرکے کوئی
منصف حقیقت خواہ اور خوش تمیز کچھہ جاے تناقض اُس قول سے نہ نکالے جو
خداوند مسیح نے خود فرمایا۔ کہ میری بادشاہت اِس جہان کی نہیں کیونکہ اُسیوقت
اور اُسی جگہہ پر رومی حاکم کے روبرو یہہ دوسرا قول بھی فرمایا میں بادشاہ ہوں سو
جو کوئی حق سے ہی میری آواز سُنتا ہی یوحنّا رسول کے ۱۸ باب کی ۳۶ اور ۳۷ آیتونکو
پڑھکر سمجھہ لیجیئو کہ آپ ہی نے تناقض کی ہر صورت کو رفع دفع کیا۔ کیونکہ آپ
ہی نے آنجہانی اور اینجہانی بادشاہتونکا فرق صاف مبیّن اور فیصلہ کیا جس سے
معلوم اور ثابت ہو کہ کون اور کیسی بادشاہت کا مدّعی اور مقرّ اور کون اور کیسی
کا مُنکر و مانع ہی۔ مُنکر تو اُسیکا ہی جسکے باب میں فرمایا اگر میری بادشاہت اِس عالم
کی ہوتی تو میرے نوکر جنگ کرتے تاکہ میں یہودیوں کے حوالہ نہ کیا جاؤں جس سے
صاف اشارہ مکاشفات کے ۱۱ باب کی ۱۵ آیت میں ملتا ہی۔ آسمان پر بڑی آوازیں
یہہ کہتی ہوئی آئیں کہ دُنیا کی بادشاہتیں ہمارے خدا کی اور اُسکے مسیح کی ہو گئیں
اور مقرّ اور مقبل اُسیکا ہی جسکی یہہ اصل خاصیت اور دعویٰ بتایا جاتا ہی۔ جو کوئی
حق سے ہی میری آواز سُنتا ہی ❖

اور پھر وہی بادشاہت مسیحی کیا ہی خوب بیان ہوتی ہی مکاشفات کے
۱۸ باب کی ۱۴ آیت میں دس بادشاہ مذکور برّے سے لڑینگے اور برّہ اُن سب پر

غالب آویگا کیونکہ وہ خداوندونکا خداوند اور بادشاہونکا بادشاہ ہی - اور وے جو اُسکے ساتھہ ہیں سو بُلائے ہوئے اور چُنے ہوئے اور دیانت دار ہیں +

صاحبو اِس سلامت بخش حقیقت کو ضایع نہ کرو کہ وے کتب اربعہ معروف جو عین کلام اللہ ہیں یعنی توریت - زبور - انبیا - اِنجیل - اُن شخصونکے لئے غیر مفہوم اور سراسر مختوم اور محجوب ہیں جو مسیح کی نبوت کے قایل تو ہیں پر اُسکی کہانت جاوید اور بادشاہت مدام کے راز سے کہ یہہ دونوں اُسکی کلمیت ازلی اور اِبنیت الٰہی پر موقوف ہیں ہر صورت سے ناواقف اور جاہل اور بلا تجربہ رہتے ہیں - جائے تعجب نہیں کہ ایسے جاہلونکے لئے حضرت موسیٰ کی توریت معمات کی مانند ہی جو قابل اِنحلال نہیں اور زبوروں کی وہ تفسیر الہامی جو انبیاء اور اِنجیل میں پڑھی جاتی ہی محض واہیات اور اصحاب تعصب کے خالی تصورات ہیں - ہاں تعجب کی بات نہیں کہ اُس مبارک کو بادشاہ عالمین اور اِنس و ملایک کا منصف اور محتسب نہ جانکر اُسکے کلام کو ردّ اور متروک اور منسوخ بتاتے ہیں اور اُس کے حکمونکو نامنظور اور منقطع کرنا آسان بات اور بے کھٹکے جانتے ہیں اور بڑی لاپروائی اور بیخوفی سے خدا تعالیٰ کے عہد و میثاق قدیمی سے بیروں رہنے سے خوب راضی ہیں - یعنی یہہ خام خیال کرتے ہیں کہ اُسکی صفات جمالی کو یعنی حُسن اور رحمت اور فضل و محبت کو ہیچ جانکر عاقبت میں اُسکی صفات جلالی یعنی اُسکے قہر اور راستی اور پاکی اور عدل و اِنصاف کے ظہور کو برداشت کر سکینگے اور اپنے

برگزیدہ نبی کی وکالت میں پناہ پکڑ کر خداوند مسیح کے حساب اور آتشی امتحان کے اُس بڑے دن سے اَمن واَمان میں رہینگے۔خدا چاہے کہ وے اصحاب امانت ملاکی نبی کی دلتراش پیشینگوئی ذیل ذہن نشین کریں تاکہ غفلت اور ضلالت کی نیند سے بیدار ہو کر خدا تعالیٰ کی اُس تدبیر قدیم اور انبیاء کے پیش نوشتہ شہادت کو منظور کریں اور اطاعت بھی کریں۔۳ باب کی ۲ اور ۳ آیتوں میں لکھا ہی۔ وہ خداوند جسکی تلاش میں تم ہو ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آئیگا دیکھو وہ یقیناً آویگا۔ ربّ الافواج فرماتا ہی پر اُسکے آنے کے دن کو کون برداشت کر سکیگا اور جب وہ نمود ہوگا کون قایم رہ سکیگا کیونکہ وہ سونار کی آگ اور دُھوبی کے صابون کی مانند ہی +

باب ہشتم

دربیان آں مزامیر کہ باختصاص تمام برملکوت رب تعالیٰ و خداوند مسیح شہادت صاف وصریح درآنہا یافتہ مے شود

مزامیر گذشتہ سے مسیح کی برخاست ازمُردگان اور بہشت میں صعود اور خدائے قادر مطلق کے دست راست پر تخت نشینی صاف پیشینگوئیوں سے ثابت ٹھہری اور بعض اُن زبوروں میں سے مثلاً ۸ اور ۲۲ اور ۶۹ زبور اُس راز پر دال ہیں - جسے عقل انسانی باوجودیکہ اُسے اپنی حد اور احاطے سے باہر اور اپنے مرتبہ سے بالا جانتا ہی توبھی عاجزی اور خاکساری سے اُسے قبول کرکے فی الحقیقت متجلی ہاں بلکہ اپنی قابلیت کے درجہ کمال تک سرفراز ہوجاتی ہی - یعنی اِس امر پر کہ وہ جو غمزدہ اور حقیر اور بے ایمانوں کی دانست میں ناچار ملعون تھا سو بادشاہ عالمین بھی اور اقصائے زمین تک معبودیت کا مستحق اور تمام جہان کے بادشاہوں کا پیشوا اور فرمانروا ہی - اِس تعلیم نبوی اور لاتردید کی بابت ۲۲ زبور کی ۲۷ اور ۲۸ آیات میں مکاشفات کی کتاب کے ۱ باب کی ۵ آیت کے ساتھہ عین مطابقت اور موافقت ہی - آنقدر کہ مقدس یوحنا کی شہادت مذکور اُس ۲۲ زبور کی کلید قفل کشا ہی اور یہہ کلید اُس زبور کی اور اُسکی مانند ہزارہا مشکلات کی رفع اور حل

کرنیوالی ہی۔ اور اُس سے ہم بخوبی نمونہ لے سکتے ہیں اسبات کا کہ کُتب سابق
الہی کی جو تفسیر اور تشریح انجیل شریف میں ملتی ہی وہ مختلفہ فضایل اور براہین رکھتی
ہی۔ پر عمدہ اور فاضلتر اُن فضایل سے اور قوی تر اُن براہین سے یہہ ہی کہ وہ
تشریح اسطرح کی ہی کہ اس میں ہزار ہا قفلونکے کھولنے کے لئے ایک کلید ہی اور
ہزار ہا گتھیوں اور عقدونکے حل کرنے کے لئے ایک انگشت اور کلام اللہ کے
سائرین کے واسطے ایک قطب نما ہی یعنی وہ مراتب ثلاثہ جو خداوند مسیح کیطرف
منسوب ہیں۔ اوّل کہانت۔ دویم بادشاہت۔ سویم نبوّت۔ اور اگر کوئی شخص
پوچھے کہ کہانت سے کیا مراد ہی تو وہ ذرا بھی تجسّس کرکے معلوم کرسکتا ہی کہ کہانت
سے مراد ہی وہ مرتبہ مسیح کا جسکے بموجب وہ صاحب امامت اور صاحب شفاعت
اور صاحب وکالت ہی۔ اور اطوار و اقسام وکالت سے خصوصًا وہ صورت وکالت
کی اُسجگہہ معروف ہی جبکا یہہ مقتضی تھا کہ وہ اپنی جان مبارک کو انسان کے
عوض گذرانے اور آپکو صدقہ کرکے تا ابدالاباد سب مومنین کے لئے سلامت بخش
ہو جاوے۔ اور یقین ہی عقل اور نقل اور روزمرہ کی تجربہ کاری سے کہ جب خداوند
مسیح کے ان تین مرتبوں میں اُسکی انسانیت اور اُلوہیت کے خواص دونوں
درج ہوتے ہیں اور اُنکی عملیت اور وفاء عہود میں مددگار ہیں تو ان دونوں ذاتوں
کی اس وابستگی اور ملاپ میں اتنی وسعت اور دولت وسیلات کی ہی کہ انسان
کی ہر حاجت روحانی کی مرافعت حاصل ہوتی۔ اور اُس کی عمر اینجہانی کی

ہر حالت اور صورت کی پوری مناسبت پائی جاتی ہی تا آنکہ رب تعالیٰ کی حکمت بے پایان اور محبّت بے بیان کشف اور نمودار ہو جاوے ✤

اب یہاں کچھہ جواب اور تردید تفصیلوار چاہیئے اُس قیاس اور دعوی بیجیا کی جو رحمت اللہ صاحب نے پیش کیا ہی کہ وے دونوں زبور مذکور یعنی ۴۵ اور ۷۲ زبور خداوند مسیح کی طرف کسی وجہ سے حوالہ کرنے کے لایق نہیں ہیں بلکہ محمد صاحب کی طرف باستحقاق تمام اُنکا حوالہ کرنا چاہیئے۔ مولویصاحب مذکور نے اِس اُنیسویں صدی میں اوقات سلف کے معلّمونکی سب تفصیلات اور تشریحات کو ردّ کر کے اُنکی حقیقی تفسیر اور تعریف نکالی ہی جس سے یہہ غیر واجبی نتیجہ اوّل حاصل ہوتا ہی کہ یہود متقدّمین کا اجماع شریف جس نے اِن مزامیر کو مسیح کی طرف منسوب و محمول کیا بالکل اُنکے حقیقی معنی کے فہم و تمیز سے ضال اور ضایع ہوا اور محض غلط کے زعم میں پھنس گیا۔ ہر چند کہ وہ پینتالیسواں زبور خود آپ ہی ہر عاقل اور پڑھنیوالے پر صاف شاہد ہی کہ اُسکا مصداق ایک ایسے شخص کے ساتھہ مقیّد ہی جو اُلوہیم یعنی خدا تعالیٰ کے نام سے مخاطب ہونے کے قابل ہی اور مخاطب ہوتا بھی ہی۔ اور جو داؤد بادشاہ کا بیٹا بھی ہی۔ بغیر تاویل ظاہری اور صریح کے کوئی مفسّر اِس تعریف اور بیان سے جس سے وہ شخص جو اِس زبور کا مصداق ہی بالاختصاص متعیّن اور متمیّز ہوتا ہی بچ نہیں سکتا ✤

اور دوسرا غیر واجبی نتیجہ یہہ نکلا کہ مسیح خود اور اُسکے رسولوں نے جو

حضرت داؤد کی پیشینگوئیونکا درباب سلطنت صرف مسیح کو عین مصداق اور مُراد
جانا سو وے بھی اپنے آپ کو اور اپنے تابعین کو قصداً یا سہواً دھوکھا دیتے تھے۔
مثلاً جس دن خداوند مسیح کوہِ زیتون پر چڑھا اور عوام یہود کا بڑا ہجوم اُسکے ساتھ
ساتھ چلا جاتا تھا تو اِس یقین سے کہ یہی ہمارا پیش گفتہ اور موعود داؤدی
بادشاہ ہی اُنکے دل اِسقدر جوش و نشاط سے نہال ہو گئے کہ ناگہاں آگے
اور پیچھے جانیوالوں کے مُنہہ سے ایک آواز زبان زد ہو گئی کہ ہمارے باپ
داؤد کی بادشاہت جو خداوند کے نام سے آتی ہی مبارک عالم بالا میں ہوشعنا
آسمان میں صلح اور عالم بالا میں جلال۔ اور اُس حمد اور شکر کی آواز کی جب بعض
حاسد اور کینہ خواہ فریسیوں نے ممانعت کی اور اُن چلّانیوالونکو ڈانٹ کر اُنکا
جوش دبانا چاہتے تھے تو مسیح نے تاکید اور تہدید سے اُن حاسدونکو سخت
سرزنش کر کے کہا میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر یہہ چپ رہیں تو فی الفور پتھر آواز
دیکر چلّائینگے۔ پس رحمت اللہ صاحب کے فخر آمیز دعویٰ کے بموجب خلق یہود
نے بے معنی اور لاحاصل شکر کی آواز نکالی اور مبارک مسیح نے اُن حاسدونکو
مُفت اور بے اِنصافی سے ڈانٹا اور کُل اجماع مسیحیان نے جو ابتدا اِنجیل سے
لیکر آج تک خداوند اور اُسکے رسول کی گواہی منظور کی اور جیتے مرتے اُس
اُمید اور یقین قوی پر اپنے ایمان کو مبنی کیا سو اپنے تعصب اور جہالت اور
ضلالت کے سبب اِس اِعتقاد میں جیتے رہے اور وفات پا گئے۔ اور اِس امر

میں کوئی شخص نہ سمجھے کہ ہماری حجت مردود ہوگئی اور باطل ٹھہری اس وجہ سے کہ مسیح غمزدہ اور حقیر کو اکثر یہود نہیں مانتے مگر صرف مسیح عالمگیر اور سلطنت پذیر اور فتحیاب کو ازبسکہ یہود اور مسیحی دونوں کمال متفق الرائے ہیں اس امر میں کہ اُن دونوں زبوروں کا مصداق سوائے مسیح کے کوئی دوسرا نہیں ہے۔ الحاصل کچھ ڈرنیکا باعث نہیں کہ کوئی حقیقت خواہ اور معتدل مزاج اور صاحب تمیز اس وزن کی الہامی شہادت پر غور کرکے ہرگز ایسا دعویٰ برداشت کرسکے +

اب ذرا بے تعصبی اور انصاف کی راہ سے ہم غور کریں کہ کون کون علامتوں سے معلوم اور ثابت ہے کہ یہہ دونوں زبور مذکور اور اُنکی مانند اَور زبور داؤدی بکمال واجبیت بلکہ بلزومیت تمام خداوند کی طرف عائد اور صادق آتے ہیں اور صرف اُسی صاحب جلال میں اُن شرائط اور تعینات کا جو اُن میں معروف ہیں اجتماع ملسکتا ہے۔ اگر صرف تلواروں اور تیر کمان اور باقی جنگی اَوزاروںکا اور افواج اور جہانگیری اور قہر ریزی اور قتال کا ذکر و بیان ہوتا تو اُن زبوروں کو یا دارا یا خسرو یا سکندر اعظم یا محمد صاحب کی طرف یا کسی دوسرے سلطان عالم افروز کی طرف حوالہ کرنا ممکن بلکہ معقول بھی ہوتا۔ لیکن اِن دو زبوروں کے مصنف مبارک نے اِسقدر صراحتاً اور مفصلاً گویا روح الہام کی انگشت سے خداوند مسیح اور اُسکے خواصونکو بیان کیا اور اُس بیان کو اُسکے وجود اور احوالوں کے اِتنے اِتنے تعینات سے مقید کیا ہے کہ جو شخص اِس تصویر کے قیافے پر لحاظ

کرتا ہی اگرچہ نابینا اور غافل بھی ہوتا ہی مگر بہ مشکل مسیح کی عین مشابہت اور ہمصورتی کے پہچاننے سے بچ سکتا ہی ؞

ای صاحبو آپ غور کروگے تو دیکھوگے کہ اِن منوّر زبوروں میں جو نشانیاں مسیح پر اور اِس جہان کے عام پہلوانوں اور بادشاہوں پر مشترک ہیں سو نہایت تھوڑی ہیں پھر جو علامتیں مسیح کے ساتھہ مخصوص اور مقید ہیں عام بھی ہیں اور خاص بھی۔ پولوس رسول خط بعبرانیین کے پہلے باب میں جب نقلیات سے خداوند مسیح کی منزلت اور مرتبہ صاف دکھلانا چاہتا ہی کہ فرشتوں سے کتنی تفضیل اور ترجیح رکھتا ہی تو سع اَور نقلی دلیلوں کے ۴۵ زبور کی آٹھویں آیت پیش کرتا اور اُسپر معقولاً اور واجباً زور اور تاکید کرتا ہی۔ ازبسکہ ایسی صاف وصریح گواہی کو جو ناخلفوں اور منکروں بلکہ غنیموں کی کتابوں میں مندرج ہی۔ اور یہود اپنے انبیاء سلف کی تلاوت میں روز اُسے زبان زد کرکے اپنے نفسوں پر اِلزام لگاتے ہیں ردّ اور نامنظور کرنا محض بُطلان اور بیہودگی ہی۔ پس اُس زبور کا مصنّف اُس بادشاہ کے خطاب میں جو ازشروع تا آخر معروف اور محمود ہی بڑی سنجیدگی اور عبودیت کی راہ سے فرماتا ہی تیرا تخت ای خدا۔ اور یقیناً ہر زبان شناس جو عبرانی لغت سے آشنا ہی ناچار ہوکر اقرار کریگا اِس امر کا کہ غیر از تاویل عبرانی لغت سے صحیح قواعد کے بموجب دوسرے معنے اِس آیت پر لگانے محال ہیں۔ سچ تو ہی کہ ۸۲ زبور کی ۶ آیت میں اِس جہان کے

صدر دیوانوں اور مسند عدالت نشینوں وغیرہ سے مخاطب ہوکر روح القدس فرماتا ہی میں نے تو کہا کہ تم ایلوہیم یعنی اللہ ہو تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو پر اِس جگہہ اُس لقب کا مجازی ہونا اور متعلق ہونا نہ ذوات اور اشخاص سے بلکہ اُن کی خاص خدمت اور خلافت اور جانشینی سے یعنے اُس نشست مقام سے جو بالاستحقاق واختصاص خدا تعالیٰ کا ہی سو قرینہ قبل و خلف سے صاف وصریح بلکہ اظہر من الشمس ہی۔ پر ۴۵ زبور کی ۷ آیت میں حرف ندا کا اِستعمال یعنی ای خدا غیر اللہ کے خطاب میں صاف کُفر ہوگا اور روح اِلہام کے طریقہ اور عبارت سے بعید۔ تو اِس دلیل قطعی سے ثابت ہی کہ وہ بادشاہ جو اِس زبور کا مصداق ہی اللہ حقیقی کے خطاب سے مشرف اور متعالی ہی۔ پس جب مخاطب حقیقی اللہ ہی تو وہ مخاطب سوائے ہمارے خداوند مسیح کے جو مُنجی الخاطئین ہی کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا +

یسعیاہ نبی کی ایک مشہور آیت اِس امر کی موید اور مصدق ہی کہ وہ بادشاہ جو حضرت داؤد کے تخت پر بیٹھنے والا اور بعوض قتال اجناس اور ملوک کو زیر پا کرنے کے صلح وسلامت اور عدل وانصاف کی سلطنت جاری کریگا ایل یعنی ایلوہیم خدا ہوگا۔ اور زبور مذکور کو یسعیاہ کے ۹ باب کی ۶ آیت کے ساتھہ مقابلہ کرنے سے بہت روشنی اور خاطر جمعی پیدا ہوتی ہی کہ ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوتا اور ہمکو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اُسکے کاندھے پر ہوگی اور وہ

اِس نام سے کہلاتا ہی عجیب مُشیر خدائے قادر ابدیت کا باپ سلامتی کا شہزادہ
اُسکی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھہ انتہا نہ ہوگی۔ وہ داؤد کے تخت پر
اور اُسکی مملکت پر آج سے لیکر ابد تک بندوبست کریگا اور عدالت اور صداقت
سے اُسے قیام بخشیگا۔ ربّ الافواج کی غیوری یہہ کریگی +

اب اِس میں تین باتیں فی الحال غور و تامل کے لایق ہیں اوّل یہہ کہ
زبور ۴۵ میں اور اِس آیت میں ایل یا ایلوہیم یعنی خدا کا نام اُس بادشاہ پر صادق
آتا ہی جو نسل داؤد سے تولد ہوکر اُسکا خلیفہ اور قایم مقام تا ابدالاباد ہوگا۔ دوم یہہ کہ
لفظ قادر یا جبار اُس بادشاہ عالیقدر یا متجلّی پر محمول ہی ہر دو مقاموں میں یعنی
۴۵ زبور ۴ آیت میں اور یسعیاہ نبی کی آیت معروف میں۔ سوم یہہ کہ ہر حالیکہ
دونوں مواضع میں جبّار کا خطاب عبرانی عبارت میں اُس بادشاہ اَبدی کے
ساتھہ ملحق ہی تو بھی ہر دو مقاموں کے مضمون کا مدار کلام وہ صلح سلامت ہی۔
جو اُسکی سلطنت کے زمانے میں اور اُسکے وسیلہ سے مروّج اور مُنتشر ہوگی۔ اور
خصوصًا سوچ و غور کے لائق ہی کہ ۴۵ اور ۷۲ زبوروں میں سلطنت معروف کی
اِسی خاصیت پر بہت بہت صورتوں اور عبارتوں میں تاکید اور تائید کیجاتی ہی۔
مثلاً ۷۲ زبور کی ۷ آیت کا نوشتہ ہی اُسکے زمانے میں جبتک کہ چاند موجود
رہیگا صادق پھلینگے اور صلح و سلامتی فراواں ہوگی۔ ازبسکہ عبرانی عبارت
اِصطلاحی شالوم سے مراد صرف سلامتی نہیں بلکہ صلح و سلامتی دونوں کا ملاپ

ہی۔ حاصل کلام یہہ ہی کہ بادشاہ معروف کی وہ تشخیص اور تخصیص کہ وہ جبّار ہی اور تلوار سے کمر بستہ اور مرکب سوار اور دست راست سے دہشت ناک قدرتیں دکھاتا ہی اور اپنے نافذ تیروں سے مخالفوں کے قلوب تک چھید تا ہی مستلزم اور مستدل نہیں۔ ایسی بادشاہت پر جو خونریزی اور جور وجفا اور لشکر شکنی اور کشور گیری پر مربوط ہی بلکہ برعکس اُسکے ہر دو مزامیر مذکور کا مضمون عائد ہی ایسے بادشاہ کے جلوس اور رونق پر جو کبریت اور جبروت میں سب سے بیشتر اور مقدّم ہوکر ہر چند کہ سب وسائط اور وسائل جنگ سے تا کمال آراستہ ہو اور زائد از حدّ و اندازہ صاحب افواج وخزائن ہو تاہم یہہ بیشتر اور اپنی شان سلطنت اور جلال اور فضل الٰہی کے لایق تر جانتا کہ ظلم وستم و دست درازی کو مکروہ جانکر صلح اور میل ملاپ وکرم ورحم وعدل وانصاف ومہر وخیر خواہی کی مضبوط بنیادوں پر اپنی مملکت کو مبنی کرے تا کہ دور و قریب کے مختلف اقوام اِس بادشاہ عظیم کے فضائل کی خبر سُنکر خود اختیاری قربانیوں کی راہ سے اُسکی اطاعت قبول کریں اور وہ اُنہیں اپنی مُلک گیری اور رعایت اور سیاست ریاست سے معمور کرے اور اُسکے باقی سب منافع سعادت اور رونق اور اَمن واَمان اور فوائد اور برکتوں میں شامل کرے ✣

علاوہ اِسکے اگر آپ غور وتامل سے اُن دو مزامیر بالا مذکور کی سیر کرینگے تو صاف دلائل سے یقین ہوگا کہ وہ تلوار جس سے کمر بستہ ہوکر وہ بادشاہ فیروزمند

اور دشمنوں پر فتحیاب بتلایا جاتا ہی سو عالم روحانیات کے میدانوں میں چلائی جاتی ہی نہ اِس عالم فانی کے میدانوں میں - بلاشبہ وہ تلوار کلام اللہ ہی چنانچہ ۴۵ زبور کی دوسری آیت میں نوشتہ ہی کہ تیرے ہونٹوں پر لطف اُنڈیلا گیا ہی اور پھر ۴ اور ۵ آیتوں میں کون صاحبِ علم و عقل جو ذرا بھی کُتب سماویہ کے مغز اور قلب اندرونی سے آشنا ہو اِسقدر مدرک اور روشنضمیر نہ ہوگا کہ بے اختیاری سے معلوم کرے کہ لفظونکا مطلب مجازی ہی حقیقی نہیں - اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور ملائمت اور صداقت کیواسطے اقبالمندی سے آگے بڑھ تیرے تیر تیز ہیں لوگ تیرے نیچے گرے پڑتے ہیں - وہ بادشاہ کے دشمنونکے دل میں لگ جاتے ہیں - جس قول پر متفق ہی پولوس رسول کا قول خط بہ افسیان کے ۶ باب میں اور روح کی تلوار جو خدا کا کلام ہی لے لو اور پھر خط بعبرانئین کے ۴ باب میں کیونکہ خدا کا کلام زندہ اور تاثیر کرنیوالا اور ہر ایک دودھاری تلوار سے تیز تر ہی اور جان اور روح اور بند بند اور گُردہ گُردہ کو جدا کر کے گذر جاتا اور دل کے خیالوں اور ارادوں کو جانچتا ہی اور پھر اسلئے کہ ہماری سپہ گری کے ہتھیار جسمانی نہیں پر خدا کے سبب قلعونکے ڈھا دینے پر کارگر ہیں - اِن سب آیتوں کی ایک ہی اصل مضمون اور ایک ہی جان ہی حضرت داؤد اور حضرت پولوس ایک ہی بات ایک ہی روح کے اِلہام سے بولتے ہیں اِن زبوروں میں تلوار خونخوار سے کچھ اشارہ نہیں جیسا محمد صاحب اور اُسکے خلیفونکی تلوار -

اور ہزار افسوس ہی کہ بعض عیسائی پہلوانوں اور سلطانوں نے بھی اپنے خداوند مبارک کے حقایق اور مبادی سے غافل و نادان ہوکر اُسیطرح کی خونخوار شمشیرزنی اوقات خلف میں کی جو لعن طعن کا موجب اور باعث ہوگئے برعکس اُسکے وہ جو کلمتہ اللہ اور حق تعالیٰ کا ابن مبارک ہی اُس تیغ کلام سے جس میں حلم اور عدل اور صداقت کے حقایق اور مبادی مندرج ہیں قلوب کے غرور کو مضروب و مغلوب کرتا ہی۔ نہ یہہ کہ ظلم سے مجبور کر کے دباتا ہی۔ بر کلام شریف کی نرم اور شیریں کششوں سے عہد فضل آمیز کے احاطے کے اندر پہنچاتا اور محبت کی گود میں کھینچتا ہی۔ انجیل اور قرآن کی فصاحت اور بلاغت کی بابت مولویان اور مجتہدان محمدی بڑے مبالغے اور زبان درازی کرتے ہیں مگر ہم اسطرح کی حجت سے عذر کرتے ہیں اور ایسے مطالب بحث میں اِس عمر کوتاہ کو مصروف کرنا باطل اور لاحاصل جانتے ہیں۔ ایسی مفاضلت اور مبادرت حکماء یونان اور شعراء عرب اور علماء رومی کے لئے مناسب اور بجا ہوگی مگر ہم اِس قسم کے فضائل ایجہانی جن میں فضلاء فنون و علوم بُت پرستان نہایت معروف اور محمود اور عالیقدر ہوسکتے تھے اِس عالم کے محتجوں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں

بموجب اُس قول عالی مضمون خداوند مسیح کے جانے دے کہ مُردے اپنے

مُردوں کو گاڑ دیں پر تو جاکر خدا کی بادشاہت کی خوشخبری سُنا نہ اِسلئے ہم یہہ فضائل چھوڑتے ہیں کہ کتب سلف و خلف الٰہی میں صحف موسیٰ سے لیکر

انجیل شریف کے آخر تک کچھ بلاغت وفصاحت وجمال وجلال کی کمی وکوتاہی ہی۔ سیکڑوں مواضع صُحف رُسل وانبیاء سے مثلاً مزامیر مذکور ۴۵ و ۷۲ کو ہم اِسقدر مقوّی اور حسین اور فصیح اور کلام کے سب فضائل اور خوبیوں سے اِس درجے کمال تک آراستہ جانتے اور بتلاتے ہیں کہ عنقریب ہی کہ بمشکل قرآن کی ایک بھی سورت کو اُسکے ساتھہ مقابلہ ہونے کے قابل جانتے ہیں قطع نظر از دعویٰ تفضیل اور تعظیم کے جسے مولوی صاحبوں نے بڑی لاف زنی سے نکالا ہی یا تو عناد اور تعصّب سے اور یا از جہت آنکہ وے اصل عبرانی اور یونانی زبانوں سے آگاہ نہیں ہیں۔ لیکن خدا تعالی نے اپنے کلام مجید کا ثبوت ایسے دلائل اور علامتوں پر منحصر نہیں چھوڑا جنکے اِنفصال اور امتیاز کرنے کے لئے ایک ایسا ثالث چاہیئے تھا جو عبرانی عربی سُریانی وغیرہ زبانوں سے کامل اور پختہ واقفیت رکھتا اور علاوہ اِسکے جو صرف ونحو وقواعد علم بلاغت سے خوب آشنا ہوتا اور جوش دینی اور تعصّب کی بو سے خالی ہوتا بلکہ افضل اور عمدہ ثبوت اور تائید اپنے کلام کی وہ قدرت الٰہی بتلاتا ہی جس سے وہ آتش سوزاں کے موافق جسمانی شہوتوں اور نفس امّارہ وغیرہ کو بھسم کرتا اور ہتوڑے کے موافق سنگدلوں کو ریزہ ریزہ کرتا اور دو دھاری تلوار کے موافق تیز اور زندہ اور جان اور روح کی جائے تفضیل تک نافذ اور دل کی نیّتوں اور تصوّروں کا ممیز ہی

بموجب اُس قول اللہ بزبان یرمیاہ نبی کے کیا میرا کلام سراسر آگ کی مانند نہیں

ہی-خداوند کہتا ہی اور ہتوڑے کی مانند جو چٹان کو چور چور کرتا ہی وہی کلام حیات الٰہی کے لازوال تخم کے موافق پُرانی خلقت کی زبونی اور قباحت اور خرابی کو بیخ و بُن سے اُکھاڑکر نئی خلقت اور ولادت ثانی کا اصل باعث اور موجب اور وسیلہ ہوتا ہی اور رعد و برق سے خوفناک تر آواز سے غفلت کی نیند توڑتا اور روحانی خُبث اور فساد سے بھری ہوئی قبروںکا دروازہ کھولتا اور گناہ کے زہر مُہلک سے مقتولوں اور مُردونکو جلاتا ہی جیسا خداوند نے آپ فرمایا یوحنّا کے ۵ باب ۲۵ آیت میں میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ گھڑی آتی ہی اور اب بھی ہی کہ جس میں مُردے ابن اللہ کی آواز سنینگے اور جو سنینگے سو جئینگے - اور وہی کلام قاضی صاحب اختیار کے موافق اُس شخص پر جو قول اللہ کو سنکر بینبہ بگوش اور غافل رہتا ہی بلکہ بعض مُلّایان لاہوری کے طور پر محض اعتراض اور عیب چینی اور مضحکہ اور خیالات فحش کی تحریص کے لئے آیات مبارک کا مضمون بگاڑتا ہی اور تاویلات کذب سے شہد سے زہر بنانے کے واسطے آیات کو نقل کرتا ہی عذاب کا فتوا منصف اعظم کے حضور میں صاف مشتہر کریگا جس امر کا شاہد خود مسیح کا قول ہی یوحنّا کے ۱۲ باب ۴۷ آیت میں اگر کوئی شخص میری باتیں سُننے اور ایمان نہ لاوے اُسکے لئے ایک حکم کرنیوالا ہی یعنی کلام جو مینے کہا ہی وہی اُسکو پچھلے دن گنہگار ٹھہرائیگا جو چاہے سو مثالیں اُس تحریص فحش کی جسکا اشارتاً ذکر کرنے سے بھی ہر نافاحش آدمی کے دل میں نفرت آتی ہی

اُس قذف قباحت آمیز میں پائیگا جیسے مولوی لاہوری عین آفتاب صداقت یعنی ابن اللہ مبارک پر لگانا چاہتا ہی اُن مقدّس عورتوں کے باب میں جو خداوند کی سیر و سفر کیوقت اُسکے نقش قدم پر چل چلکر اور اُسکا وعظ شریف سُن سُنکر اُسکی خدمت کرتی تھیں اور اُسکے فقر و فاقہ کی تخفیف اپنے وسائل سے کیا کرتی تھیں اور پھر اُس عورت کی بابت جس نے خداوند کے سر پر اور پیروں پر بیش قیمت عطر کو نذر و نیاز کے راہ سے اُنڈیلا - حاصل کلام یہہ ہی کہ ہم خدا تعالیٰ کے قول و کلام کے ہتک عزّت کے اِلزام سے کس طرح بچینگے جو ہم اُس کلام کی نافذ اور دلسوز دل شکن قدرت کو محض اِس دنیا کے حکماء اور فصحاء کی بلاغت کی تاثیروں کے ساتھہ مقابلہ کرینگے اور اِسقدر عجیب تقویت اور کبریائی اور وزن کے اقوال کو اِنجہانی فقہاء کی خوار و ذلیل ترازو پر تولینگے - بلاشبہ تاثیر اِس کلام کی جسکی دھمکیاں سُنکر شیاطین اپنے اپنے مظلوموں سے نکل بھاگے اور سمندر کا تموّج اور تلاطم فی الفور تھم گیا اور خاموش ہوگیا لاچار عاجز اِنسان کے اندازہ اور مقدار پر آزمایش اور پیمایش میں نہیں آتی اِس بات پر رسولوں اور اِنجیلوں کی بعض گواہیاں غور سے سُنو - مثلاً متی کے ۱۳ باب ۵۴ آیت

میں مرقوم ہی اور اپنے وطن میں آکر اُس نے اُنکے عبادت خانوں میں اُنہیں

ایسی تعلیم دی کہ وے حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ ایسی حکمت اور معجزے

اُس نے کہاں سے پائے اور پھر ۲۲ باب کی ۴۶ آیت میں پر کوئی اُسکے

جواب میں ایکبات نہ بول سکا اور اُس دن سے کسیکا ہوا ؤ نہ پڑا کہ اُس سے
پھر سوال کرے اور پھر لوقا انجیل کے ۴ باب ۳۶ آیت میں یوں لکھا ہی اور سب
نہایت حیران ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہہ کیسا کلام ہی کہ وہ اختیار اور
قدرت سے ناپاک روحوں پر حکم کرتا ہی اور وہ نکلجاتی ہیں۔ اور پھر یوحنا حبیب
کے ۸ باب کی ۴۶ آیت میں پیادوں نے جواب دیا کہ ہرگز کسی شخص نے اِس آدمی
کی مانند کلام نہیں کیا۔ اور عمدہ تشبیہہ مسیحی قول کے اِس عجیب اور بیقیاس
قدرت کی وہ آتش آسمانی معلوم ہوتی ہی جسکا بیان اوّل صحیفہ سلاطین میں ہی
کہ وہ حضرت ایلیاہ کی قربانی پر اُتری جس سے وہ بھاری مقدمہ خدائے حقیقی
اور فاسد و قبیح معبودوں کے درمیان فیصلہ ہوا اور ربّ تعالیٰ نے آسمان
اور زمین کی موجودات کے مقابل گویا اُن بُت پرستوں پر سخت اِلزام اور
فتواے عذاب کو اُس آتش کے ورود سے اِشتہار کرایا کیونکہ نبی مبارک
نے اُس حجّت کے اِنفصال کے لئے تجربہ کی یہہ صورت بتلائی تھی۔ تم اپنے
الٰہونکا نام لو اور میں یہوواہ کا نام لونگا اور وہ خدا جو آگ سے جواب بھیجے
سو وہی خدا ٹھہرے اور نتیجہ اُس تجربہ کا مشہور ہی کہ کس طرح خداوند کیطرف
سے آگ نکلی اور اُس نے اُس سوختنی قربانی کو جلا دیا اور سب لوگ اُوندھے
گرے اور بولے خداوند وہی خدا۔ خداوند وہی خدا۔ جو صاحب تمیز اِن
زبوروں پر ذرا بھی غور سے لحاظ کریگا وہ اِس امر کا قایل ہوگا کہ جس بادشاہی الٰہی

کو نبیوں نے اپنی پیشین گوئیوں میں مسیح کی طرف منسوب کیا اور اُسکے اَوصاف
وفضائل کا بیان کیا وہی ہی جسکے اصول وحقائق اِن زبوروں میں فاش اور
نمودار ہوتے ہیں یعنی حلم اور عدل اور صداقت اور صلح اور دادخواہوں اور
مظلوموں کی پشتی بانی وغیرہ - اور یہہ بھی شہرۂ عالم اور زبان زد ہوگیا کہ جسقدر
تک ربّ تعالیٰ اور خداوند مسیح کی سلطنت اِس رُبع مسکون میں مُنتشر ہوتی
جاتی ہی اُسیقدر خواص اور فضائل قواعد مداین اور قوانین ملوک ومجالس مقبول
ہوتے جاتے ہیں اور اُنکی تعمیل اور ترقی اور قیام زاید ہوتے چلے جاتے ہیں
اور یہہ قواعد اور حقائق خلاف کے سب قاعدوں پر غالب ہونا چاہتے ہیں
اور حضرت سلیمان ابن داؤد نے اپنی امثال کے ۸ باب میں انہیں اصول اور
حقایق کی تقریر کی کہ وے اُس حکمت الٰہی کے خاص اَوصاف ہیں بلکہ اُسی
کے ساتھہ ملحق اور مقید ہیں جو اِبتدا سے خدا کے ساتھہ موجود ہوتی چلی آئی
ہی اور جو خداوند مسیح کے آسمانی القاب میں سے ہی اور عنقریب ہی کہ وہ حکمت
اُسکی کلمیّت کا لفظ مترادف ہو اور اِنہیں اصول اور فضائل کی تشبیہہ اور تمثیل
ضعیف حضرت سلیمان کی سلطنت میں درپیش آئی یعنی اُسکی بڑی مدّاحی
اور ناموری تھی ازآں جہت کہ اُس نے بدون خونریزی اور قتال کے پہلوانی
کی تعریف حاصل کی اور قدرت اور کبریت کی تعریف بغیر جور وجفا اور عالمگیری
کے اور بغیر حرص اور دست اندازی کے اور بدون غزا اور جدال کے اِنصاف

اور غیرت اللہ سے موصوف اور ممدوح ہوگیا پس اِس لامثال سلطنت کی سیرت اور صورت حضرت سلیمان میں دیکھو اور صورت حقیقی اور بیداغ وعیب پر خداوند مسیح میں نظر کرو- اِس بادشاہ مبارک اور محمود کا جھنڈا اور علم مراد ہی ۶۵ زبور کی ۴ آیت سے تونے اُنکو جو تجھہ سے ڈرتے ہیں جھنڈا دیا ہی کہ وہ حق کی خاطر کھڑا کیا جاوے چنانچہ حضرت یسعیاہ نے نظر نبوّت سے اُس جھنڈے کو دور سے دیکھکر فرمایا ۱۱ باب کی ۱۰ آیت میں- اور اُس دن ایسا ہوگا کہ یسی کی اُس جڑ کی جو قوموں کے لئے جھنڈے کی طرح کھڑی ہوگی قومیں طالب ہونگی اور اُسکی آرامگاہ جلال بنیگی +

پر توبھی ای صاحبو ایسا نہ سمجھو کہ میری تقریر اِس دعوی پر ہی کہ ہر مسیحی حاکم اور بادشاہ کا ہر حکم وعمل وقانون شرع اِن فضائل اور حقایق بالا موصوف پر قرار پاتا ہی پر جیسا پولوس رسول کا مقولہ ہی- وے سب کے سب جو بنی اسرائیل سے ہیں اسرائیل نہیں ویسا ہی قول واجبی یہہ بھی ہی کہ وے سب مسیحی نہیں جو مسیح کا نام لیتے ہیں لیکن اِتنا دعوی ہم لاپروائی سے کرسکتے ہیں کہ جسقدر مسیح کی تقویت بخش روح اور اُسکی محبت کا جوش اور اُسکی اور اُسکے احکام کی اطاعت اور اُسکی صورت حقیقی اور طبعی کی مشابہت کسی کے قلب اور مزاج کو قبض کرلیتی ہی تو اُسیقدر فضائل اور خصائل معروف اُسکے تمام افعال اور اعمال میں حائل اور عامل ہوجاتے ہیں- اور اگر شاید ملک کی ریاست اور

رعایت اُسکے ذمّہ ہو تو اُسکی تمام حکمرانی اور ملک گیری پر مسیح کا نقش و طبع
صاف وصریح چھپیگا کیونکہ اگرچہ مسیح کی سلطنت مذکور قلب نشین اور اندرونی ہو
پر اُسکے نتائج اور علامات رفتہ رفتہ اندرون سے بیرون آتے اور اُنسے قواعد
ملکی کی اصلاح اور جو کچھہ ذلّت و قباحت ہو اُسکی تخفیف ہو جاتی ہی اور خود غرضی
اور خود پرستی پر قید و لگام دی جاتی ہی اور محتاجوں اور مظلوموں اور قیدیوں
پر ترس کھانا اور بیمار پُرسی اور زیر باریوں کی بار برداری اور بے لکھے پڑھوں
اور جاہلونکو درس دینا اور گمراہونکو راہ راست کی ہدایت اور غمگینوں کو دلاسا
دینا اور ماتم زدوں کی ہمدردی اور تمام خلق اللہ بلکہ اپنے غنیموں اور بدخواہوں
کے حق میں خیر خواہ ہونا لعن طعن کرنیوالونکو برکت دینا اور جنکی روش اور رفتار
زبون و ابتر ہو اُنکی اصلاح اور بہتری کے لئے محنت مشقت کرنے پر مستعد ہونا
بادشاہت مسیحی کے یہہ اور اُنکی مانند اور اوصاف صُحف انبیا میں معروف
ہیں مثلاً یسعیاہ نبی کے ۳۲ باب میں یہہ خواص اور جو اصل سلطنت کیا ہی
دلتراش اور شیریں عبارتوں میں متصور ہوتے ہیں۔ پھر جو ہم انجیل شریف کی
روائیتوں کی طرف متوجہ ہو کر ملاحظہ کریں تو تطابق سلف و خلف یعنی سابق
کی پیشینگوئیونکا تطابق خود مسیح اور اُسکے حواریوں کے واقعات کے ساتھہ
صاف معلوم اور ظاہر ہوتا ہی اور جس بات کی شبیہہ اور سایہ کو انبیاء اور
مزامیر داؤدی میں دیکھکر ہم خوش ہو گئے تھے اُسکی حقیقت بلا سایہ و حجاب

و تشبیہہ انجیل میں نمودار ہوجاتی ہی اور ہر صاحب انصاف پر بلاشبہ روشن ہی
کہ جسطرح مسیح کی ایک ہی روح الہام سے وے پیشخبریاں یکصورت اور یکرنگ
نکلیں اسیطرح مورد اور مصداق اُن پیشخبریونکا ایک ہی بادشاہ متجلّی اور متعالی
یعنی مسیح ہی اور اُسکی بادشاہت کے خواص معروف جیسا آپ خداوند کی کُل
گفتار اور رسولونکے کُل وعظ اور افعال اور احکام میں ظاہر ہوئے ویسا ہی اُسکے
اجماع عامہ کے اُن رواجوں رسموں میں اور کلیسیاء جامع کی کُل تدبیر و رعایت
میں جو ابتدا میں مروّج اور متداول ہوگئی اور نو مریدوں سے لیکر اساقیف تک
خلق مسیحی کی طبیعتوں اور مزاجوں میں سلطنت اللہ کی عین کیفیت اور خاص
طریقہ گویا ہزار گواہوں کی ایک زبان سے مبیّن اور منشور ہوگیا اور انجام و حاصل
اُن فضائل و خصائل کا سوائے صلح اور آرام کے کون دوسرا ممکن تھا۔ بموجب
۷۲ زبور ۷ آیت کے اُسکے عصر میں جب تک چاند باقی رہیگا صلح و سلامتی فراواں
ہوگی اور مصدّق اُس قول کی روح اللہ بزبان یسعیاہ اُسکے ۳۲ باب مذکور
میں ہی اور صداقت کا کام صلح ہوگا اور آرام اور صداقت کا پھل تشفّی اور
اطمینان خاطر ہوگا اور عنقریب ہی کہ امثال اور تصاویر جو کتب سابقہ سماویہ میں
نظر آتی ہیں جن میں مسیح مشارٌالیہ ہی سب کے سب اسی مطلب اور مضمون میں
ملتی ہیں یعنی حُسن و جمال اور ملامت و تحمّل اور سیرابی و زرخیزی اور فرحت و
نشاط اور شیرینی اور نزاکت اور خلوص و آزادگی اور اطمینان و خاطر جمعی اور

ہدایت اور تنویر اور مانند اُنکی ہزار ہا حسنات اور برکات کا وعدہ مومنین کو
حاصل ہوتا ہی جب حقیقت حال یوں ہی تو کون صاحب سخن سنج اور امثلۂ گنج
اور معقول فہم یہہ خام خیال رکھنے کی جرأت کریگا کہ اِن سب تماثیل اور تشابیہہ
سے خونریزی اور جنگ خیزی اور مظلومونکی آہ اور چیخ مارنا اور ہجوم ویلغار اور
ملکونکی تخریب اور شہرونکا استیصال ذرا بھی خوش اتفاقی دکھلاتے ہیں۔
ای صاحبو میں لاپروائی سے ہر شخص کو جو بے تعصّب اور تجربہ کار ہو کر از منہ قدیم
واخیر کے سب راویوں اور مورّخوں سے آشنا اور واقف ہو اِس امر کا گواہ
کرلیتا ہوں کہ ممالک اینجہانی میں سے ایک بھی سلطنت نہ ہوئی اور ہرگز نہوگی
جسپر یہہ مثالیں واجبًا عائد اور صادق آسکیں صرف ایک ہی بادشاہ میں
اور اُسکی سلطنت کے واقعات اور حقائق میں یہہ سب مثالیں مجتمع ہو کر اپنی
جزا و جواب پاتی ہیں صرف مسیح ہی میں اور اُس سلطنت اللہ میں جسے
اُس نے اِس دنیا میں جاری کرنا اپنے ذمّہ لیا تھا یہہ سب پیشخبریاں وقوع
اور ظہور میں آتی ہیں۔پھر ذرا سا سوچ وغور کرنے سے صاف معلوم ہوگا کہ
کیا سبب ہی اسباط کا کہ دشت کے باشندے اور خصوصًا عرب اور حبشی
مع ترسیس والوں کے اقوام اور قبائل کے خود اُس بادشاہ کے تابعین اور
پیشکش پہنچانیوالوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔پہلے اِس امر کی یاد اور ذکر
مفید ہی جو تاریخ الہامی کے ۲ صحف کے ۹ باب کی خصوصًا ۱۴ اور ۲۸ آیتوں

سے صاف معلوم اور ثابت ہی کہ اُنہیں مُلکوں اور قوموں میں سے ملوک
اور سلاطین حضرت سلیمان کے حضور میں پیشکش اور نذر و نیاز لے آئے اور
بیانات بالا سے روشن ہوا کہ مراد اور مصداق اِن دو زبوروں کی از روئے
مجازی نہ بطور حقیقی حضرت سلیمان ہی چنانچہ اُس حضرت نے اپنی عمر کے
خصوصًا تین امور اور واقعات میں یہہ فضیلت پائی کہ سلطنت مسیحی کی پیشنمائی
کرے اولاً اِس میں کہ شاہ صلح و سلامت ہونا اُسکا خاص خطاب الہام سے
بتایا گیا گویا مراتب انبیاء میں یہہ مرتبہ اُسیکا تھا کہ مسیح کی اِس مثلیت میں
مقدّم ہو جاوے۔ دویم یہہ کہ اپنے زمانے کے سب سلاطین سے اُس حضرت
نے حکمت اور خردمندی اور تیزفہمی کی سبقت اُٹھائی سویم یہہ کہ اُس نے
ایسی عبادتگاہ تعمیر کرانے کی اجازت پائی جو کُل خلق اللہ کی خداپرستی کا قطب
اور مرکز ہو جاوے باوجودیکہ یہہ رونق اور زینت بمثال اُسکے باپ داؤد
سے ممنوع تھی اور ذکریا نبی کے ۶ باب کی ۱۲ و ۱۳ آیتوں کے موافق راز
و رمز کے طور پر خداوند مسیح پر صادق آتی ہی۔ ربّ الافواج یوں فرماتا ہی کہ
دیکھہ وہ شخص جسکا نام جڑ ہی اور وہ اپنے مقام سے نہال ہوگا اور وہ خداوند
کی ہیکل یعنی عبادتگاہ کو بنا کریگا ہاں وہی خداوند کی ہیکل بناویگا اور وہ صاحب
جاہ و جلال ہوگا اور اپنے تخت حکومت پر جلوس پاکر کاہن ہوگا وغیرہ۔ حاصل
کلام جب حضرت سلیمان کم سے کم اپنی عمر و سلطنت کے تین خصوصیات میں

مسیح مبارک کی مشہور تشبیہہ اور تمثیل ٹھہرے تو یہہ واجبی اور حق تھا کہ اُن قوموں اور قبیلونکا جو نہ جبرًا بلکہ طوعًا اُسکے مطیع ہوگئے خاص اوصاف ذکر درمیان میں آوے ✣

اِس امر میں دوسری بات سوچ وغور کے لایق یہہ ہی کہ بادشاہ معروف کے متابعین اور انقیاد کرنیوالونکا بیان عربوں اور ترکوں اور مغلوں سے مخصوص اور مقیّد اِن زبوروں میں جاننا ازجہت آنکہ اُن ملکوں میں محمد صاحب کے توّلد اور اُنکے مذہب کی بیخ وبنیاد تھی ہر صورت سے بیجا اور بے اصل ہی از بسکہ حقیقت حال اِسوجہ پر ہی خواہ خیال ور دیا میں خواہ سچ مُچ کوہِ صیہون پر کھڑا ہوکر چاروں اطراف کیطرف بار بار مُنہہ پھیر کر فرات ندی کو مشرق کیطرف اپنا حدّ نظر کرتا اور جنوب کیطرف اہل عرب وحبش اور مغرب کیطرف ترسیس اور بحر روم اور جزیرونکو تاکہ معلوم ہو کہ کتنی کشادگی اور امتداد تا برّ وبحر مسیح کی حکمرانی کی ہوگی خصوصًا اُنہیں ملکوں اور حکمرانوں کی خود اختیاری اطاعت اور تابعداریکو بتلاتا ہی جو بنی اِسرائیل کے قدیمی اور موروثی غنیم اور بدخواہی میں تلخ وسرگرم تھے کہ یہہ سب اُس شاہ صلح وسلامت کے جو حضرت داؤد کے خاندان سے ہوگا قدمبوس اور حلقہ بگوش ہوجائینگے۔ اگر شاید آپ پوچھیں کہ یہہ سب کس اُمید پر اور کون کون کشش سے اِس شاہ صلح کی رعیت اور رفیق ہوجائینگے تو اِس سوال کا صاف وصحیح جواب ۸۷ زبور کی ۴ و ۵ و ۶ آیتوں میں ملتا ہی

سے صاف معلوم اور ثابت ہی کہ اُنہیں مُلکوں اور قوموں میں سے ملوک
اور سلاطین حضرت سلیمان کے حضور میں پیشکش اور نذر و نیاز لے آئے اور
بیانات بالا سے روشن ہوا کہ مراد اور مصداق اِن دو زبوروں کی از روے
مجازی نہ بطور حقیقی حضرت سلیمان ہی چنانچہ اُس حضرت نے اپنی عمر کے
خصوصًا تین امور اور واقعات میں یہہ فضیلت پائی کہ سلطنت مسیحی کی پیشنمائی
کرے اولاً اِس میں کہ شاہ صلح و سلامت ہونا اُسکا خاص خطاب الہام سے
بتایا گیا گویا مراتب انبیاء میں یہہ مرتبہ اُسیکا تھا کہ مسیح کی اِس مثلیت میں
مقدّم ہو جاوے ۔ دویم یہہ کہ اپنے زمانے کے سب سلاطین سے اُس حضرت
نے حکمت اور خردمندی اور تیز فہمی کی سبقت اُٹھائی سویم یہہ کہ اُس نے
ایسی عبادتگاہ تعمیر کرانے کی اجازت پائی جو کُل خلق اللہ کی خداپرستی کا قطب
اور مرکز ہو جاوے باوجودیکہ یہہ رونق اور زینت بمثال اُسکے باپ داؤد
سے ممنوع تھی اور ذکریا نبی کے ۶ باب کی ۱۲ و ۱۳ آیتوں کے موافق راز
و رمز کے طور پر خداوند مسیح پر صادق آتی ہی ۔ ربّ الافواج یوں فرماتا ہی کہ
دیکھہ وہ شخص جسکا نام جڑ ہی اور وہ اپنے مقام سے نہال ہوگا اور وہ خداوند
کی ہیکل یعنی عبادتگاہ کو بنا کریگا ہاں وہی خداوند کی ہیکل بناویگا اور وہ صاحب
جاہ و جلال ہوگا اور اپنے تخت حکومت پر جلوس پاکر کاہن ہوگا وغیرہ ۔ حاصل
کلام جب حضرت سلیمان کم سے کم اپنی عمر و سلطنت کے تین خصوصیات میں

مسیح مبارک کی مشہور تشبیہہ اور تمثیل ٹھہرے تو یہہ واجبی اور حق تھا کہ اُن قوموں اور قبیلونکا جو نہ جبرًا بلکہ طوعًا اُسکے مطیع ہوگئے خاص اور صاف ذکر درمیان میں آوے ✤

اِس امر میں دوسری بات سوچ و غور کے لایق یہہ ہی کہ بادشاہ معروف کے متابعین اور انقیاد کرنیوالونکا بیان عربوں اور ترکوں اور مغلوں سے مخصوص اور مقیّد اِن زبوروں میں جاننا از جہت آنکہ اُن ملکوں میں محمد صاحب کے تولّد اور اُنکے مذہب کی بیخ و بنیاد تھی ہر صورت سے بیجا اور بے اصل ہی از بسکہ حقیقت حال اِسوجہ پر ہی خواہ خیال ور دیا میں خواہ سچ مُچ کوہِ صیہون پر کھڑا ہو کر چاروں اطراف کیطرف بار بار مُنہہ پھیر کر فُرات ندی کو مشرق کیطرف اپنا حدّ نظر کرتا اور جنوب کیطرف اہل عرب و حبش اور مغرب کیطرف ترسیس اور بحر روم اور جزیرونکو تاکہ معلوم ہو کہ کتنی کشادگی اور امتداد تا برّ و بحر مسیح کی حکمرانی کی ہوگی خصوصًا اُنہیں ملکوں اور حکمرانوں کی خود اختیاری اطاعت اور تابعداریکو بتلاتا ہی جو بنی اِسرائیل کے قدیمی اور موروثی غنیم اور بدخواہی میں تلخ و سرگرم تھے کہ یہہ سب اُس شاہ صلح و سلامت کے جو حضرت داؤد کے خاندان سے ہوگا قدمبوس اور حلقہ بگوش ہوجائینگے - اگر شاید آپ پوچھیں کہ یہہ سب کس اُمید پر اور کون کون کشمشونسے اِس شاہ صلح کی رعیت اور رفیق ہوجائینگے تو اِس سوال کا صاف و صحیح جواب ۷۲ زبور کی ۴ و ۵ و ۶ آیتوں میں ملتا ہی

میں رہب یعنی مصر اور بابل کو مذکور کرونگا کہ وے میرے پہچاننیوالوں میں
شامل ہیں دیکھہ فلست اور صور کوش سمیت یہہ وہاں تولد ہوئے اور صیہون
کی بابت کہا جائیگا کہ فلانا فلانا اُس میں تولد ہوا اور حق تعالیٰ اُسکو (یعنی اللہ
کے شہر کو) قیام بخشیگا خداوند جس وقت قوموں کے نام لکھیگا تو گنکر کہیگا کہ یہہ
شخص وہاں تولد ہوا جس سے یہہ راز حاصل اور معلوم ہوا کہ ولادت ثانی
کی راہ سے یعنی اُس نوپیدایش کی راہ سے جو اندرونی اور روحانی تولد کا راز
ہی اُن خود نثار رعیتوں کے نام صیہون شہر یعنی اجماع عامہ کی فہرست میں
داخل کئے جائینگے۔ وے جنکی ولادت اوّل کا اتفاق مختلف اور متعدد ملکوں
اور قوموں میں ہوا تھا اُنکا تولد جدید صیہون میں جو بیت المقدّس آسمانی کہا جاتا
ہی واقع ہوگا۔ چنانچہ یوحنّا رسول نے اپنی انجیل کے اوّل باب میں فرمایا وے
نہ لہو سے نہ جسم کی خواہش سے مگر خدا سے پیدا ہوئے ہیں یہاں بھی مضمون
کی بڑی خوش اتفاقی اُن دوسرے مضمونوں کے ساتھہ ہی یعنی صیہونکے
موروثی دشمنوں اور تشنۂ خون کینہ خواہوں کی حالت اُس ولادت ثانی کے
سبب سے اِس قدر بدلیگی کہ فلست اور بابل اور مصر وصور اپنی عداوت طویل
کو موقوف کرکے حقوق فرزندیت کے خواہاں ہونگے۔ یہی اپنا عین فخر اور
منفعت جانینگے کہ طومار نویسی کے وقت وے آپ بھی اجماع قدّوس کی
رونق اور سعادت سے مشرّف ہو جاویں۔ یہی وہ قوم نو مخلوق اور مقدّسونکی

جماعت ہی جسکا یہہ بیان ۱۰۲ زبور کی ۱۵-۱۸ آیت میں پایا جاتا ہی اور قومیں
خدا کے نام سے ڈرینگی اور زمین کے سارے بادشاہ تیرے جلال سے
کیونکہ خداوند صیہون کو بناکرتا ہی وہ اپنے جلال میں ظاہر ہوگا وہ محتاج کی دعا
کیطرف متوجہ ہوتا ہی اور اُنکی دعا کو حقیر نہیں جانتا یہہ پچھلی پشت کے لئے
لکھا جائیگا اور مخلوق یعنی قوم نو مخلوق خداوند کی ستایش کرینگے پس کتب
پاک اور سماویہ کی صداقت کے نشانوں اور دلیلوں سے یہہ کمترین اور حقیر
ترین نہیں کہ یہہ اور اُنکی مانند دیگر الفاظ اِصطلاحی جو عالی معنوں اور نہاں
رازونکے معرّف ہیں مثلاً نو مخلوق اور نومولود وغیرہ زبور اور انبیا اور انجیل میں
مضمون کے وفق اور تطابق عجیب سے دربیش آتی ہیں اور یہہ امر ثابت اور
ظاہر کرتے ہیں کہ جب اِتنے متفرّق زمانوں میں اُن کتابوں کے اِتنے مختلف
مصنّف تھے تو خیال واجبی بلکہ لازم ہی کہ وے سب ایک ہی روح اللہ کی
ہدایت اور اِلہام سے بولتے اور لکھتے تھے ۔ یہہ امر اَور بھی غور و لحاظ کے
لایق ہی کہ اِس ولادت جدید مذکور کا تخم جب کلام اللہ ہی اور روح اللہ کی
حضوری اور تحریک اور قدرت والی تاثیر کے بغیر وہ تخم لاحاصل اور مُردہ
اور بے زور و زیست رہتا ہی اور اُس عمدہ بیج کا بونیوالا بموجب انجیل متی کے
۱۳ باب کی ۳۷ آیت کے ابن آدم یعنی یسوع مسیح ہی تو اِن سب باتوں پر
جو سوچ کرے بمشکل اِس یقین سے چوک جائیگا کہ وہ نومولودوں کی پاک

جماعت جو خداتعالیٰ کا گھر اور خاندان کہلاتا ہی نہ تو خاص یہود نہ انگریز نہ ترک نہ مُغل ہیں اور نہ باپ بیٹے کو وصیت اور ترکے کی راہ سے اُسے سپرد کر سکتا ہی اسطور کہ وہ رُتبہ اور عالی درجہ فرزندیت کا دُنیوی ورثہ کے موافق موروثی ہنجاوے بلکہ یہہ امر خداوند کے بادشاہانہ اِقتدار اور اختیار پر موقوف ہی وہ جسکو چاہتا ہی بلکہ ہر مانگنے والے کو انعام بخشتا ہی اور اس کام میں خداوند نے اپنے گھر اور خاندان کا بڑا انتظام اور بندوبست کیا ہی یعنی اپنے رسولوں کے بہت خلیفوں اور اپنے رازوں کے خاص ولیعہدوں اور کارخانہ داروں کو بیت دربشت پسندیدہ اور برگزیدہ کر کے جنکو اسقف اور کشیش اور شماس کہتے ہیں اُنہیں کے وسیلہ سے نومولودوں کو اپنے فرزندونکے شمار میں اور گھر کی خدمتوں اور منصبوں میں داخل کراتا ہی۔ صرف یہہ شرط ضروری ہی کہ دل وجان سے توبہ کار ہوکر اور صحت عادات واعمال روح اللہ کی توفیق سے پاکر اور دین حقیقی کی روائتوں اور اقراروں میں جو امور واقعی مندرج ہیں اُنکے معترف اور مقر ہوکر غسل اصطباغ یعنی بپتسما کی پاک رسم منظور کریں ✣

خدا کرے کہ ہندوستان کی تمام خلق کو معلوم اور مفہوم ہوجاوے کہ انبیاء اور رسولوں اور خداوند مسیح کی راہ میں داخل ہونا یعنی مسیحی ہونا نہ انگریز بنجانے کی بات ہی نہ کرانی ہونے کی جیسا دین اللہ کے مخالفوں اور متہموں میں زبان زد ہی مگر مقدسوں کی جماعت برگزیدہ میں شامل ہونا ہی جیسا رسول

فرماتا ہی خط بہ عبرانیین کے ۱۲ باب مذکور میں نخست زادوں یعنی نومخلوقوں
کی شمار میں آنا جنکی حالت سعادت آمیز اور درجہ خاص یہہ ہی کہ بجائے خلف
محروم یا زرخرید غلام ہونے کے جو ہر دم گھر سے محروم ہونے کے خوف وخطرہ
کے سبب بے چین اور آرام رہتے ہیں وے اُس فرزندیت تک سرفراز ہیں
جسکی بابت خداوندنے فرمایا ہی انجیل یوحنّا کے ۸ باب کی ۳۵ اور ۳۶ آیتوں
میں اور غلام اُبد تک گھر میں نہیں رہتا۔ بیٹا ابد تک رہتا ہی پس اگر بیٹا تمکو
آزاد کریگا تو تم تحقیق آزاد ہوگے اور روح اللہ پولوس رسول کے توسّط سے
خط بہ گلتیان کے ۴ باب کی ۳۱ اور ۳۵ آیتوں میں فرماتا ہی پر کتاب یعنی
توریت کی کتاب کیا کہتی ہی کہ لونڈی کو اور اُسکے بیٹے کو نکال کیونکہ لونڈی کا
بیٹا آزاد کے بیٹے کے ساتھہ ہرگز وارث نہ ہوگا الغرض ای بھائیو ہم لونڈی کے
بیٹے نہیں بلکہ آزاد کے ہیں۔ شکر ہزار شکر خدا تعالیٰ کا کہ یہہ دروازہ بادشاہت
کا یسعیاہ نبی کے اقوال الہامی کے بموجب دن رات برابر کھلا رہتا ہی اور
اُس کھلے ہوئے دروازہ کی رہنمائی کرنا اور گمراہونکو اُسکی طرف رشد وہدایت
کرنا خصوصًا دین کے خادموں اور اُستادونکا عہدہ مبارک اور عمومًا سب
مقدّسونکا فرض یہی ہی اگر ایسا ہو کہ دین محمد میں شامل ہو کر تمنے خدا کی دارالسلطنت
کو دور سے دیکھا تو یقین کرو کہ دروازہ کے اندر صرف دین اللہ جو انبیاء اور
خداوند مسیح کا دین ہی آپ لوگونکو پہنچا سکتا ہی ہماری منّت ہی آپ سے

رب تعالیٰ کے عوض اور محبت کی راہ سے کہ بہشت کے دروازہ کے باہر مت پڑے رہو بلکہ اُسی کے توسط سے جو فرماتا ہی میں دروازہ ہوں میں راہ ہوں میں حیات ہوں داخل ہو کر خدا کے پاس جو منصف العالمین ہی آجاؤ جیسا حضرت داؤد فرماتا ہی آؤ دیکھو چکھو اور دیکھو کہ خداوند مہربان ہی مبارک ہی وہ آدمی جسکا بھروسا اُسپر ہی دوچند بلکہ دہ چند تلخ عذاب کا حکم اور فتویٰ اُن شخصوں پر صادر ہوگا جو صرف قریب دروازہ ہی تک پہنچکر اور وہاں سے مُنہہ پھیر کر یا خونخوار شیر اور بھیڑیے کا شکار ہو گئے یا چوروں ڈکیتوں کی رفاقت میں جا ملے ازبسکہ یوحنّا رسول کے دسویں باب میں مسیح اُنکو چور اور ڈاکو کہکر انگشت نمائی کرتا ہی جو آپ اُس دروازہ حقیقی میں داخل نہیں ہوتے اور داخل ہونیوالوں کو روکتے ہیں۔ برعکس اُسکے حق تعالیٰ کے سب نبیوں اور پیغمبروں کو چونکہ وے سب مسیح کے شاہد اور پیشوا اور اِس ایک دروازہ کی طرف مرشد اور ہادی تھے بھیڑوں کا گلّہ بان حقیقی بتلاتا ہی جنکی بہت بڑی شان اور فضیلت اور شرف ہی اور اُنکی صحبت سے محروم اور بے بہرہ ہونا سب سے بدتر لعنت اور کمبختی کا نشان بتلاتا ہی چنانچہ انجیل لوقا کے ۱۳ باب کی ۲۸ آیت میں لکھا ہی وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا جب ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب اور سب نبیوں کو خدا کی بادشاہت میں شامل اور آپ کو باہر نکالا دیکھوگے +

باب نہم

در باب آں علامتہا کہ در وقت عاقبت یعنی در وقت اختتام و تکمیل سلطنت حق تعالیٰ پدید و نمودار خواہند شد

خدا کی بادشاہی کی وہ صورت جو فی الحال ہی کتب رُسل اور انبیا کی تعریفوں اور تقریروں کے بموجب بیان ہو چکی اب یہہ قرض و فرض باقی ہی کہ وہ صورت اُس بادشاہی کی جو اخیر الایام میں ہونیوالی ہی کون اور کیسی ہوگی اُنہیں کتابوں سے تحقیقانہ دریافت کریں پس یہہ امر صاف معلوم ہوتا ہی کہ توریت کی بہ نسبت حضرت داؤد نے اُس آیندہ سلطنت کی کیفیت اور حقیقت حال کو زیادہ تفصیل اور تصریح سے بیان کیا پر انبیا کی نسبت کچھہ کم ۔ لیکن بعض خواص اُس سلطنت پر اور اُسکی وجود و ترقی کی صورتوں پر خواہ خوفناک خواہ تسلی بخش ہوں ذرا سا ملاحظہ کرنا انشاءاللہ مفید بھی اور مطالب بالا کا مقارن بھی ہوگا ❖

فی الحال کی بادشاہی کا بیان جو زبور میں ملتا ہی کچھہ تو واقعات سابقہ اور امورات گذشتہ کا بیان تھا اور کچھہ اُن امور واقعی کا جو حضرت داؤد کے عصر سے آجتک تعمیل اور تکمیل ہوتے چلے آئے ہیں اور جو بادشاہی

آیندہ کا بیان زبور میں ملتا ہی وہ تو واقعات شدنی کا بیان ہی جس کی
وثاقت اور ثبوت خدا تعالیٰ کے قول و قرار کے سوائے کوئی دوسری نہیں
ہو سکتی تھی۔ پس ہر صاحب عقل کو صاف معلوم ہی کہ امورات واقعی منسوخ
نہیں ہو سکتے اور اہل ایمان کو بھی برابر صاف معلوم ہوتا ہی کہ وہ مراد اور
مقصد الٰہی جسکی تعمیل اور تکمیل کے لئے وے واقعات پیش آئے اور متعین
ہوئے وہ بھی منسوخ نہیں ہو سکتا نہیں تو خدا تعالیٰ غیر متبدل اور لا متغیر نہ
ہو گا بلکہ اُسکی پاک ذات اور صفات میں خلل آجائیگا جس حال میں کُل عالم
مذہب ہنود کے بموجب مایا اور پرپنچ بنا ہی واستوک نہیں ہی پھر نہ تو ربّ
تعالیٰ ہو گا نہ عالم درحقیقت وجود میں ہو گا اور یہہ بھی ہر مومن پر صاف ظاہر
ہی کہ وے پیشینگوئیاں جنکی وفا اور کامل ہونیکا یقین اور انتظار مقدسونکی
جماعت میں قائم اور ناجنبیدہ رہتا جو شاید کسی کی دانست میں منسوخ ہوں
تو ربّ تعالیٰ کی صفات جلالی مثلاً اُسکی حکمت اور قدرت اور انصاف کا وہ
شخص اسقدر مخل ٹھہریگا کہ اُسکی رائے اور مذہب کو دہریوں کے مذہب سے
تھوڑا ہی فرق ہو گا یا اگر شاید کوئی شخص یہہ بھی کہے کہ ربّ تعالیٰ کی وہ حمد
اور ستایش جو مزامیر داؤدی میں نادر اور ممتاز ہی اور اُس تعالیٰ کی عجیب
ساخت و صنعت کی تعریف جو عالم کی آفرینش اور خوش انتظامی میں اور
اجماع مقدس کی رعایت اور تعمیر میں نظر آتی ہی اور وے دعائیں اور نصیحتیں

جو مزامیر میں ہیں اور جو باتیں امید اور ایمان اور محبت کی تحریک کرنیوالی اور غافلوں اور شریروں کی تنبیہہ کرنیوالی اور نشاط روحانی کی اُبھارنیوالی ہیں وے سب کی سب ہمارے مذہب کی شرایط اور اقرار کے بموجب منسوخ جاننا مستحب یا لازم بھی ہی تو کون صاحب حقیقت وعدالت اِتنی کدورت اور روپوشی کی پردہ اندازی حق تعالیٰ کی تجلّیات اور اسماء جلالی پر برداشت کرسکیگا۔ کون صاحب اِنصاف نہ کہیگا کہ درحالیکہ زبور نسخ ہو جاویں تو دُعا اور سوال اور اِستغفار اور حمد و مدح اور حسنات و اوصاف کا ذکر اور احسانوں اور نعمتوں کی شکرگذاری کا نمونہ محو و نیست ہو گیا جو اِس عالم فانی میں لاامثال اور لاثانی ہی ہاں جس سے فرشتوں کی مزاج کی مطابقت بنی آدم میں پیدا ہو سکتی اور ہوا بھی کرتی ہی اور مومنین اور مقدسین اُنکے پاک طوائف کی رفاقت میں داخل ہو جاتے ہیں ✣

بعد اِس جملہ معترضہ کے جویان حقیقت کو معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ کی آئیندہ سلطنت کی تین چار خصوصیات اور لوازمات متعیّنہ مزامیر میں ظاہر کی جاتی ہیں۔ اوّل یہہ کہ خداوند آپ ہی اپنی حضرت پُرجلال اور قدرت آمیز ظاہر کرکے اپنی مسند عدالت کے حضور میں کُل عالم کے ساکنان کو بلوائیگا دیکھو ۵۰ زبور کی ۱ آیت سے لیکر ۶ آیت تک وہ صدر عدالت کس طرح جاری

ہوگا قادر مطلق خدا نے فرمایا اور زمین کو طلوع آفتاب کی جگہہ سے اُسکے

جائے غروب تک بُلایا ہی صیہون سے حسن کے کمال سے خدا جلوہ گر ہوا
ہی۔ ہمارا خدا آویگا اور خاموش نرہیگا آگ اُسکے آگے آگے فنا کرتی جائیگی
اور اُسکے گرداگرد شدّت سے طوفان ہوگا وہ اُوپر آسمانونکو طلب کرتا ہی اور
زمین کو بھی کہ اپنے لوگوں کی عدالت کرے میرے مقدّسوں کو میرے پاس
فراہم کرو جنہوں نے میرے ساتھہ قربانی پر عہد کیا ہی تب آسمان اُسکی صداقت
کو آشکارا کریگا کہ خداہی عدالت کرنیوالا ہی ÷

جو اِس بیان کے متفرّقات اور مفردات پر غور و تامّل کرے سو یقیناً جانے
کہ اِس صدر عدالت کا جو عاقبت میں ہوگی تشریح احوال و حقایق زبور اور
اِنجیل میں اصالتاً ایک ہی ہی مثلاً وہ آواز جسے سُنکر ساکنان قبر اپنی خواب
موت سے جاگینگے خداہی کی آواز ہی وہ کلمتہ اللہ جو خداوند مسیح ہی جس کے
جسم متجلّی میں الوہیت کی کُل بھرپوری رہتی ہی اپنے فرشتوں سے ارشاد
کریگا کہ زندوں مُردوں خواص و عوام کو میرے حضور میں حاضر کرو پر اوّلاً میرے
مقدّسونکو اِس امر میں زبور اور اِنجیل کی شہادت میں اِتفاق کامل ہی چنانچہ
اوّل خط بہ اہل قرنتوس کے ۱۵ باب کی ۲۳ آیت میں مشہود ہی لیکن ہر ایک
اپنی اپنی نوبت میں پہلا پھل مسیح پھر وے جو مسیح کے ہیں اُسکے آنے پر۔
اور خط بہ اہل تسلونیقی کے ۴ باب کی ۱۷ آیت میں لکھا ہی وے جو مسیح میں
ہوکر مُوئے ہیں پہلے جی اُٹھینگے اور وہی رسول خط بہ عبرانیین کے ۱۲ باب

کی ۲۶ آیت بھی ہمیں جتلاتا ہی کہ یہہ آواز اُسی متکلم کی ہی جسکی آواز کوہ سینا یعنی کوہ طور پر سُنکر حضرت موسیٰ نے بھی لرزش و خوف کھایا اور بنی اسرائیل منّت سے عرض و معروض کرنے لگے کہ جو ہم اِس آواز کو پھر سُنینگے تو مر جائینگے اور اِسی اپنی آواز کی قدرت کے بیان میں خداوند مسیح نے نہ مبالغہ اور مفاضلہ کی راہ سے بلکہ خوب ساختہ اور سنجیدہ عبارتوں میں اور قسم کھانیوالوں کی تائید اور تشدید شہادت سے فرمایا یوحنّا مقدّس ۵ باب کی ۲۸ اور ۲۹ آیتوں میں اِس سے تعجب نکرو کیونکہ وہ گھڑی آتی ہی جس میں وے سب جو قبروں میں ہیں اُسکی آواز سنینگے اور نکلینگے جنھوں نے نیکی کی ہی زندگی کی قیامت کے لئے اور جنھوں نے بدی کی ہی سزا کی قیامت کے واسطے - اور خط باہل عبرانیین کے اُسی باب مذکور میں رسول مقدّس نے روح اِلہام کی ہدایت سے حجی نبی کے اقوال الہامی کو معہ تعریف اور تشریح نقل کرکے فرمایا ہی دیکھو تم اُس فرمانیوالے سے غافل نہو کیونکہ اگر وے بھاگ نہ نکلے جو اُس سے جو زمین پر فرماتا تھا غافل رہے تو ہم بھی اگر اُس سے جو ہمیں آسمان پر سے فرماتا ہی مُنہہ موڑیں کیونکر بھاگ جائینگے اُسکی آواز نے زمین کو اُسوقت ہلا دیا پر اب اُس نے یہہ کہکر وعدہ کیا کہ پھر ایکبار میں فقط زمین کو نہیں بلکہ آسمانکو بھی ہلا دونگا - اُسی کلمتہ اللہ نے جیسا توریت کے مقدّمے میں بیان ہوتا ہی اجرام فلکیہ اور اجسام ارضیّہ کو عالم نیست سے ہست میں داخل کرایا جسوقت

خدانے قول دیا کہ نور ہو اور نور ہو گیا اور وہی کلمۂ آخر زمان میں اُسی عالم کے
نظم ونسق کو اور تعلّقات وسلسلہ جات کو جنہیں آپ ہی نے تعیّن کیا تھا
توڑ کر حل کریگا اور وہ نیا آسمان اور زمین جو کامل راستی کا جائے سکونت اور
قرار ہوگا درپیش کریگا - پھر زبور مذکور کو انجیلی پیشینگوئیوں کے ساتھ ملانے اور
مقابلہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اُس مسند عدالت پر جسکے حضور میں
ہر شخص گھٹنا ٹیکیگا اور ہر زبان اُس منصف عظیم کی الٰہی قدرت وکبریت کی
قایل ہوگی مقدّسونکی جماعت ہمنشین اور ہم جلیس ہوگی - سچ تو ہی کہ مسیح کے
حقیقی دوستوں میں سے ایک بھی نہیں جو رُتبۂ عالی اور درجہ جلالی کی اُمید
پر خداوند کی سپہ گری کی محنتیں نہیں اُٹھاتا اور خوشی سے مورد ذلّت و
حقارت ورسوائی نہیں ہوجاتا بلکہ وے تو اُس نام مبارک اور محمود کے لئے
بیعزّتی اُٹھانی عین عزّت جانتے ہیں از آنجہت کہ اُسی میں ربّ تعالیٰ کی
ماہیت کا نقش اور جلال کے نور کا ظہور پہچانکر اُسکی قربت اور دیدار وخدمت
کو بہشت کی عین نشاط جانتے ہیں پر جب اُسکی محبّت اِسقدر بے دریغ اور
فیاض ہی کہ اپنے متابعین اور رفیقوں اور خادمونکو اپنی چیزوں میں یعنی
اپنی تجلّیات وفضایل وحسنات میں شامل وشریک کرنا اپنی شان جانتا
ہی بقدر اُنکی اِستعداد کے تو کچھہ بھی چیز اپنے واسطے نہیں چھوڑتا اور اُسکی
مرضی یہہ بھی ہی کہ اِس عالم کی عاقبت اور بازپرس کے وقت اُسکی برگزیدہ

خلق از راہ خلافت و وکالت اُسکی ہمنشین ہوجاوے چنانچہ اِنجیل لوقا کے ۲۲ باب
کی ۲۵ آیت میں یہہ وعدہ حوارین کے ساتھہ مخصوص و مقید بتلایا جاتاہی جیسی
میرے باپ نے میرے لئے ایک بادشاہت مقرر کی میں بھی تمہارے لئے
مقرر کرتا ہوں تاکہ میری بادشاہت میں میری میز پر کھاؤ پیو اور تختوں پر بیٹھکر
اِسرائیل کے ۱۲ گھرانوں کی عدالت کرو اور قریب اِتنی ہی وسعت اور فیاضی
کا ایک وعدہ عام اور بے قید سب خادموں کے لئے مکاشفات کے ۳ باب
کی ۲۱ آیت میں اُس شاہد حقیقی اور مومن کی زبان پر آتا ہی۔ جو غالب ہوتاہی میں
اُسے اپنے تخت پر اپنے ساتھہ بیٹھنے دونگا چنانچہ میں بھی غالب ہوا اور اپنے
باپ کے ساتھہ اُسکے تخت پر بیٹھا ہوں۔ اور پھر دانیال بھی اپنی نبوّت کے
۷ باب کی ۱۸ اور ۲۷ آیتوں میں اُسی تقریر پر گواہ ہی۔ لیکن حق تعالیٰ کے مقدس
لوگ سلطنت لے لینگے اور اَبد تک بلکہ اَبدالاباد تک اُس سلطنت کے مالک
رہینگے اور تمام آسمان تلے کے سارے ملکوں کی سلطنت اور مملکت اور
سلطنت کی حشمت حق تعالیٰ کے مقدس لوگونکو بخشی جائیگی وغیرہ۔ تب اِبنائے
خدا یعنی نخست زادے مقدسوں کی تمام خلق کا وہ ظہور ہوگا جسکا تذکرہ رسول
مبارک نے خط بہ اہل روم کے ۸ باب کی ۱۹ آیت میں اُمید و محبت کے
بڑے جوش سے اشارتًا کیا ہی کہ خلقت کمال آرزو سے خدا کے فرزندونکے
ظاہر ہونے کی راہ تکتی ہی وغیرہ۔ یہہ بات اَور بھی عاقبت اندیشونکے ملاحظہ

کے لایق ہی جو زبور میں اجمالاً پر تفصیلوار مکاشفات یوحنا میں صاف نمودار ہوتی ہی کہ اُس نئے آسمان اور نئی زمین پر سے جو اُسوقت پُرانوں اور رد کئے ہوئونکے قایم مقام ہونگے ہر خطاکار اور اہل شر نیست ہوجائیگا۔ زبوروں میں یہہ عمدہ نتیجہ دو طرحوں اور تدبیروں سے حاصل بتلایا جاتا ہی ایک تو یہہ کہ کلام اللہ کی اُس دلتراش شمشیرزنی سے جو مقدسوں کے مُنہہ سے نکلیگی اہل خلاف میں سے لاکھوں آدمی اپنے کینہ اور فتنہ فساد اور بغاوت کی نسبت قتل ہوکر اور مرکر خدا کی اور اُسکے ابن محبوب کی نسبت جئینگے اور یہی کلام اللہ وے آہنی سلاخ اور طوق و زنجیر اور بیڑیاں اور قید خانونکے قفل ہیں جنسے خدا کے بندگان حقیر و مظلوم اُسوقت محبت آمیز انتقام کی راہ سے اپنے تشنہ خون ظالموں کو قید کرلینگے ہاں نہ عذاب و ہلاکت کے لئے بلکہ حیات و سعادت بہشت کے لئے باندھینگے۔ جس بات کی تعریف و تقریر ۱۴۹ زبور کی ۵ آیت سے لیکر ۹ آیت تک پڑھی جاتی ہی پاک لوگ عالم جلال میں فخر کریں اور اپنے بستروں پر بلند آواز سے گایا کریں خدا کی ستایش اُن کی زبان پر اور ایک دودھاری تلوار اُنکے ہاتھوں میں ہو تاکہ غیر اُمتوں سے انتقام لیں اور لوگونکو سزا دیں کہ اُنکے بادشاہونکو زنجیروں سے اور اُنکے امیروں کو لوہے کی بیڑیوں سے جکڑیں تاکہ اُنپر وہ فتوا جو لکھا ہوا ہی جاری کریں کہ اُسکے مقدسوں کی شان و شوکت ہو برعکس اُسکے جو باقی شیطانی طبیعت والے ہیں جنکی دانست میں ظلم و تعدی و شرارت

عین فخر و زینت ہی اور وے اپنے بغض سے خدا کی طرف مراجعت کرنا مکروہ
جانتے ہیں اُنکا ہولناک انجام بتلایا جاتا ہی چنانچہ دوسرے زبور میں لکھا ہی
لوہے کے عصا سے تو اُنہیں توڑیگا اور کمہار کے برتن کی مانند تو اُنہیں چکنا چور
کریگا اور مکاشفات کے ۱۴ باب کی ۱۵ آیت میں اُنکی شدت عذاب بیان
ہوتی ہی وہ مقدس فرشتونکے سامھنے اور برّے کے آگے آگ اور گندھک
میں عذاب اُٹھائینگے ✣

تکمیل سلطنت کے قریب ہونی کی ایک اَور علامت زبوروں میں بلکہ
کُل کلام اللہ میں معروف و مشہور ہی کہ قوم متروک اسرائیل کی اور صیہونکا کوہ مردود
دوبارہ حق تعالیٰ کے حضور میں مختار اور مختص اور منظور ہوگا۔ چنانچہ یرمیاہ نبی
کے ۵۰ باب کی ۲۵ آیت میں ہی اُن دنوں میں اور اُسیوقت خداوند کہتا ہی
اسرائیل کی شرارت تحقیق کیجاویگی پر کچھہ نہ ہوگی اور یہوداہ کی خطائیں پائی
نہ جائینگی کیونکہ جنہیں میں بچا رکھونگا اُنہیں معاف کرونگا اور رسل و انبیا کی
ہزارہا گواہیوں سے یہہ بات ثابت اور اظہر من الشمس ہی کہ ربّ تعالیٰ نے
جس نسل یہود کو اُس عہد و میثاق کے سبب جسے ابراہیم اور باقی اولیاء قدیم
کے ساتھہ متعین کیا تھا عزیز اور برگزیدہ کیا سو اُنہیں آخر ایام میں اصل درجہ کی
نسبت اور عمدہ اور افضل درجے میں بحال کریگا اور اہل ایمان میں سے کون
شخص ایسی غیر واجبی بات مانیگا کہ خدا تعالیٰ وفا وعید میں تو ایمان دار پر

وعدوں کی تکمیل میں ہیوفا ہوا اور پولوس رسول کے خط باہل روم کے ۱۱ باب کی ۱۵ آیت سے یہہ تعلیم ملتی ہی کہ جب اُس محبوب قوم کی عہد شکنی اور بغاوت گذشتہ اللہ تعالیٰ کے فضل و وفاداری سے بخشی جائیگی اور اپنی فضیلت اور شرافت قدیم پر اُنکی بحالیت پوری ہوگی تب اِسقدر چشمہٗ برکت وخیریت فراوان کُل عالم کے لئے پھوٹ نکلیگا کہ اُسکا حال ایسا بدلیگا جیسا مُردہ اُٹھکر زندہ ہوگیا۔ اور یقین ہی کہ اُسوقت رب تعالیٰ کی اور اُسکے مسیح کی سلطنت جو مدّت سے پوشیدہ اور خفیہ بڑھتی اور جڑ پکڑتی چلی آئی تھی علانیہ فاش وکشف ہوجائیگی۔ ای صاحبو اُس ملکوت کے اِنکشاف پُرجلال کو اُس روح اللہ نے جو روحِ الہام اور کاشف اِسرار ہی اشارتاً اور مجملاً تو حضرت داؤد کے ذریعہ سے اور مفصلاً انبیاء سلف اور مصنّف مکاشفات کے ذریعہ سے مبیّن اور قلمبند کرایا ہی اور یہہ امر بھی صاف دکھلایا ہی کہ بیت القدس اور کوہِ صیہون اُس سلطنت کا دارالخلافت ہوگا چنانچہ ۱۰۲ زبور کی ۱۳ اور ۱۶ آیتوں میں وہ روح القدس ہمیں سکھلاتا ہی

تو اُٹھیگا اور صیہون پر رحمت کریگا کہ اُسپر رحمت کرنیکا وقت ہاں اُسکا متعیّن
وقت پہنچا ہی کیونکہ خداوند صیہون کو بناکرتا وہ اپنے جلال میں ظاہر ہوتا ہی۔

اِس کشف وظہور کی صریح شہادت یسعیاہ نبی کے ۲۴ باب کی ۲۳ آیت میں ملتی ہی

اور چاند مضطرب ہوگا اور سورج شرمندہ جسوقت ربّ الافواج
کوہ صیہون پر اور یروسلیم میں اپنے بزرگوں کی گروہ کے آگے حشمت کے

ساتھہ سلطنت کرے۔ اور اِسیطرح اِس انکشاف سلطنت مذکور کے سب مقدمات یعنی واقعات قبل اور حواصل اور نتائج بعد کی کیفیت حال صرف اشارتاً اور مجملاً مندرج زبور ہوتی یعنی قبل از قیام سلطنت کسطرح وہ حریف خدا تعالیٰ کا اور مسیح کا جسکو اہل محمد دجّال کہتے ہیں پر خداوند اور حوارین قدّوس اُسے صاحب شرّ اور اور مسیح کاذب اور مسیح کا عین مخالف وغیرہ کہتے ہیں ہرچند کہ وہ کچھہ عرصہ تک اِجماع مومنین کی سخت اور مفید آزمائیشوں کے لئے ابناء مملکت کی خراب حالی اور دقت شدید اور دلی جنبش و اضطراب کا موجب و باعث ہو پر توبھی موسم معیّن پر خداوند کے ظہور کے شعلۂ برّاق سے بھسم ہوگا بلکہ ابد تک نیست و نابود ہوگا اور کسطرح خداوند اِن اور اِنکی مانند دیگر تیز اِمتحانوں کے ذریعہ سے اِجماع قدوس میں سے سب قبائح اور ہر قسم کا کذب و خبث و فساد اور جو کچھہ بات پلید و نفرت انگیز اور ٹھوکر کھلانیوالی اُس میں مخلوط ہوگئی اُسکی کمال مرافعت بیدریغ اور تصفیہ کریگا بموجب اُس قول کے جو اُسکی زبان مبارک سے نکلا متی کے ۱۳ باب ۴۱ اور ۴۲ آیتوں میں اِبن آدم اپنے فرشتونکو بھیجیگا اور وے سب ٹھوکر کھلانیوالی چیزیں اور بدکارونکو اُسکی بادشاہی میں سے چنکر اُنہیں جلتے تنور میں ڈالدینگے اور وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا تب راستباز اپنے باپ کی بادشاہی میں آفتاب کی مانند نورانی ہونگے اور بیشک یہہ بات اوّل زبور کی ۵ و ۶ آیتوں میں مشارٌ الیہ ہی۔ سو شریر عدالت میں کھڑے نہ رہ سکینگے نہ خطاکار صادقونکی

جماعت میں کیونکہ خداوند صادقوں کی راہ جانتا ہی پر شریروں کی راہ نیست ونابود
ہوگی۔ صاحبو میری منت اور عرض ہی آپ سے خواہ مسیحی ہو خواہ محمدی اِس بات پر
غور وتامل کرو جس سے ایک بھی بات کُل کلام اللہ میں اظہر اور صریح تر نہیں ہی کہ
خداوند تب ہی یعنی قبل از کشف وقیام سلطنت سب مکاروں اور ریاکارونکو
جتنے جتنے خلق نے خلقت جدید کا بھیس پہنکر پُرانی اِنسانیت کی گندی پوشاک
تحقیق نہیں اُتاری اُنہیں جماعت مومنین حقیقی میں سے روح عدالت اور روح
سوزش سے صاف کرکے بھیڑوں سے بکریوں کو اور عمدہ گیہوں سے بھوسی جدا
کرکے اپنی کلیسیا کو پاک بے عیب دُلہن کی مانند اپنے باپ کے روبرو حاضر
کریگا چنانچہ رسول خط بہ اہل قلسیان کے ۳ باب میں فرماتا ہی سبھوں میں سب
کچھہ مسیح اور خط بہ اہل قرنتوس کے ۱۵ باب میں مشہود ہی خدا سب میں سب کچھہ
ازآن جہت کہ جہاں نور ہی وہاں نور کی تجلیات اور جہاں ماہیت ہی وہاں
ماہیت کا نقش ہی۔ اگرچہ وہ خاص دجّال جو اخیر الایام میں ہوگا کسی زبور
داؤدی کا صاف اور یقینی مصداق نہیں ہی پر توبھی اُسکے بعض پیش روؤں
اور تمثیلونکا ذکر اور اشارہ ہی چنانچہ یوحنا رسول نے کہا کہ فی الحال بھی بہت
مخالف مسیح یعنی دجّال ہیں جس سے وہ رسول ہمیں معلوم کراتا ہی کہ پُشت در پُشت
بعض شخص خائن اور دغاباز اُٹھا کرتے ہیں جو خدا کی رفاقت قریب سے اپنا
حال بدلکر تلخ ترین حاسد اور حیلہ ساز دشمن بنتے ہیں اور جنسے دجّال کی بو بو

نکلتی اور اُسکی مکروہ صورت نظر آتی ہی ہاں اِسقدر خدا کی طرف سے کینہ اور نفرت
اُنکے دلوں میں جم جاتا ہی کہ اگر مقدور ہو تو خدا تعالیٰ کا نام و نشان اور اوصاف
وجود عالم ہستی سے محو کر دیں۔ ابواب بالا سے معلوم ہو گیا کہ غالباً ایک ایسا شخص
اِختیفال نام حضرت داؤد کے مشیروں اور حبیب رفیقوں میں سے تھا اور اِسطرح
خداوند مسیح کے حواریوں میں سے بھی یہودہ اسقریوطی نام ایک مشہور خائن
نکلا پس صرف ایسے ہی شخصوں اور قوموں کے ساتھہ ۶۹ اور ۱۰۹ زبوروں کی
سخت اور وحشت انگیز لعنتیں مقید ہیں ہرگز کوئی صاحب ایسا بیجا اور نارو خیال
نکرے کہ جو لعنتیں اور بد دعائیں اُن زبوروں میں مندرج ہیں کسی نبی یا بندۂ خدا
نے اپنی جان یا گھر یا قبیلہ کے کسی دشمن کی نسبت اُنہیں زبان زد یا قلمبند کیا
اور نہ خدا تعالیٰ کے عام دشمنوں کی نسبت۔ مگر صرف خود شیطان ہی کی نسبت اور
اُسکے خلیفوں کی نسبت جن کی عملیت اُسی کی فعلیت پر موقوف ہی اور جو جو
رب تعالیٰ اور مسیح کے مخالف شروع سے اُس اشرّ اور راشدّ اور لعین ترین
تک جو عاقبت میں ہونیوالا ہی برابر ہوتے چلے آئینگے +

باقی ذرا سا ذکر چاہیئے ایک اور امر کا جو عالم عقبیٰ کے واقعات اور علامات
موعود میں شمار ہوتا ہی کہ کلام اللہ کے اُسوقت ملک بملک اور قوم بقوم اِشتہار
و اِنتشار ہونے کے سبب ۲۲ زبور کا وہ بھاری خوش مضمون پورا ہوگا۔ سارے

جہان کو سراسر یاد آویگا اور وے خداوند کی طرف رجوع کرینگے۔ سب قوموںکے

گھرانے تیرے آگے سجدہ کرینگے کہ سلطنت خداوند کی ہی۔ اِس مطلب مطلوب کے جلد سرزد اور برپا ہونے کے لئے کاش ہم سب دل وجان سے وہ عمدہ سفارش ۸۲ زبور کی ۸ آیت سے نکالکر عرض کریں۔ ای خدا اُٹھہ تو آپ زمین کی عدالت کر کہ تو ساری اُمتوں پر اپنا قبضہ کرلیگا۔ آمین +

باب دہم

در بابِ فضائل شرع وخصوصًا درجوابِ آن مسئلہ کہ چہ طور آن شرع قابل متروکیت است

وبکدام حیثیت واعتبار متروکیتش علی الدوام محال وبعید از قیاس ست

اِس رسالے کے اکثر پڑھنیوالونکو معلوم ہوگا کہ بعض شخصوں نے یہہ خام تصوّر کیا اور اُسے حوالہ قلم بھی کیا کہ پولوس رسول نے اُس شرع موسویہ میں جسکو توریت کہتے ہیں طرح طرح کے رزائل نکالے ہیں کچھہ فضائل اُس میں نہیں پائے جس سے اُنہوں نے یہہ بیجا اور ناحق نتیجہ نکالا ہی کہ رسول مذکور نے حضرت موسیٰ کی شرع کو ردّ اور منسوخ بتلایا اور اُسے ہر صورت سے باطل اور بے معنی بلکہ خداوند مسیح کا عین مخالف جانا۔ اور بیشک کچھہ تعجّب نہیں کہ جو اشخاص بلا غور و تامّل اور روح القدس سے ہدایت اور توفیق مانگے بغیر تعصّب وہٹ دھرمی سے رسولِ مبارک کے خطوط کا مطالعہ کرتے ہیں کچھہ احتمال اور اِشتباہ کریں کہ اِس مسئلہ کی بابت اُسکی تعلیم کی اصل مراد اور مطالب کیا ہیں اور کہ وے لوگ بعض مہین اور باریک مضامین میں ٹھوکر بھی کھاویں چنانچہ پطرس رسول نے خود فرمایا اپنے دوسرے خط کے تیسرے باب کی ۱۵ آیت میں ہمارے پیارے بھائی پولوس نے بھی سارے خطوں میں اِن باتوں کا ذکر کیا ہی اُن میں کتنی باتیں

ہیں جنکا سمجھنا مشکل ہی اور وے جو جاہل اور بیقیام ہیں اُنکے معنونکو بھی اپنی ہلاکت کے لئے پھیرتے ہیں پس باب ذیل میں روح حکمت وفہمید سے مدد توفیق مانگ کر مصنّف رسالہ اِس بات کو مجملاً اہل اِنصاف اور محققین کے لئے ثابت کیا چاہتا ہی کہ پولوس رسول کے خطوط میں جتنی تقریریں اِس بوا ور رمزہ کی ہیں کہ اُن سے ربّ تعالیٰ کی شرع موسویہ معیوب اور حقیر اور مذموم معلوم دیتی ہی سو وہ عیب و ذم صرف صورتًا اور ظاہرًا ہی حقیقتاً نہیں ۔ بلکہ وہ حضرت شرع کے فضائل اور فوائد پر بہت ہی زور اور تاکید فرماتا ہی اور جیسا خداوند نے آپ کیا ویسا ہی اُسکے رسولوں نے بھی شرع اور توریت کی تعظیم وتکریم فرمائی اور اپنے آپکو اور کُل جماعت مسیحی کو اُس شرع کا نہایت احسانمند اور مرہون منّت جانا ۔ اِنشاءاللہ رسول مبارک کا حقیقی مطلب اور مراد زیادہ صفائی اور آسانی سے فاش اور روشن ہوگا جو پہلے ہی پہل لفظاً لفظاً وہ نقلیات پیش کریں جنکی ظاہری صورت اور خالی عبارت میں شرع کی ذراسی تذلیل اور تحقیر معلوم ہوتی ہی یعنی اُسکی عزت اور شرافت کی کچھہ گھٹتی اور اُسکی بطالت اور کم قدری اور کم قوتی کی تعریف وتصدیق ۔ اگر رسالہ خوانان ہوشیاری اور صبوری سے اُن نقلیات پر غور کرینگے تو شاید شرع موسویہ کی نسبت وتعلق شرع انجیلی کے ساتھہ تھوڑا بہت واضح اور روشن ہو جائیگا ❖

جاننا چاہیئے کہ خصوصًا تین خط پولوس رسول کے خطوط میں سے ہیں جنمیں

ظاہرًا اور صورتًا شرع کی تذلیل دکھائی دیتی ہی یعنی خط باہل روم اور باہل عبرانین
اور باہل گلتیا - پہلے خط باہل روم کے ۴ باب کی ۱۴ آیت کا مضمون ہی - اگر
شریعت والے ہی وارث ہیں تو ایمان بیفایدہ اور وعدہ لاحاصل - ثانیًا اُسی
خط کے ۸ باب کی ۶ آیت میں ہی پس اب جو ہم مرگئے تو شریعت سے جس کی
قید میں تھے چھوٹ گئے ایسا کہ روح کے نئے طور سے نہ کہ حرف کے پُرانے
طور سے بندگی کریں +

پھر خط باہل گلتیا کے ۳ باب کی ۱۱ آیت میں ہی پر یہہ بات کہ کوئی خدا کے
نزدیک شریعت سے راستباز نہیں ٹھہرتا سو ظاہر ہی کیونکہ جو ایمان سے راستباز
ہی سو جئیگا - اور اُسی خط کے ۵ باب کی ۴ آیت میں ہی تم جو شریعت کی رو سے
راستباز بننا چاہتے ہو تو مسیح سے جدا ہوئے تم فضل کی نظر سے گرے +

اِنکے ساتھہ اگر خط باہل افسس کے ۲ باب کی ۱۵ آیت ملائی جائیگی تو یہہ امر
اَور بھی روشن اور مبیّن ہوگا چنانچہ مسیح نے اپنا جسم دیکر دشمنی کو (یعنی شریعت
کے حکموں اور رسمونکو) کھو دیا تاکہ وہ صلح کرا کے دو سے آپ میں ایک نیا اِنسان
بناوے - پھر خط باہل عبرانین کے ۸ باب کی ۷ اور ۱۳ آیتوں میں ہی اگر وہ پہلا
عہد بے عیب ہوتا تو دوسرے کے لئے جگہہ کی تلاش نہ ہوتی - اور اُسی خط
کے ۷ باب کی ۱۸ اور ۱۹ آیتوں میں ہی پس اگلا قانون اِسلئے کہ کمزور اور بیفایدہ
تھا اُٹھہ گیا کیونکہ شریعت نے کچھہ کامل نہیں کیا مگر ایک بہتر اُمید درمیان

داخل ہوئی جسکے وسیلے سے ہم خدا کے نزدیک پہنچتے ہیں - اب اُنکے مقابل کی بعض اَور آیتوں پر بھی غور و ملاحظہ کرنا چاہیے جنکی مراد اور معنی اُن آیات مذکور کے برعکس اور متناقض معلوم دیتے ہیں یعنی شرع کی تعریف اور تحریم و تحسین اُن سے صاف و صریح نکلتی ہی چنانچہ وہی رسول خط باہل روم کے ۷ باب کی کتنی ہی آیتوں میں اِس طور سے شرع کو ممدوح کرتا ہی پس شریعت تو پاک ہی اور حکم پاک اور حق اور خوب کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ شریعت روحانی ہی پر میں جسمانی اور گناہ کے ہاتھہ بک گیا تھا پھر ہم کیا کہیں کیا شریعت گناہ ہی ایسا نہ ہو بلکہ بغیر شریعت کے میں گناہ نہیں پہچانتا کیونکہ میں لالچ کو نجانتا اگر شریعت نہ کہتی کہ لالچ نکر پر گناہ نے شریعت کے سبب قابو پاکر مجھہ میں ہر طرح کا لالچ پیدا کیا اور پھر میں باطنی اِنسانیت سے خدا کی شریعت میں شادمان ہوں میں تو عقل سے خدا کی شریعت کا بندہ ہوں پر جسم سے گناہ کی شریعت کا - اب اِن سب آیتونکو ذرا ہوشیاری اور ادراک سے باہم ملانیوالوں پر یہہ روشن اور نمودار ہی کہ اُس ایک لفظ یعنی شرع یا شریعت کے تین معانی پولوس رسول کے خطوں میں در پیش آتے ہیں جنکی تمیز بخوبی اور بہ آسانی ہو سکتی ہی - شرع کے پہلے اور عمدہ معانی وے مبادی اور حقایق و اصول ہیں جن میں شرع کا خلاصۂ لازوال اور لا متغیّر درج ہی کہ یہہ معانی اُسکا قلب اندرونی اور باطنی مغز ہیں مثلاً تم پاک ہو کیونکہ میں تمہارا ربّ پاک ہوں پر تو بھی اُس حرف کا

بے متروک اور محفوظ رہنا اخیر زمانے تک مفت اور لاحاصل نہیں از آنجہت
کہ وہ حرف روحانی مزاج کے لئے عالی مضامین کا معرّق ہی اور مومنین اور
محققین شرع روح اللّٰہ کی توفیق سے اُسپر غور کرکے اُسکے مضمون اندرونی سے
روحانی رزق کو جذب کرکے ہضم کر لیتے ہیں جسطرح جسمانی غذا سے جسم کی قوّت
اور قدّو قامت بڑھتی جاتی ہی۔ یہہ شرع نہایت پاک اور محترم ہی از بس کہ
ربّ تعالیٰ کی ضمیر غیب کا مظہر اور اُسکے محجوب خیالات اور محاسبونکا مبیّن ہی۔
دوسرے معنی اُس شرع کے ظاہری احکام اور تعیّنات ہیں مثلاً وے جو رسوم
عبادت اور عبادتگاہ کی آرائش وزیبایش سے علاقہ رکھتے ہیں اور جو فرائض
کہانت اور وسائل طہارت اور اُنکی زینت وحشمت ولباس سے اور ذبائح اور
باقی سب قربانیونکی ترتیب وانتظام سے اور عیدوں اور میعادوں اور پاک
مجلسونکے قواعد سے اور غسل و وضو خاص وعام کے قوانین سے ملحق ومتعلق
تھے۔ پس سب اصحاب ادراک وتمیز کو معلوم بالبداہت ہی کہ یہہ سب قواعد
ورسوم ایک زمان اور ایک قوم کے ساتھہ مخصوص اور مقید ہونا چاہتے ہیں
اور طفولیت کے حال سے مناسبت رکھتے ہیں یعنی اُس حال اور درجے سے
جب جسم روح پر غالب ہوتا اور حرف معنی پر اور امثال وسایہ جات اشیاء
وجواہر پر تو واجبی حاصل ہی کہ جب وہ طفل خواہ شخص ہو خواہ قوم ہو عمر بلوغ تک

پہنچگیا ہو تو وہ کثرت رسومات کی پختہ میوہ کی موافق آپ سے آپ کمال رسیدہ ہوکر گرجائیگی یا نرم و ملائیم ہاتھہ سے بینی جائیگی +

شرع کے تیسرے معنی ایک خاص مزاج اور دل کی میلان ہی جس کی اصل حرف پرستی اور ظاہر پرستی ہی اور اُسکا بھروسا اور لاپروائی خدا کی طرف اور اُسکے روبرو عمل و کسب و رسم کی کثرت سے پیدا ہوتی ہی اور حلال و حرام کا اندازہ و حساب نہ قلب کی خیر و بدنیتوں اور رغبتوں اور خیالوں پر منحصر جانتی ہی بلکہ قسم قسم کی خوراک کے پرہنیز پر اور نماز و دعا کا صواب نہ اتنا دلی صفائی اور پاکیزگی پر اور اپنے کُل وجود کے نو مخلوق ہونے پر اور روحانی مزاج اور خود نثاری اور گفتار و رفتار کی درستی پر مگر اُن قواعد شرعیہ پر جو رکوع و سجود اور قیام و قعود اور پانچ اوقات کے حدود سے علاقہ رکھتے ہیں موقوف بتاتی ہی۔ پس اس میلان کا مزاج شرع یعنی شرع کی غلامی اور شرع پرستی کہلاتی ہی ازینجہت کہ جسکو آلہ اور وسیلہ اور توسط جاننا چاہیئے تھا اُسی کو انتہا اور منزل مقصود جانتے ہیں +

اب سوچ بچار کرنا چاہیئے کہ اُس اوّل معنی میں جو شرع کا ذکر ہی تو رسول معروف اُسکی بے انتہا تعریف کرتا ہی اور ہر صورت سے اُسے متجلّی اور رونقدار اور بزرگوار ٹھہراتا ہی اور اُسکا عہدہ اور خدمت نہایت عمدہ اور مفید بتلاتا ہی بلکہ اُس دوسرے معنی کی شرع کو مدّت معیّن تک بڑی منفعت کا باعث

اور وسیلۂ ہدایت اور موجب شکر بتلاتا ہی از آن جہت کہ وہ اصل و اول شرع
مذکور اُسی کی رسوم اور آئین کے ذریعہ سے بندگانِ خدا کو تنبیہ اور تادیب دیا
کرتا تھا اور صرف یہی نہیں بلکہ جاہلونکا مدرّس اور ضالّونکا معلّم ہوگیا تھا اور
خدا تعالیٰ کی یہہ مرضی تھی کہ اُس شرع رسمیہ کو نور اور ہدایت کے بعض اصول
و مبادی سے معمور کر کے اُنکے وسیلے سے اپنی اُمّت کی دستگیری کر کے اُنہیں مسیح
کی طرف لیجاوے اور درجہ فرزندیت کو پُہنچاوے - صاحبو شرع توریت کے لئے
کوئی شکرگذار پولوس رسول سے بڑھکر ہرگز نہیں ملتا کوئی اپنے آپ کو اُسکا
زیادہ احسانمند نہیں جانتا چونکہ اُسی کے ذریعہ سے گناہ کے تخم مہلک اور
زہر قاتل کا پردہ کُھل گیا تھا اور اُسی تُرش مرشد کی ہدایت و تادیب سے اپنی
حقیقت حال جانکر کہ محتاج ناچار زیر بار گنہگار میں ہوں خدا کے اُس محض فضل کا
جس کی دولت مفت و بے نہایت مسیح میں ہی امیدوار ہوگیا تھا اور دریائے قہر
سے شاہ بندر نجات و سلامت میں پناہ لیکر اِستراحت کلّیہ اور آرام پایا تھا یہہ
وہ اصل شرع اور مجمع مبادی اور حقائق ہی جسکے حق میں خداوند نے فرمایا اِنجیل
متی کے ۵ باب کی ۱۸ آیت میں کیونکہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک
آسمان اور زمین ٹل نہ جاوے ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹیگا
جب تک سب کچھہ پورا نہ ہو - وہ شرع آپ ہی آپ کامل اور خیر اور راست اور
جس خاص عہدہ اور خدمت کے لئے خدا تعالیٰ سے معیّن ہوگئی اُسکی مہمات

اور ضوابط کو اسقدر کمال طور پر وفا کرنیکے قابل اور لایق تھی کہ ہر عیب و کوتاہی سے
مبرا تھی اور جتنے نفر روح القدس سے روشن ضمیر اور غیب دان ہو گئے وے حدّ و
حساب سے زیادہ اُسے لذیذ و نفیس و عزیز جانتے ہیں جیسا حضرت داؤد اپنے
۱۱۹ زبور کی ۹۷ آیت میں ایمان و محبّت و نشاط کے جوش سے فرماتا ہی آہ میں تیری
شریعت سے کیسی محبّت رکھتا ہوں میرا سوچ سارے دن اُسی میں ہی اور ۱۹ زبور
میں اُس اصل شرع کو جو مدار توریت ہی شہد اور شہد کے ٹپکنیوالے چھتّے سے
شیریں تر بتلاتا ہی اور اُسکی ازلیت اور ابدیت کی اُسی ۱۱۹ زبور کی بیس تیس
گواہیوں سے تقریر اور تصدیق کرتا ہی اور اُسکے باطنی مضمون کی قدر و قیمت
زر و سیم کے ہزار ہا خزانوں سے بڑھکر جانتا ہی نہ کہ اُسے متروک اور منسوخ جانتا
اور ایسا نہ ہو کہ کسی کے دل میں جوش و مبالغہ کا اعتراض اتنی مدح و ستایش سے
پیدا ہو تو وہ حضرت شرع ربّانی کے ذاتیہ اور باطنی اوصاف و فضائل کو سلسلہ واری
سے شمار کرکے ۱۱۹ زبور میں خصوصاً اُس فائدے خاص کا تذکرہ کرتا ہی جو شرع کی
امانت و ضمانت میں دیا گیا ہی یعنی گناہ خفیہ کو بیحجاب اور ننگا کرکے اور اُسکے
اسرار و نکو کشف کرکے خدا تعالیٰ کی قہر ریزی اور سخت محاسبہ و عتاب کا خوف
دل میں پیدا کرتا ہی اپنی بھول چوک کو نکو کون جان سکتا ہی تو مجھے گناہ پنہانی سے
پاک کر اپنے بندے کو عمد کے گناہوں سے بھی باز رکھہ اُنہیں مجھہ پر غالب
ہونے مت دے۔ صاحبو عبارت اور تلفّظ اِن دو آیات بالا منقول کی نہایت

قوی اور نافذ اور دلسوز ہی چونکہ آنحضرت مجملاً اللہ کی شرع کے اُس عمدہ فائیدے کو
بیان کرتا ہی خدا کی شریعت جبکہ گناہ کے اُس موروثی تخم اور تاثیر کے جو جمہور
بنی آدم میں صورت پذیر ہی اور فاعل وعامل شرارت ہی مخالف اور مقابل ہوتی ہی
تو وہ دونوں روبرو کھڑے ہوتے ہیں اور سخت جنگ اور کُشتی جاری ہوتی ہی پھر
اُس جنگ کا جوش وجنبش بڑھانا اور مبعوث کرنا اور اُس کُشتی کی آتش سوزاں
پر ہیزم کا انبار ڈالنا شرع کا پہلا نتیجہ اور اُسکی فعلیت متعیّن ومؤثر ہی ہاں بیچارہ
گنہگار کو مایوسی کے زندان میں جکڑ بند کرنا جس سے موت قبل از موت ہو اُس
شرع کے زخموں اور ضربونکا حاصل حقیقی اور خاصہ ہی ہاں اِس کُشتی کی تخفیف اور
اِس جنگ میں کمک دینا اُسکی منزلت اور کارروائی کے احاطے سے بیروں ہی۔
اِس تخفیف اور کُمک کے کام میں آپ ہی اپنی کم قوتی اور قصور کا مقر وقائل ہی اُس
ناچار گنہگار کو خدا کے فضل ورحمت کے کھُلے ہوئے دروازہ پر جو خداوند مسیح ہی
پڑا ہوا چھوڑ جاتا ہی۔ مسیح کے حضور میں پہنچا کر پھر آپ پیچھے ہٹ جاتا ہی۔ اور اِس
امر میں کچھ ہتک عزت نہیں اُٹھاتا بلکہ شرف وعزّت کا ازدیاد پاتا ہی۔ تنزّل
نہیں بلکہ تفضّل ملتا ہی۔ ہاں جیسا اُس کوہِ طابور میں جہاں خداوند مسیح نے
نقل صورت ہوکر اپنے اصل جلال اور آئیندہ سلطنت کی رونق کشف کی حضرت
موسیٰ اور حضرت الیاس جو دونو نکے دونوں شریعت کے عمدہ ستون اور مضبوط
پشتیبان تھے مسیح کے ساتھہ متجلّی اور منوّر تین مختص رسولونکو نظر آئے اِسی طرح

وہ شرع خود طالبان نجات اور منتظران مسیح کو خداوند کے حضور اور خدمت میں حاضر کر کے اُسکی تجلّیات میں جلوہ گر اور اُسکی زیب و زینت سے نصیبہ ور کرتی ہی۔ اِسیطرح مسیح شرع موسویہ اور کل شریعت الٰہی کا منزل مقصود اور اُسکی سب مرادوں کی تکمیل اور سب وعدونکا موفّی بنا اور اِس جہت سے شرع یسوع مسیح میں بڑی تعظیم اور تکریم پاتا ہی۔ اور جو شرع کی تابعداری اور تعمیل احکام بندگان خدا سے ناممکن تھی جب تک وہ شرع کی غلامی میں تھے اب مسیح میں پیوستہ ہوکر فرزند بننے پر اُن سے بخوبی اور آسانی سے ہوسکتی ہی جس راز پر رسول مبارک صاف شہادت دیتا ہی خط باہل روم کے ۸ باب کی ۳ اور ۴ آیتوں میں۔ اِسلئے کہ جو شریعت سے جسم کی کمزوری کے سبب نہ ہوسکا سو خدا سے ہوا کہ اُس نے اپنے اِبن کو گنہگار جسم کی صورت میں گناہ کے سبب بھیجکر گناہ پر جسم میں سزا کا حکم دیا تاکہ شریعت کی راستی ہم میں جو جسم کے طور پر نہیں پر روح کے طور پر چلتے ہیں پوری ہو ✣

پس جب اُس اوّل اور اشرف معنی والی شرع کی یہہ حالت ہی کہ اپنے عہدے اور احاطے کے اندر کی خاص خدمت اور کارروائی کو درجۂ کمال تک پورا کرسکتی ہی پر نجات و سلامت کے تیقّن پیدا کرنے میں عاجز اور کم قوت ہوکر عذاب گرفتہ خطاکارونکو عہد و میثاق فضل کی اُمید میں قید اور پابند چھوڑتی ہی تو بطریق اولیٰ اُس شرع کا جسکا مدار کلام احکام اور رسوم ہیں وہی عجز کا حال

ہوگا۔ اِنہیں ظاہری رسموں اور قاعدوں کیطرف اشارہ کرکے پولوس رسول
فرماتا ہی خط باہل قلسیان کے ۲ باب کی ۲۰ اور ۲۱ آیتوں میں پس اگر تم مسیح
کے ساتھہ دنیوی علم کے اصول کی نسبت مرگئے ہو تو تم کیوں اُنکی مانند جو دنیا
میں زندہ ہیں دستور پرست ہو مت چھو نا مت چکھنا مت ہاتھہ لگانا یہہ ساری
چیزیں اُنہیں کام میں لاتے ہی نیست ہو جاتی ہیں آدمیونکے حکموں اور تعلیموں
کے موافق پس اگر تم مسیح کے ساتھہ جی اُٹھائے گئے ہو تو اُن چیزوں کی تلاش
میں رہو جو اُوپر ہیں۔ پس اسکے موافق جو شرع پرست ہی تو شرع ربانی کے عین
مطلب و مراد سے چوک گیا ہی اور اپنی ہی راستی شرعیہ پر جب قایم اور مبنی ہوتا
ہی اور اُسے پختہ اور کامل اور بے عیب و جبین دکھانا چاہتا ہی تب خدا کی حقیقی
راستی سے بے بہرہ رہتا ہی اور چونکہ اُس ملعون مہمان کی مانند جسکا ذکر انجیلی تمثیل
میں عبرت کے لئے درج ہی یہہ جرأت کرتا ہی کہ بادشاہ کی مہیا کی ہوئی پوشاک
رد کرکے بادشاہ کے دسترخوان پر حاضر ہونیکا آپ کو مستعد سمجھتا ہی اسواسطے
ہر چند کہ رسم و رواج کے ہر حرف اور شوشے کا باریک بین اور نکتہ چین ہو مگر
پھر بھی شرع کی روح اور حقیقت مضامین سے محروم رہتا ہی اور ہزار ہا تکالیف
شدیدہ اور لاضروری کا زیر بار ہوتا ہی۔ جو بندگان اسطرح کی غلامی کو فرزندیت کی
آزادی اور کشادہ دلی سے افضل جانتے ہیں اُنکا انجام کیا ہی سخت دشوار
اور ملامت آمیز ہی بموجب اُس قول مسیح کے غلام ابد تک گھر میں نہیں رہتا

بیٹا ابد تک رہتا ہی پس اگر بیٹا تمکو آزاد کریگا تو تم تحقیق آزاد ہوگے اور پولوس رسول
کی عبرت نمائی ویسی ہی ہی خط بہ اہل گلتیا کے ۴ باب کی ۳۰ آیت میں کتاب
یعنی توریت کیا کہتی ہی کہ لونڈی اور اُسکے بیٹے کو نکال کیونکہ لونڈی کا بیٹا آزاد
کے بیٹے کے ساتھہ ہرگز وارث نہ ہوگا +

وہ تمام مسئلہ جسکا ماخذ و مدار شرع اور شرع پرستی ہی روح القدس نے حضرت پولوس کے خط بہ اہل گلتیا کے ذریعہ سے اِسقدر قطعی دلیلوں اور صاف تقریروں اور مفید صلاحوں سے اِنفصال واِنقطاع کیا ہی کہ زیادہ قیل وقال اور مباحثہ محض طوالت لاحاصل اور باطل فضول گوئی معلوم دیتی ہی بلاشبہ کلام اللہ کی شمشیر زنی اُس خط میں نہایت تیز اور دلتراش ہی اُس سے یقین ہی کہ ہر شرع پرست مسیح کے اُس عہدہ جلیلہ اور منزلہ لاشریک پر ناحق دست اندازی کرتا ہی جس سے وہ خداوند آپ مورد لعنت ہوکر قاتل اور قاطع لعنت شرعیہ سب مومنوں کے لئے ہوگیا اور علاوہ ازآں وہ شرع پرست خدا تعالیٰ کی اُس مشورت قدیم کو جو قبل از عالمین پختہ اور ثابت تھی خوار و ذلیل جانکر تامقدور زیر و زبر اور نیست و نابود کرتا ہی ازآں سبب کہ اپنی قلیل و ناقص شرع پروری اور حفاظت احکام کا ثواب بمقام مسیح کی وکالت و کفارہ کے موجب قبولیت اور باعث نجات کا بتلاتا ہی پس ہر طالب حقیقت سے عرض و معروض ہی کہ بڑی سوچ و غور سے اُس خط کی سیر و مطالعہ کیجئے اور لوح خاطر پر نقش و حفظ کیجئے +

حاصل کلام اگر کوئی معترض یا جویانِ حقیقت پھر دوبارہ یہہ سوال کرے کہ تعلیم الہامی رسولیہ اور درس مسیحی شرع پروری اور رعایت توریت کے ساتھہ کون تعلق رکھتا ہی تو انشاء اللہ اِن خیالوں پر غور کرکے ذراسی خاطرجمعی حاصل ہوگی اور حقیقت حال دریافت ہوگی۔ اگر وہ محقق باعتبار اُس تیسرے معنی والی شرع کے یہہ سوال کرے تو رسولوں کا جواب سادہ اور صریح آیات مذکورہ بالا سے نکل چکا ہی رسول ہر حال اور صورت کی شرع پرستی کی تاکید سے تردید کرتا ہی بلکہ منت سے اُسکی ممانعت کرتا ہی۔ اگر اُس دوسرے کی نسبت سوال ہو جس سے مراد رسومات ایجہانی اور احکام جسمانی ہیں کہ تا وقت معیّن مامور ہو گئے تھے تو جواب اِسکا برابر سیدھا اور سادہ اور بے پس وپیش ہی اُس میعاد تک اُنکی حفاظت ورعایت بہت ہی صحیح ومستحب بلکہ فرض ولازم بھی تھی بعد ازآں آزادی کے وقت اُنکی غلامی اور قید میں رہنا بیجا ہی اور محض ناشکری اور خودپسندی بلکہ فساد اور نافرمانی جو موجب الزام ہی۔ اور رہا اوّل اور عالی معنی والی شرع کی حفاظت والتفات رسول اِسقدر فرض ولازم جانتا ہی کہ لزومیت اُسکی اب ہزار گُنی بڑھکر بتلاتا ہی اِسوجہ سے کہ مسیح نے اُس اصل شرع کامعہ بعض ملحقات مقررہ کی تکمیل وتعمیل کرنا اور کرانا اپنے ذمّہ لیا ہی بلکہ اپنی ہی محبّت کی خاطر اپنی روح کی توفیق سے اُس شرع کی رعایت اور تکریم کا دعویٰ اپنے سب بندوں سے کرتا ہی اور اُس تعمیل کی رغبت اور

قدرت بھی اُن کے اندرون میں پیدا کرتا ہی اور اپنی تکمیل شرع اور کفارہ کے
ثواب سے اُنکی تعمیل کا نقص و قصور بخشتا ہی اور پورا بھی کرتا ہی بموجب قول
بالا معروف کے خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجکر گناہ پر اُسکے جسم میں سزا کا حکم
کیا تا کہ شریعت کی راستی ہم میں جو جسم کے طور پر نہیں بلکہ روح کے طور پر چلنے
ہیں پوری ہو اور اِسی شرع کی حفاظت کی بابت پولوس رسول اپنے خط باہل قرنتوس
کے ۹ باب کی ۲۱ آیت میں یہہ تقریر او رتعریف کرتا ہی میں خدا کے نزدیک
بے شریعت نہیں ہوا بلکہ مسیح کیطرف یا مسیح کی نسبت شریعت والا ہوں *

باب یازدھم

در بعض امثال و عبارات و مضامین کلام اللہ و خصوصًا در بعض حواس و خواص کہ در کتب الٰہی سوئے ربّ تعالیٰ اطلاق کردہ شدہ اند کہ از آنہا نزد بعض معترضان نقص و قصور در شان او تعالیٰ لازم مے آید

قریب ہی کہ ہر قوم و ملک میں بعض اشخاص ملتے ہیں جو امثال اور تشبیہات کی راہ سے متکلّم ہونا اللہ کا موجب تخفیف و تنقیص بتاتے ہیں اور اُسکی ذات مبرّا و معرّا کے اوصاف سے بعید۔ اور اُن میں سے بھی جو امثال اور تشبیہات سے نفرت نہیں کرتے بعض ایسے ہیں کہ انبیاء کی کوئی کوئی مثالیں کتب سماویہ کے نالایق اور ناسزاوار بلکہ زشت اور زبون بھی جانتے ہیں ازبسکہ وے لوگ اپنی ناقص عقلوں کو کلام اللہ کی ترازو اور محک ٹھہراکر اپنے اپنے زعم و قیاس کے قوانین کو بناتے ہیں جس سے اگر ذرا بھی اختلاف کسی موضع میں ہو تو اُسے قول اللہ سے منقطع کرنا چاہتے ہیں اور درحالیکہ خالق و پروردگار عالم نے اپنے دست کی صنعتگری سے جو بنی آدم ہیں مخاطب اور متکلّم ہونیکے کئی کئی طریقوں کو پسند کیا ہی وہ اُس ربّ تعالیٰ پر قید لگانے کے واسطے ایک طریقہ خاص جس کی محمد صاحب نے تقلید کی ہی منظور کرکے صرف اُسی کو شان

خدا اور قول الہامی کا مستحق بتاتے ہیں اور باقی سب اطوار سے وہ سلوک کرتے ہیں جو یہو یقیم شاہ یہودے نے بعض وعیدوں اور تہدیدوں سے کیا جنہیں اُس تعالیٰ نے یرمیاہ نبی پر نازل فرمایا یعنی چاقو لیکر اُن ورقونکو چاک چاک کر کے انگیٹھی میں ڈالکر بھسم کر دیا اِسیطرح وے نیم عقل اور گستاخ خدا تعالیٰ کے انبیا پر بلکہ خدا تعالیٰ پر تکبّرانہ یہہ دعوی کرتے ہیں کہ روح القدس کی الہامیت کو ہمارے قاعدوں کی حدود کے اندر مقید اور محصور کرنا ضرور چاہیئے اور اگر شاید وہ روح اپنی آزادگی کے بموجب اِن حدود و موضوع سے کچھہ تجاوز کرے تو انگشت بگوش ہوکر گویا خدا کے وزیر و مشیر بنکر خدا کے مقدّموں میں اپنے فتاوے جاری کرتے ہیں ہر چند کہ حضرت سلیمان نے جو کُل جہان کے عمدہ سے عمدہ حکیموں سے سبقت لیگیا کلام اللہ کی کمالیت اور بے ستروکی پر یہہ صاف شہادت دی مجھے یقین ہی کہ سب کچھہ جو خدا کرتا ہی ہمیشہ کے لئے ہی اُس میں کوئی چیز بڑھائی نہیں جا سکتی اور نہ اُس میں کوئی چیز گھٹائی جاوے اور خدا یوں کام کرتا ہی کہ لوگ اُسکے حضور میں ڈرتے رہیں۔ غالبًا اُن مذکورہ بالا متکبّروں نے اِس امر مشہور کو فراموش کیا کہ جب صاحب علم و فضل اپنے لڑکونکو درس دینا چاہتا ہی تو اُنہیں نہ اِتنا باریک علم نہ اِتنی لطیف اور ظریف عبارتوں میں جتنا عمر رسیدوں اور اصحاب اِستعداد کے لئے چاہیئے تعلیم دیتا ہے ورنہ حکیم قدر شناس ہرگز نہ جانا جائیگا۔ اب سوچ کرو اور ہوش سے اِسباتکو سمجھہ لو

کہ بادشاہ اور پدر عالمین کی یہہ مرضی اور رعیت پروری اور حکمت آمیز بندوبست
تھا کہ کتاب قدّوس وسماویہ نہ صرف یہود کی میراث ہو بلکہ کُل جنس اِنسان کے
سب قبیلوں اور لغتوں پر مثلاً بابل اور ننیوا اور اِیران اور یونان اور روم وغیرہ
پر رفتہ رفتہ منقسم اور مشترک ہو جاوے اور یہہ بھی کہ وہ کتاب نہ ایک زمان
یا پشت کے ساتھہ مختص ہو بلکہ پُشت در پُشت نسل ابراہیم کے تولد اور طفلیت
ہی سے لیکر اُس نسل کی عمر درازی اور پیری تک پھیلتی اور اپنی تاثیر بڑھاتی
چلی جاوے آنطور کہ کوہِ صیہون پر سے چشمۂ لبریز اُمنڈ کر دریائے نور اور حیات
بنکر رُبع مسکون کی برکت وصحت کا باعث ہو جاوے۔ پس جب خدا تعالیٰ
کی یہہ مرضی تھی تو گمان غالب اور واجب تھا کہ اِلہام کا طرز طریق رنگارنگ
اور متفرق ہو اور کہ روح اِلہام مختلف انبیا اور مردان خدا کو اختیار اور طیار
کرکے ربّ تعالیٰ کے پیغام کے مضامین بانٹ بانٹ کر سپرد کرے اور یہہ
بھی کہ جس جس زمانے میں وہ الہام نازل ہوا تو اہل زمان کی فہمید اور
اِستعداد کے کچھہ موافق اور مناسب ہو آنطور کہ درحالیکہ اصل مطلب تو ایک
ہی ہو پر بنی الزّمان طفلوں سے طفلانہ اور بالغوں سے بالغانہ بولے اور یہہ
صرف واجبی گمان نہیں بلکہ صاف نقلی دلیلوں سے ثابت اور مفہوم ہی کہ
خدا کی یہہ عین مرضی تھی کہ معانی تو سب کے سب اللہ جل جلالہُ کے مستوجب
مگر عبارت اور طریقہ تفہیم وتعلیم میں فرق بلحاظ واندازہ تفریق حال وبرداشت

سامعین کے مقرّر ہو۔ چنانچہ ہوشیع کے ۱۲ باب کی ۱۰ آیت میں ہی میں نے
تو نبیوں کی معرفت کلام کیا ہی اور بہت سی رویتیں ظاہر کی ہیں اور میں نے
نبیونکو درمیان دیگر بہت سی تشبیہیں دکھائیں اور اسی امر کا مصدّق ہی وہ
قول اللہ جس میں حضرت موسیٰ کی سبقت اور ترجیح باقی سب نبیوں کی نسبت
بیان ہوتی ہی دیکھو گنتی کی کتاب کے ۱۲ باب کی ۶ اور ۷ آیتیں تب خداوند
نے فرمایا کہ میری باتیں سُنو اگر تم میں سے کوئی نبی ہوتا تو میں جو خداوند ہوں
اپنے تئیں رویا میں اُسے معلوم کراتا اور اُس سے خواب میں باتیں کرتا پر میرا
بندہ موسیٰ ایسا نہیں کہ وہ میرے سارے گھر میں امانتدار ہی میں اُس سے
آمنے سامھنے صریح باتیں کرتا ہوں اور نہ کہ پوشیدہ باتیں اور وہ خداوند کی
شبیہہ کو دیکھیگا۔ اور غالباً کلام الٰہی کے طرز و طریقہ کی یہہ تفریق و صورت
رنگارنگ اشارتاً ایک دوسرے مقام میں بتائی جاتی ہی یعنی یسعیاہ نبی
کے ۲۸ باب کی ۹ و ۱۰ آیتوں میں وہ کسکو دانش سکھائیگا کسکو وعظ کر کے
سمجھاویگا اُنکو جنکا دودھ چھڑایا گیا جو چھاتیوں سے جدا کئے گئے ہیں کیونکہ
حکم پر حکم قانون پر قانون ہوتا جاتا ہی۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔ ہاں وہ
وحشی کے سے ہونٹھوں اور اجنبی زبان سے اس گروہ کے ساتھہ باتیں کریگا۔
علاوہ برآں کلام اللہ کی کلّیت تعلیم اور متعدد خاص شہادتوں سے (مثلاً
حضرت سلیمان کے امثال کی کتابکے آٹھہ اوّل ابواب پر غور و لحاظ کرنے سے)

صاف معلوم ہوتا ہی کہ اصل اور عمدہ مراد ربّ تعالیٰ کی تمام جنس کی مصلحت اور
تصحیح عوام ہی بعد ازآں تفہیم و تعلیم علماء و حکماء۔ اور وہ حکم مکرّر تاکیداً حضرت موسیٰ
پر اُترا کہ طفلان کم فہم اور ناخواندہ بھی توریت میں روز روز سُننے سُنانے سے
پختہ ہو جاویں پس ایسے ایسے حکموں سے کیا نتیجہ نکلتا ہی مگر یہہ کہ جیسا کوتاہ
بینوں کے لئے عینک اور سُست قدموں کے لئے عصا اور طفلوں کے لئے
ابجد خوانی مفید اور بکار ہی اِسیطرح کلام اللہ کے مضامین عالی اور حکمتیں اور حقیقتیں
بے پایاب نہ واہیات اور پوچ گوئیوں اور دون اور ادنے اقوال میں بلکہ روزمرہ
کی تشبیہوں اور تمثیلوں میں اور منقولات زبان زد میں سُست فہموں کے لئے
معروف ہو جاویں۔ ہاں ربّ تعالیٰ نے جسکے اوصاف اور خطابوں میں
بنی آدم کا محبّ اور محافظ مشہور ہی گویا تواضع کی راہ سے اپنی کبریت کو گداز و
ملایم کرکے اور اپنی علویت و بزرگی کو پست و خورد کرکے ایسے دلاسا اور نرم و
سہل زبان سے اِنسان سے تکلّم فرمایا کہ گویا آپ ہی حواس اِنسانی اور رغبتوں
اور دلی حرکتوں اور جنبشوں میں شریک تھا۔ مثلاً حضرت نوح کے زمانیکا ذکر ہی
کہ تمام خلق اللہ کی شرارت کلّیہ اور ضلالت عامہ کے سبب اُسے نیست سے
ہست میں لانے سے ربّ تعالیٰ تواب تھا۔ اور ریرمیاہ نبی میں اُس قادر
مطلق کا بیان ہی کہ جب کسی ناچار خطاکار کے قلب و باطن سے غم و پشیمانی و
ندامت کی صاف علامتیں دکھائی دیتی ہیں اُسپر آں تعالیٰ سوختہ و گداختہ

ہوکر ترس کھاتا ہی اور توریت کے دوسرے مقام میں مذکور ہی کہ قادرِ مطلق نے
غضب کے جوش اور سخت قہر ریزی سے حضرت موسیٰ کی سفارش کی ممانعت
کی اِس مراد سے کہ کُل قوم بنی اسرائیل کو بیخ وبُن سے محو کرڈالے - سچ تو ہی کہ
ایسے ایسے جوش وجُنبش دلی سے خدا تحقیقاً مبرّا ومعرّا ہی پر جبکہ یہہ بھی سچ ہی
کہ خدا نے آدم کو اپنی مشابہت میں اپنی مانند خلق کیا جس سے ہمارے حواس
کی مذکورہ بالا جنبشیں بعض اشیاء اور حقایق کی جو اُس عالی معالی کی ذات میں
موجود ہیں ضعیف سایہ اور شبیہہ ہیں مگر نہ جیسی وے اب اِس ہماری خستہ
شکستہ حالت میں جھلجھلاہٹ سے جوشاں ہیں پر جیسی تب تھیں جب خدا تعالیٰ
کی اُس اصل مشابہت اور انعکاس میں کچھہ خلل نہ آیا تھا اور اب بھی اُن
جنبشونکے آثار اور تصاویر وتشابیہہ عادل وراست مسند نشین قاضیوں اور
بادشاہونکے مزاجوں اور فتاوے میں نظر آتے ہیں - بہرحال کوئی صاحب ہوش
ومدرکہ اِس امر پر تعجّب نکرے کہ فلاں فلاں اعمال جن جن جنبشوں اور دلی حرکات
اِنسانی کا مظہر اور معرّف ہیں جب اُن یا اُنکی مانند دیگر عملونکا فاعل حق تعالیٰ ہی
تو اُنھیں حرکتوں اور دلی جنبشونکو کتب الہامی کے مصنّفوں نے اُس تعالیٰ پر
اِطلاق کیا ہی - بر وفق مبتداء علمیہ اور حکمیہ کے جو شرح فصوص میں اِن لفظوں میں
حوالہ قلم ہی - اظہارِ اسماء کہ کمال ذات تعالیٰ است از افعال اوست بایں معنی

کہ اسماء مخفی از عالمیان وظہور اسماء حاصل نمیشود مگر باثار وافعال نہ بآن معنی کہ افعال سبب اسماء اند زیراکہ اسماء سبب وعلل افعال اند وغیرہ ✣

اور علاوہ برآں جسطرح درحال ظہور وقوع افعال نبیوں نے اُن دلی جنبشونکو جن پر روے اعمال بنی آدم کے بیچ مستلزم ہیں اُس قادر مطلق پر اطلاق کیا اِسیطرح اُن عبارتوں کو جو ایسی جنبشونکی معرف ہیں خدا تعالیٰ کی گفتار استعمالی سے بعید نہیں بتلایا۔ چنانچہ حضرت سلیمان کی امثال کے اوّل باب کی ۲۶ و ۲۸ آیتوں میں ٹھٹھے باز اہل شر کے حق میں آں تعالیٰ فرماتا ہی تو میں بھی تمہاری پریشانی پر ہنسونگا اور جب تمپر دہشت غالب ہوگی تو میں ٹھٹھے مارونگا۔ تب وے مجھہ کو پکارینگے پر میں جواب نہ دونگا وے سویرے مجھہ کو ڈھونڈھینگے پر مجھے نہ پاوینگے۔ اِن دو آیتونکا مضمون تو ایک ہی ہی صرف تعریف کا طرز طریقہ متفرّق ہی۔ پہلی میں امثال اور تشبیہات اور دوسری میں صاف سادہ تقریر ہی۔ اِتنا فرق ہی کہ امثال میں قوّت اور لطف اور تاثیر خواص وعوام پر بڑھکر ہی جو شاید کوئی معترض اُس پہلی آیت کی عبارت میں عیب چینی کرے تو دوسری آیت سے جب تشریح ملی تو کون موجب قباحت واعتراض باقی رہا ✣

اُسی قسم کے اِستعمال کا ایک اَور نمونہ ۱۸ زبور کی ۲۵ اور ۲۶ آیتوں میں دیکھو جہاں بعض معترضوں نے شائید جائے عیب وقباحت پکڑی ہی رحم کرنیوالونکو تو اپنے تئیں رحیم دکھاتا ہی اور نیکی کرنیوالے پر تو آپ کو نیکی کرنیوالا

ظاہر کرتا ہے۔ خالص کو تو اپنے تئیں خالص دکھاتا ہے اور کجرووں کے ساتھ تو کجرو
معلوم ہوتا ہے۔ یقین ہے کہ خدا تعالیٰ کے افعال سے واقف اور آشنا حضرت
داؤد سے بڑھکر کبھی کوئی عالم وجود میں نہیں آیا پر تو بھی وہ مرد خدا رب تعالیٰ
کی اُس فعلیت اور سلوک کیطرف نظر ولحاظ کر کے جسے وہ تعالیٰ کجرؤوں
کی طرف دکھایا کرتا تھا کجروی کی صورت اور اظہار خدا پر اطلاق کرتا ہے۔ یہی
جائے اعتراض ہے بعض اہل خلاف کے نزدیک۔ پس وہ لوگ غور کریں کہ وے
کلمات جو قبیح اور معیوب معلوم ہوتے ہیں سراسر تشبیہانہ طریقہ پر ہیں۔ اب
فرض کرو کہ بجائے امثال واشباہ کے اِس جملہ میں صرف سیدھی تقریر ہوتی
یا امثال اور صاف تقریر دونوں موجود ہوتیں اور کہ اُسکی عبارت اِس طور پر
ہوتی کہ کوئی کجرو خدا کے گھر سے بے سزا روانہ نہیں ہوگا تو بہ مشکل تلخترین اور
سخت ترین عیب جویوں میں کوئی اُس تقریر میں اعتراض پکڑتا۔ پس جب اُس
مضمون کی سادہ تقریر میں عیب نہیں تو اُسی مضمون کی امثال کی عیب چینی
کون عقل وانصاف ہے۔ یہی معترض خدا تعالیٰ کے کلام کی اور امثال پر عیب
لگاتے ہیں اور اُنہیں قبیح جانتے ہیں جن میں پروردگار عالم کی فعلیت کا
بیان ہے اور خصوصًا اُس عتاب وعذاب وانتقام پر جو باغیوں اور مفسدوں پر
صادر و وارد ہوا کرتا ہے پس ان امثال میں سے بعض بعض ایسی ہیں جنہیں
بعض مولویان لاہوری اپنے مریدوں سمیت زشت وزبون اور فاحش بتاتے

ہیں- ای صاحبو خدا کے حضور میں ہمیں یقین ہی کہ جس کسی شخص کے دل میں فحش کی جڑ اور اصل نہو وہ خدا کے پاک کلام پر فحش کا اِلزام لگانیکا موقع کسی آیت یا جملہ سے نہیں نکالیگا بلکہ فسق وفجور کے افعال کا ذکر اشارتاً بھی نہیں آتا مگر اِس مراد سے کہ وہ اُنہیں جو شر کے مرتکب ہوئے ہیں ملزم اور مجرم ٹھہرا دے اور اُنکے دلوں میں خوف اور عبرت ڈالے اور ہر صاحب عدل وعقل اِس قاعدے کا قایل ہوگا کہ مصنف کی نیت اور ارادے پر لفظ کی نسبت زیادہ لحاظ کرنا چاہیئے- جو اِس قاعدے کی ترازو پر مضامین کو تولیگا وہ ہرگز ٹھوکر نہ کھائیگا- یسعیاہ نبی کے ۴۷ باب کی ۲ اور ۳ آیتوں پر بعض مولویوں نے گندگی اور پلیدی کا عیب وداغ صادق کرنیکے لئے بہت بیجا سعی اور کوشش کی ہی اور خدا تعالیٰ کے سخت تنبیہہ والے اور وزنی کلمات پر جبراً ایسے اُلٹے معنی ڈالے ہیں کہ بازاروں میں ہر بچہ اور جوان اُس پر میل پھینک کر اپنے آپکو خدا پرست اور مسلم حقیقی جانتا ہی اور حیرت انگیز کفر کی باتیں چلّا چلّا کر خدا کی مصلحت آمیز عبارتیں اپنی ہلاکت کی طرف پلٹاتا ہی- اب ذرا سوچ کرنے سے معلوم ہوگا کہ اُن آیات مذکورہ میں بابل کی بیٹی سے مراد اہل بابل یعنی بابل شہر کے باشندے ہیں اور مثال اُس شہر کی ایک بادشاہزادی سے دیجاتی ہی جو مدّت سے بادشاہی محل میں نازنین ونازک پردہ نشین ہوکر عیش وعشرت میں رہا کرتی تھی اور شرف وزینت میں سب ہمعصر شاہزادیوں سے ممتاز اور مختار تھی پر تو بھی

مغروری اور تکبر اور جور و جفا اور خود غرضی اور بت پرستی میں باقی سب قبائل
جہان میں بیمثال اور شہرۂ عالم ہوگئی تھی اِسلئے خدا تعالیٰ کے حضور سے یہہ
فتویٰ نکلا کہ اُسکی شکست اور خاک نشینی اور فضیحت اِتنی ہی ہیبت ناک اور
عبرت نما ہوگی جسقدر اوقات سابق میں وہ فخر و غرور میں سبقت لیگئی تھی - اُسکی
پردہ نشینی کا حجاب کھلجائیگا آیندہ زرخرید لونڈی کے موافق وہ چکّی پیسیگی اور برہنہ پا
فرات ندی کے پایاب کی راہ سے پار اُتریگی اِتنی بیچارگی اور بیحرمتی کی حالت
ہوگی کہ وہ انجام جس سے زنان شرمسار اور راز پرور موت کو ہزار گناہ مستحسن
جانتی ہیں اُسپر سرزد ہوگا یعنی ننگ و ناموس کی پردہ کشائی جبکہ وہ بنت بابل
اپنی نہانی شرارتوں میں ایسی بیحیا اور بیحیا تھی تو بطور قصاص اور مجازات کے
خدائے برحق کے راست فتویٰ سے وہ اپنی رسوائی اور روسیاہی میں بھی لامثال
اور بیچون ہوگی اور اِسکی مانند اَور بھی آیات ہیں جن میں بیان اُس ہولناک
عذاب اور عتاب کا جو سرکشوں اور مفسدوں پر اُترنیوالا ہی اِسصورت پر ہی کہ سب
سے سہمناک امورات اینجہانی امثال اور تشبیہات کی راہ سے اِستعمال ہوا کرتے
ہیں تاکہ دیدنی معلومات کے ذریعہ سے مجہول چیزوں کا فہم اور یقین خدا ترسوں
میں سینہ نشین ہو جاوے مثلاً قہر الٰہی کے اُس مُہلک اور بے برداشت صدمہ
کی جو بیوفا اور بے ایمان اُمت پر وارد ہوا چاہتا تھا کیا ہی مقوی اور دلخراش
مثال ہوشیع نبی کے ۱۳ باب کی ۸ آیت میں ملتی ہی کیونکہ خدا تعالیٰ کی مرضی

تھی کہ عالم شہود کے واقعات میں عالم روحانیت کی ایسی صاف مطابقت نظر آوے
جیسا آئینہ میں مُنہہ منعکس ہوکر دکھائی دیتا ہی اِسلئے میں اُنکے لئے شیر ببر کی مانند
ہوا اُس تیندوے کی مانند جو راہ میں بیٹھا ہو میں اُنکی گھات میں لگا رہا۔ میں
اُس ریچھہ کی مانند جسکے بچّے چھین لئے گئے ہیں اُن سے دوچار ہوا اور اُنکے
دل کے پردے کو پھاڑا دشتی درندے نے اُنکو پھاڑ ڈالا۔ یہاں بھی اُن بالا مذکورہ
آیتوں کے موافق ایک مشبّہ اور ایک مشبّہ بہ موجود ہی۔ ایک حقیقی شے اور ایک
تمثیلی۔ اب جو مولوی صاحبوں نے تمثیل سے جائے تعرض اور تاخّذ نکالا ہی تو
افسوس ہی کہ وے حقیقی شے سے جو اِس موضع کی مراد ہی چوک گئے اگر اِس مقام
کی اصل عبرانی عبارت پر ذراسی صبوری سے لحاظ و غور ہوتا تو آسانی سے معلوم
ہوتا کہ اِس ۱۳ باب کی ۶ آیت سے لیکر مثال گلہ اور گلّہ بانی کی درمیان میں
آئی ہی بنی اِسرائیل مثل گلہ کے ہی جو سبزہ زار کی شادابی اور چرائی کی فراوانی سے
سیر و فربہ ہو گئے اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنے چوپان سے غافل اور بے شکر اور
اُسکی مہر و محبّت کو فراموش کر گئے تو غالباً اور واجباً اُسکی چوپانی اور گلّہ بانی
کی صورت بدلجاتی خدا تعالیٰ چرواہے ہونے سے باز تو نہیں آتا مگر اُن غافلوں
اور دودلونکو اپنی طرف رجوع کرانیکے لئے تادیب و تنبیہہ کے وسائل اور تدابیر
اپنی پروردگاری سے طیار کرتا جس عرصہ تک یہہ تادیب اور رنجوری برپا ہوتی
اور اُس سے غم و الم اور آہ و دریغ پیدا ہوتا تو اِسرائیل کا دوست گویا دشمن ہو کے

بھیس میں ہوتا دل تو چرواہے کا پر صورت اور آواز شیر ببر کی جب اِس طرح کی
سیاست اور رعایت کا کمال فائدہ حاصل ہوگا تب انجام کیا ہی خوب ہوگا اور
خدا کی دائمی محبت کی دلیل کیا ہی پختہ اور قوی ہوجائیگی چنانچہ آگے ۹ آیت میں
لکھا ہی ای اسرائیل تو نے اپنے تئیں برباد کیا ہی پر تو بھی مجھہ ہی سے تیری کمک
ہی اور اِس نبی کے ۶ باب کی ۱ اور ۲ آیتوں میں اس عبارت الٰہی کے انجام اور
حاصل کا اَور بھی صاف وصریح بیان ملتا ہی آؤ ہم خداوند کی طرف پھریں کیونکہ
اُس نے پھاڑا ہی اور وہی ہمیں چنگا کریگا اُس نے مارا ہی اور وہی ہمارا زخم باندھیگا
وہ دو دن بعد ہمیں حیات تازہ بخشیگا تیسرے دن وہ ہمکو اُٹھا کر کھڑا کریگا اور ہم
اُسکے حضور میں زندہ رہینگے جاننا چاہئے کہ یہہ سب باتیں روح اللہ کی حرکتوں
اور آثاروں میں سے ہیں اور اللہ کے رازوں اور فن وحکمت الٰہی کی پوشیدہ
علامتوں سے ہیں۔ ازآں جہت جسمانی مزاج اور قوت مُدرکہ کی سمجھہ اور فہم میں
داخل نہیں ہوسکتیں بموجب اُس قول رسول کے مگر نفسانی آدمی خدا کی روح کی
باتیں قبول نہیں کرتا کہ وے اُسکے آگے بے وقوفیاں ہیں اور نہ وہ اُنہیں جان
سکتا ہی کیونکہ وے روحانی طور پر بوجھی جاتی ہیں محفل حکما میں اِسطرح کے مسایل
کی حجّت وبحث باطل ہی جب تک روح اللہ کے نور وہدایت سے حجاب نہ اُٹھہ گیا
ہو اور چشم روحانی پر سے جالا نہ اُتر گیا ہو اور اُس عالم نورانی میں جسکا شمس مسیح
ہی قربت اور مداخلت کا حق دستیاب نہوا ہو +

حاصل کلام اُن سب آیات مذکورہ میں اور جتنی اور اُنکی مانند بطور تعرّض اور مواخذہ کے پیش کیجاتی ہیں صادقوں اور صاف دلوں کے نزدیک زشتی زبونی کے سبب معیوب ہونیکا ذرا بھی موقع اور موجب باقی نہ رہا۔ عین مراد اور مطلب حقیقی اُس روح الہام کا جسکی ضمیر مقدّس کے وے معرّف اور مظہر ہیں یہی ہی کہ سب سے قوی تر اور اثر پذیر اور دلتراش امثال کے ذریعہ سے وے ہر شخص کو ہر طرح کی زشتی زبونی سے برطرف کریں اور توبہ کرائیں زشت اور زبون بلاشبہ بعض عبارتیں پر فحش ہیں جنہیں زبان پر لاکر مولویان لاہوری کلمۃ اللہ کے جو خداوند مسیح ہی تولّد جسمیہ کے حوادث کو نہ اشارتاً بلکہ صراحتاً ٹھٹھے میں اُڑاتے اور خدا کے پاک نام کے ساتھہ ایسے زشت خیالوں کو ملحق کرتے ہیں کہ حوالہ قلم کرنے سے بھی ہیبت کے سبب عذر ہی۔ اور علاوہ برآں یقین ہی کہ جتنے مواضع میں ملّا صاحب اُن خام حجّتوں اور تقریروں کو درمیان لائے ہیں تو اُس بڑے کذب اور غلط میں اور اُسکے حق سزا و جزا میں اپنی جان پھنساتے ہیں جو وے کہتے ہیں کہ مسیحی تمام ذات ربّانی کی طرف ایسے حوادث کو حمل کرتے ہیں جنکو کلمۃ اللہ یعنی مسیح کی طرف بھی صرف اِس حیثیت اور اعتبار سے حوالہ کرنا جایز و روا ہی کہ اُسکی کلمیّت اور اِبنیّت الٰہی جسمیّت عیسوی کے ساتھہ اِسقدر قریب وصل اور وابستگی میں پہنچی کہ کوئی وصل اُسکے برابر نہ تو عالم شہود میں نظر آتا ہی اور نہ ایسا وصل بنی آدم یا ملایک بہشت کی خاطر خواطر میں آسکتا ہی اِس غلطی میں مولوی صاحبوں نے محمد صاحب کی تقلید

کی ہی جس نے ناحق مسیحیوں کی طرف یہہ بے اصل تہمت لگائی کہ اُنکے عقاید
کے بموجب خدا مسیح ہی ہر چند کہ ایسی تقریر اُنکے عقاید سے بعید ہی مگر عکس اُسکا بانکا
ہزار ہا نقلی دلیلوں سے ثابت ہی کہ مسیح خدا ہی یعنی اُسکی پاکذات کے اندر ہمیشہ
موجود رہتا ہی۔ کوئی وقت یا زمانہ قبل از اوقات ہرگز نہ تھا جب خدا تھا پر اُسکا
کلمہ جو اُسکا ابن محبوب ہی اُسکی ماہیت میں درج و موجود تھا۔ لیکن مولویصاحب
اس سے اور بھی بے موقع اور حیرت انگیز غلط وکذب کے قایل ہیں جو وے مسیحیونکو
نہ صرف حوادث کے ذات الٰہی کی طرف منسوب کرنیکے ملزم ٹھہراتے ہیں بلکہ
ایسی نجاست وخبث کے حوادث کو کہ صرف وہی لسان ایسی باتونکو بتا سکتی
ہی جسکا یعقوب رسول بیان کرتا ہی کہ اُسکی آگ جہنم میں لگ گئی پھر قطع نظر از
الوہیت جب مولویصاحب جسمیت عیسوی کی طرف اُن حوادث کو حمل کرتے ہیں
تاکہ اُسے خوار وذلیل بنا کر اُسکی فضیلت وشرف وشان کو گھٹاویں تو کیا وے
اس بات کو جانتے اور مانتے ہیں جو ہر ملّا صاحب بلکہ ہر مرد خدا کو معلوم اور مفہوم
ہونی چاہئے کہ حقیقت میں گناہ اور شرارت کے سوائے کوئی چیز زشت وزبون
نہیں خدا کی درگاہ میں صرف وہی خُبث اور پلیدی ہی جو عمداً خدا تعالیٰ کے
کسی امر ونہی کا عدول وتجاوز ہی سچ مچ تو بہت جائے تعجب نہیں ہی کہ وے
صاحب جنکی رائے کے بموجب دین اور بدینی کی تمیز خصوصاً خور د نوش کے حلال
وحرام سے متعلق ہی وے اُس چیز کو زشت وزبون جانیں جسے ظاہری حواس

مکروہ جانتے ہیں نہ اُس خطا و شرارت کو جس سے بندگان کی انقیاد اور دلی صفائی میں اور اُس پاک صورت باطنی میں جو خدا کی مشابہت میں نو مخلوق ہی خلل و قصور آتا ہی۔ اِس غلطی مذکور کی مرافعت اگرچہ عقلی دلیلوں سے بھی ہو سکتی ہی مگر اُسے رفع دفع کرنیکا سب سے عمدہ طریقہ یہہ ہی کہ آپ ہی ایک ہی روح کی یگانگت میں ایک ہی مسیحی بدن کے عضووں میں شامل ہوکر اور اُسکے اجماع قدوس میں ملکر صرف اور ظاہر پرستی کی ضلالت میں سے روح کی آزادی اور نور اور کاملیت میں آجائیں اگر آپ لوگونکا حال ایسا ہو تو وہ سخت حکم جو حزقیئل نبی کے ۴ باب کی ۱۲ آیت میں اُس نبی پر اُترا پہلے تو گوہ اِنسان سے اور پیچھے ۱۵ آیت میں گوہ اِنسان کے بدلے گوبر سے روٹی پکانے کی بابت ٹھٹھوں میں اُڑایا نہیں جائیگا ازآنجا کہ ہر نو مخلوق اور روح القدس کا نو مریدان دو قاعدونکو بے تردد اور بصیرت منظور کریگا۔ اوّلا یہہ کہ دینیات میں زشتی فی التحقیق وہی زشتی ہی جو اخلاقی اور روحانی خبث ہی اور ثانیاً یہہ کہ خدا کی سیاست عالم اور رعایت کلیسیاء میں کوئی چیز چھوٹی اور کوئی وسیلہ ذلیل جاننا جائز و روا نہیں جسکے انجام میں خدا تعالے کی حکمت اور پروردگاری کے باعث بڑے بھاری فوائد حاصل ہونیوالے ہیں

چنانچہ رسول فرماتا ہی خط بہ اہل قرنتوس کے ۱ باب کی ۲۰ آیت میں کیونکہ خدا کی بیوقوفی آدمیونکی حکمت کی بہ نسبت حکمت والی ہی اور خدا کی کمزوری آدمیوں کی بہ نسبت زور آور ہی۔ مثلاً وہ تمثیل جس میں ہوشیع نبی کے ہمعصر یہود رب تعالی

کے قہر اور رنجوری اور آیندہ تنگی اور قحط کی نفرت انگیز تشبیہہ دیکھکر آپ اپنے شر
سے متنفر اور کنارہ کش ہوجاویں تو کون صاحب ہوش وعدل اسکو اِسقدر مکروہ اور
تردید کے لایق جانیگا کہ اپنے دل میں کہے یہہ مثل میرے خاص زمانہ کے اہل لطف
وفضل کی دانست میں بے مزہ اور بے موقع اور خلاف سلیقہ معلوم دیتی ہی تو اُسے
کلام اللہ سے منقطع کرنا ضرور چاہیئے۔ اُسکے برعکس ایسے صاحب تمیز نے روزمرہ
کے تجربہ اور بڑے بڑے اوقات سلف وخلف کے مصنفونکی کتب کے سیر کرنے
سے یہہ قاعدہ منظور کیا ہوگا کہ اگر شاید کسی کتاب عالی مضمون کے درمیان کوئی
باب یا فریق ضوابط ظرافت ولطافت سے ذرا ابتر معلوم دے تو پڑھنیوالا ضرور
دو امور سے ایک کو یقین کریگا یا یہہ کہ میرے ذایقہ اور خوش تمیزی میں قصور یا
حد سے زیادہ اقتضاء دقایق ہی یا اہل زمانہ کی جہالت اور سنگدلی اور وحوش مزاجی
کے سبب نبی نے عمدًا قصدًا شیریں زبانی اور خوشگوئی چھوڑکر اُن سخت دلونکو
تُرش اور دل شکن اور درشت لفظوں میں تنبیہہ کی جیسا پہلے بھی مصنف رسالے
نے کہا تھا کہ حکیم محمود جب طفلانہ بولتا اور اپنے دستور سے بعید ہو تو ہر شخص کہیگا
کہ یہہ کم قوتی سے نہیں اور نہ کم ذہنی سے اور نہ اِس صورت کا کلام بے مراد اور
بے مطلب مفت بولتا ہی اگرچہ مطلب خفیہ ہو۔ اور بطریق اولیٰ اغلب ہی کہ انبیاء
کی کتب الہامیہ میں یہہ قاعدہ استعمالی اور لایق قبولیت ہو باین وجہ کہ اُن کے
معانی عالی اور باریک اور اُنکے مقاصد ومطالب اِنسان کی قوت مدرکہ سے

بڑھکر ہیں اور اگر کوئی شخص کہے کہ چاہیئے تھا کہ کلام اللہ کا ہر لفظ اور فقرہ حکماء
اور فضلاء اور شایقین ظرافت کے نزدیک بے عیب اور بے اخذ ہو تو جواب
واجبی یہہ ہی کہ کون جانتا ہی کہ اِس حال میں خدا کو کیا چاہیئے تھا اور کیا فرض
تھا۔ چنانچہ یسعیاہ نبی فرماتا ہی کون خدا کے مشیر اور صلاح کار ہونیکے لایق ہی کہ
وہ اُسکو تفہیم کرے اور دوسرا جواب واجبی یہہ ہی کہ آیا خدا صرف حکیمونکا خدا ہی
یا کُل عالم کا۔ اگر کُل عالم کا ہی تو اِس کلّیت اور جمہور عالم میں حکماء کتنے اور حکمت
میں ناقص اور قصیر کتنے ہیں۔ پھر ہماری عرض یہہ بھی ہی کہ اِس سوال کا جواب
دو کہ کیا خدا حکیمونکی حکمت سے عاجز ہی۔ کیا جانے کہ عمدہ سے عمدہ حکیموں کی
نہایت حکمت کچھہ اَور چنیں خدا کی حکمت مطلق کے آگے نہ ہو مگر طفلانہ اور باطل
یوچ گوئی۔ ہوشیع نبی کے اوّل باب میں جو احکام خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی
پر نازل ہوئے زن حرامکار کو بیاہ میں لانے کی بابت شاید کوئی خدا ترس
اور حق جو نظر اوّل سے دیکھکر کچھہ ٹھوکر کھاوے اور حیران و پریشان ہو جاوے۔
لیکن نظر ثانی سے دیکھکر اور امثال کی کُل سلسلہ بندی پر غور کرکے اِس موضع
کی پوری عقدہ کشائی ہوگی۔ اور صرف یہہ نہیں بلکہ ایک قاعدہ اور قانون
مفید تفصیل اور تشریح کلام کے لئے حاصل ہوگا جس سے اَور بھی اُسکی مانند مشکلات
حل ہو جاویں اور وہ معترض انجام میں تسلّی پذیر اور شکر گذار بھی نکلیگا۔ سچ تو ہی
کہ اگر بالفعل اِس عالم اشباہ اور امثال میں تا درجہ کمال اِس موضع میں حلّ

مشکلات نقلی دلیلوں سے نہیں ہو سکتا تو بھی بہ مقتضائے عقل ہر روشنضمیر اور ذہین آدمی پر ظاہر اور بالبداہت واضح ہوگا کہ جب روحانی اور نفسانی زناکاروںکی تنبیہہ اور تادیب ہو شیع نبی کی نبوّتوں کی اصل مراد اور مضمون ہی تو اگر اُس تادیب اور سرزنش کے شروع ہی میں زناکاری کا حکم دیا جاتا تو اِسقدر کی بیہودگی اور بے ٹھکانے ضدیت قول اور فعل کی اُس پر صادق آویگی کہ قطع نظر از اصحاب نبوّت کوئی شخص جو حواس باختہ نہوتا ہرگز ایسا ناموافق حکم زبانزد نکرتا۔ لیکن ایسی خام خیالی کی نقلی ممانعت اُسی نبی کے ۲ باب کی ۲ آیت میں درپیش آتی ہی اُس دوسرے باب میں خداوند نے اس سلسلہ اشال کی صاف تفصیل عطا فرمائی ہی۔ چنانچہ بطور معمات اور عمیق رمزوں کے ارشاد ہی کہ اُس زن حرامکار کا شوہر خداوند آپ ہی ہی یعنی وہ زن حرامکار کُل جماعت بنی اسرائیل ہی جسے خداتعالیٰ اپنے عہد و میثاق شرعیہ سے عقد و رشتہ محبّت میں باندھکر اپنی قربت و وصل میں لایا تھا پر جب وہ قوم مختار اور ممتاز اپنی مدّت مدید سے گمراہ اور بیوفا اور نمک حرام ٹھہری تو اِس امر سے کون علاج اور چارہ باقی رہا کہ وہ اُمّت زن بیوفا کی مانند اپنے خاوند سے مردود اور متروک ہو چنانچہ لکھا ہی تم اپنی ماں سے بحث کرو کیونکہ وہ میری جورو نہیں ہی اور میں اُسکا خصم نہیں ہوں تاکہ وہ اپنی حرامکاریاں اپنی آنکھوں کے سامھنے سے دور کرے اور اپنی زناکاریاں اپنی چھاتیوں کے درمیان

سے۔جس سے یقیناً اور صراحتاً یہہ نتیجہ نکلا ہی کہ اِس نبی کے اوّل باب کا مضمون
امور واقعیہ کا بیان کرنیوالا نہیں بلکہ اُس میں امثال ہیں +

باب دوازدهم

درباب نسخ وتحریف

اگرچہ وہ دعویٰ جو مولوی صاحبوں نے کتب سابقہ الہامیہ کی تنسیخ وتحریف پر حوالہ قلم وزبان کیا ہی سیکڑوں مرتبہ ہزار ہا حجتوں اور دلیلوں سے اُسکی تردید وتکذیب ہوگئی اور اُن ہزار ہا دلیلونکو مجملاً بھی اِس رسالے میں تالیف کرنا محال اور مقصد مصنّف سے بعید ہی توبھی حق جویونکی تسلّی اور خاطرجمعی کے لئے بعض بعض اُن دلیلونکو جو ہماری دانست میں قوی اور قطعی اور لاجواب ہیں تابمقدور طوالت کے عیب سے بچکر پیش کرونگا +

نسخ کی بابت یہہ پہلا سوال بے اختیاری پیدا ہوتا ہی کہ اُن چار کتابوں سے جنہیں آپ منسوخ جانتے ہیں یعنی توریت - زبور - انبیا - اِنجیل - اُن میں سے کون ہی اور اُنکے اجزا میں سے کونسا جز ہی جسے منسوخ کہنا واجبی اور معقولی بات ہی شریعت موسویہ کے حق میں باب گذشتہ میں خود مسیح کی اور اُسکے رسولوں کی گواہیوں سے معلوم اور ثابت ہوگیا کہ اُس شرع کی بعض رسومات عارضی اور چندروزہ فلانے قوم اور زمانہ کے ساتھہ مقید تھیں جنہیں اُس شرع کے اصول اور حقایق سے علیٰحدہ کرنا چاہیئے اور اُنکا برطرف ہونا اور لاحاصل ٹھہرنا بعد اُنکی تکمیل

کی میعاد کے عین شرع کے برطرف ہونے اور لاحاصل ٹھہرنے کے برابر جاننا نچاہئے بلکہ اُن رسومات کو بھی سراسر لاحاصل کسی زمانہ میں جاننا نچاہئے ازآں سبب کہ اُنکی خبریں اور تعینات اور قواعد کے بیانات کلام اللہ میں پیوستہ ہوکر اپنے اپنے حقایق اور اصول شرع پر گواہی دینے سے اخیر زمانہ تک باز نہیں آتے۔ ہرچند کہ وے عین اصل شرع تو نہیں پر اُسکے ملحقات بہ تعیّن زمین وقید زمان ہیں۔ بہرحال عین شرع کا منسوخ جاننا اور تبلا ناز بور اور انبیا اور انجیل کی صاف شہادتوں اور تقریروں کے برعکس اور برخلاف ہے۔ پھر وے امور واقعی جو انبیا سلف کی کہی ہوئی کتابوں میں یعنی یشوع اور قاضیونکی اور حضرت سمویل اور سلاطین کی کتابوں میں مندرج ہیں سو کُل عالم کے سب واقعات اور واردات سے چُن لئے گئے ہیں اِس علّت سے کہ خداتعالیٰ کی سلطنت کی طیاری اور ترقی اور تدابیر تعمیر ظاہر کیجاویں تو اُنہیں کون صاحب عقل وہوش منسوخ جانسکتا ہے اگر شدنی واقعات بھی غیر شدنی ہوسکتے ہیں تو بھی امور واقعی کب غیر واقعی ہوسکتے ہیں اور جب کہ واقعات سلف کا غیر واقع ٹھہرنا جائے تناقض اور اجتماع ضدّین ہے تو وے کتابیں جن میں وے واقعات بیان ہوتے ہیں اتنی تفصیل اور تشریح سے جتنی اور کسی روایت میں نہیں ملتی بلکہ خود قرآن میں اکثر واقعات صرف اشارتاً مذکور ہیں کون صاحب ذہن منسوخ ٹھہراویگا غرضکہ جو کتابیں خدا کی سلطنت کی تواریخ بلکہ کُل عالم کی تواریخ کی قطب اور مرکز ہیں اُنہیں کوئی صاحب ہوش منسوخ نہیں ٹھہراسکتا۔

پھر کلام اللہ کے کوئی وزنی واقعات بیان نہیں ہوتے غیر ازآنکہ اُنکا مقصد اور
علّت وقوع بھی بیان ہوا اور بلاشبہ اُن امور کی علّت و مقصد ربّ تعالیٰ کی کامل
مصلحت اور غیر متناہی حکمت سے صادر ہی مثلاً حضرت یوحنّا بن ذکریا کل عالم کے
عوض قربان اور کفارہ ہونا مسیح کی صلیبی موت کی علت بتاتا ہی جس صلیبی موت
پر مولویان لاہوری جابجا بڑی تلخگوئی سے ٹھٹھا مارتے ہیں۔ یوحنّا نے یسوع کو
اپنے پاس آتے دیکھا اور کہا دیکھو خدا کا برّہ جو جہان کا گناہ اُٹھائے لئے جاتا ہی۔
اور خداوند اپنے ہی حق میں مرتّا یہہ گواہی دیتا ہی مثلاً اور میں جو ہوں اگر زمین سے
اوپر اُٹھایا جاؤں تو سب کو اپنے پاس کھینچونگا اور پھر مسیح کے مورد لعنت ہونے کی
جسپر وے مولویان بیدینوں اور دہریوں کے طور پر لہو ولعب کرتے ہیں پولوس
رسول خط باہل گلتیا کے ۳ باب کی ۱۳ آیت میں یہہ عمدہ علّت بتاتا ہی مسیح نے
ہمیں شرع کی لعنت سے بچایا کہ وہ ہمارے بدلے لعنت یعنی مورد لعنت ہوا۔ مُلّا
صاحبان مذکور اُسی رسول مبارک کی اُس ہیبت ناک تادیب کو بھول گئے ہونگے
جو اوّل خط باہل قرنتوس ۱۲ باب کی ۳ آیت میں درج ہی پس میں تمہیں جتاتا ہوں کہ
کوئی نہیں جو خدا کی روح سے بولتا ہی یسوع کو ملعون کہتا ہی اور کوئی بغیر روح القدس
کے یعنی اُسکی ہدایت اور تنویر کے یسوع کو خداوند نہیں کہہ سکتا اور اگر آپ پوچھتے
ہو کہ کیا سبب ہی اِس بات کا کہ روح اللہ کے مہتدوں میں سے ایک بھی نہیں
جو یسوع کو ملعون کہتا تو سبب صاف ہی کہ مسیح نہ اُس لعنت کو اپنے ہی سر پر قایم

رکھنے کے لئے مورد لعنت ہوگیا بلکہ اُڑا دینے اور نیست کرنیکے لئے - تو غور کرنا چاہئے
کہ جسطرح امور واقعیہ منسوخ نہیں ہوسکتے ازآں جہت کہ غیر واقع نہیں ہوسکتے اِسیطرح
اُن واقعات کی علتوں اور مقاصد کا نسخ ہونا بھی محال ہی - جیسا عین اصل شرع
چونکہ وہ خدا کی مرضی اور محاسبونکا مظہر و معرف ہی ہرگز منسوخ ہونے کے قابل نہیں
اِسیطرح واقعات مذکور کی اُن علتونکو جو کلام اللہ میں صفائی اور لاپروائی سے معروف
ہیں کون شخص منسوخ جانکر لعینونکے شمار میں محسوب نہ ہوگا - اِسیطرح نبیوں اور پیغمبروں
کی پیشینگوئیونکو کون منسوخ بتانے کی جرأت کرسکے کہ وہ کامل اور انجام رسیدہ نہوں
اور خدا کے وعید و وعدے وفا نہ ہوں - پر ایک اَور امر پر بھی ملاحظہ کرنا چاہئے کہ جیسا
امور واقعیہ کے بیان میں اُنکے سببوں اور علتونکا بیان بھی جو محض خدا کی مرضی
اور پروردگاری پر موقوف ہیں درمیان میں آتا ہی اسیطرح اُن علتوں کے ساتھ
روح الہام و قدسیّت کی ہدایت سے بعض خاص تعلیمات ملحق اور متعلق ہیں کہ اُنکا
اُن سے فراق اور اِنقطاع اور جدائی محال ہی - مثلاً اُن خطوط میں جنہیں رسول نے
باہل افسس و قلسی کے پاس لکھہ بھیجا خداوند مسیح کی صلیبی موت کی ایک علّت اور
مقصد یہی تسلیم کیا جاتا ہی کہ مسیح کی صلیب میں یعنی اُسکے مصلوب بدن میں وے
دونوں پُرانے اِنسان جو یہود اور یونان ہیں پیوستہ و البستہ ہوکر ایک ہوجاویں
اِنکی سب جدائیونکا میل ملاپ ہوجاوے - اور علاوہ برآں دونوں سے ایک
ہوکر ایک نئی خلقت بنیں اور نئی خلقت بنکر خدا تعالیٰ کے ساتھہ میل ملاپ کرائے

جا دیں دیکھو کہ اِس امر واقع یعنی مسیح کی صلیبی موت کی اُس علت مشارٌ الیہ سے یعنی اِنسان کے فریقین کے میل ملاپ سے کیا ہی بھاری تعلیمات اُس خلقت جدید اور ولادت ثانی کی بابت روشن و ظاہر ہوگئیں۔ پھر اُس سے یہہ نتیجہ واجب و لازم نکلا ہی کہ جیسا امر واقع منسوخ نہیں ہو سکتا جب تک کہ غیر واقع نہووے پاوے ویسا ہی اُسکے وقوع کی علتیں اور اسباب نسخ نہیں ہو سکتیں پھر جسطرح اُنکا نسخ محال ہی ویسا ہی وے تعلیمات بھی جو اُنکے ساتھہ وابستہ ہیں ممتنع النسخ ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ وے احکام اخلاقی اور امر و نفی جو اُس خلقت جدید کے ساتھہ ملحق اور مقید ہیں کسی صورت سے قابل نسخ نہیں ہیں +

پھر بمشکل اہل محمد دعویٰ کرینگے اِسبات پر کہ قرآن کو کچھہ ترجیح اور تفضیل ہی اُس حمد و ستایش اور عبادت و توبہ کاری اور شکرگذاری اور رسومات پر جو حضرت داؤد کے مزامیر میں اور جابجا باقی کتب منزلہ میں درپیش آتی ہیں جن سے خدا کے خاص دوست اور بندے تین ہزار برس سے روحانی تربیت اور پرورش اور تادیب و تعلیم نکالتے ہیں اور دکھوں اور محنتوں اور متعدد آزمایشوں میں تسکین و تشفی پاتے ہیں +

اِس سے اور انکی مانند اور عقلی دلیلوں کے سوائے بیشمار نقلی دلیلوں سے بھی کتب منزلہ سابقہ کے نسخ ہونے کی ممانعت قطعی اور کامل ہی تو یقین ہی کہ وہ شخص خدا تعالیٰ کے اور اُسکے کلمے اور ابن محبوب کے جو مسیح ہی جاہ و جلال میں

تابمقدور خلل ڈالتا اور اُس تعالیٰ کی حیرت انگیز تحقیر اور تذلیل کرتا ہی جو خدا کی ذات
وصفات کی ابدیت کا تو مقرّ ہی پر اُسکی کلام سماویہ کی بقا کا منکر ہی - از آنرو کہ جیسا
ذوی الحیات ہونا اُس تعالیٰ کی مشہور صفت ہی اسیطرح ذوی الحیات ہونا کلام ربّانی
کا بھی ایک وصف معروف اور مشہود ہی - اور صاف روشن ہی کہ وہ کلام اللہ جو
ذوی الحیات کہلاتا ہی اُس شخص کی موت و زوال میں شریک نہیں جو مورد کلام ہی
چنانچہ روح القدس نے بزبان ذکریا نبی اُسکے ۱ باب کی ۵ اور ۶ آیات مذکورہ بالا
میں فرمایا تمہارے باپ دادے جو تھے سو کہاں اور انبیا کیا وے سدا جیتے ہیں
پر میری وے باتیں اور میرے وے احکام جو میں نے اپنے خدمتگذار نبیونکو فرمائے
تھے کیا وے تمہارے باپ دادوں تک نہیں پہنچے وغیرہ جس سے معلوم ہوتا ہی کہ
وہ کلام اور قول اللہ مورد کلام کی موت میں شامل ہوکر نہیں مرتا پر اُس رب ذوی الحیات
کی حیات میں شامل ہوکر جیتا ہی - اور جیسا اہل ایمان کو ہرگز نہ مرنیکا وعدہ دیا گیا ہی
خود خداوند کی زبان سے اِسیطرح موضوع الایمان جو قول اللہ ہی ہرگز مرنے اور زائل اور
ضایع ہونیوالا نہیں ہی - تو ہماری منّت ہی خدا کے لئے اُن سبھوں سے جو نہ خام اور نیم پختہ
بلکہ کامل اور حقیقی اور پختہ مسلمان ہونا چاہتے ہیں کہ وے خدا کے کلام سابق کے
اُس خاص وصف پر جو مکرّر سہ کرّر اُسکی طرف اطلاق کیا جاتا ہی سوچ اور غور کریں
اور اُسکے روبرو ہراساں اور ترساں بھی ہوں خصوصًا خداوند مسیح کے اُس سنجیدہ
اور دلسوز قول سے ہیبت زدہ ہوں جو انجیل یوحنا کے ۱۲ باب میں حوالہ قلم ہی وہ جو

مجھے ردّ کر دیتا اور میرے قول کو قبول نہیں کرتا اُسکے لئے ایک اِلزام کرنیوالا ہی وہ کلام جو میں نے کہا ہی وہی اُسکو پچھلے دن گنہگار ٹھہراویگا +

حضرت داؤد بھی کلام اللہ کی بقا اور برقراری پر صاف دال اور شاہد ہیں مثلاً ۱۱۹ زبور ۸۹ آیت میں فرماتے ہیں اے خدا تیرے کلام نے آسمان پر علی الدوام مضبوطی سے قیام پایا تیری شہادتیں پُشت در پُشت باقی رہتی ہیں تونے زمین کو ربط وضبط کی ہی تو وہ قرار پاتی ہی - جن آیتوں سے واضح اور روشن ہوا کہ جیسا اُن قوانین میں جن سے عالم شہود کا انتظام اور ارتباط ہوا کچھہ جنبش اور خلل وزوال نہیں آتا اِسطرح کلمات سماویہ الٰہی ہرگز ضایع اور زوال پذیر ہونیکے لایق نہیں ہیں اور اُسی امر پر حضرت یسعیاہ کے ۴۰ باب کی ۷ اور ۸ آیتوں میں مقوّی دلالت حوالہ قلم ہی - ہاں گھاس مرجھاتی ہی پھول کملاتا ہی پر ہمارے خدا کا قول ابد تک قایم ہی - اور جاے غور ہی کہ پطرس رسول اپنے اوّل خط کے پہلے باب میں صاف تقریر کرتا ہی کہ وہ کلام جسکی بقا اور ابدیت نشو ونما کی فنا پذیری کے ساتھہ مقابلہ کیجاتی ہی وہ کلام ہی جسکی بشارت و وعظ انجیل میں سُنی جاتی ہی - پر اس وجہ کی نقلی دلیلونکو بڑھانا فضول اور لاضروری ہی درحالیکہ خدا شناسوں اور خدا ترسوں پر یہہ امر بالبداہت ظاہر ہی کہ کلام اللہ فی نفسہ اور فی ذاتہ قابل تغیر وتبدّل نہیں - اور ہر شخص کو جو غور اور بے تعصّبی سے قرآن کی سیر ومطالعہ کرنیوالا ہی معلوم اور مبیّن ہی کہ وہی شہادت جو کتب منزلہ میں کلام اللہ کے قیام وبقا پر دی جاتی ہی قرآن سے مکرّر سہ کرّر حاصل

ہوتی ہی جو جاہے ولیم میور صاحب کی تصنیف کی ہوئی شہادت قرانی میں اور مولوی
صفدر علیصاحب کے نیاز نامے میں اِس امر کی بابت ہر شک وشبہ کی مرافعت کرے
اور تحقیق ہی کہ قرآن میں کتب سابقہ کی تنسیخ کا اشارتًا اور کنایتًا بھی کچھہ ذکر پایا نہیں جاتا
اور یہہ بھی ثابت ہی کہ ہجرت کے بعد دو صدیونکے عرصہ تک کسی کلام اللہ کے نسخ
ہونے کی حجت وبحث کسی کے سننے میں نہیں آئی اتنی مدت کے بعد بعض محمدی
مجتہدوں نے اللہ تعالیٰ کے دین حقیقی یعنی دین عیسوی کے وزن وکثرت دلایل
سے حیران ہو کر یہہ نئی حکمت نکالی ہر چند کہ مجتہد خلف وسلف اس اپنے افترا کے
امر میں باہم اتفاق نہیں رکھتے کہ کون کلام کسقدر تک منسوخ ہی اور وہ تنسیخ کون
کون شرایط وضوابط سے محدود ہی - ہاں ہزار افسوس کی بات ہی کہ یہہ بحث لفظی اور
نکتہ چینی حکیمونکے لئے محض قمار بازی ہی پر اِس کھیل میں جو ہار جاتا ہی نہ صرف اپنی ہی
جان کی بلکہ شاید لکھوکھا اور جانوں کی ہار رکھاتا ہی ازانجاکہ اِس بھاری مقدمہ کے
انفصال پر موت اور حیات ابدی موقوف ہی اور بیشمار خلق اللہ کی ضلالت اِسی
غلطی سے خروج کرتی ہی اور درحالیکہ خداوند مسیح فرماتا ہی دروازہ بہشت کا میں
ہوں اور رستہ میں ہوں اور حیاتِ وقیامت میں ہوں اور کُل عالم کی خلاصی اور
نجات کے لئے اپنی جان کا کفارہ عطا کرتا ہوں تو وے لوگ جو خلق اللہ کی رہنمائی
اور مرشدی کے دعویدار ہیں اُنپر فرض تھا کہ اُس منجی العاصین کیطرف اشارہ کریں
اور منّت سے بھی گمراہوں سے عرض معروض کریں کہ اُس دروازہ حق کے اندر ہو کر جیوے

برعکس اِسکے وہ صرف ٹھٹھے بازی اور مباحثہ اور پس وپیش کرنے میں عمر عزیز کو کاٹتے
ہیں اور مسیح کے ہمعصر یہود فریسیونکے موافق علم حق کی کلید لیگئے اور خدا کی درگاہ میں
داخل ہونیوالونکو دق کرتے اور ستاتے ہیں۔ اے صاحبو یہہ تمہاری حجت اور بحث نہ
پادریونکے ساتھہ اور نہ انگریزوں کے ساتھہ بلکہ خدا تعالیٰ رب العالمین کے ساتھہ ہے
آپ سے ہمارا یہہ سوال نہیں ہے کہ ہمیں بڑی اینجہانی شان اور قدر کے لایق جانو اور
بزرگ عہدہ داروں کی شمار میں حساب کرو یا اپنی مجلسوں میں صدر مسند پر بٹھاؤ۔ بر حق
جانو اُس تقریر کو جو توریت میں حضرت موسیٰ نے اور انجیل میں حضرت پولوس نے تسلیم
کی کہ وہ کلام نجات بخش جسکی بشارت اب ہندوستان میں فضل الٰہی سے ہوا کرتی ہے
نہ تو آسمان پر ہے نہ دریا پار ہے نہ حکیموں نہ زاہدوں نہ حاجیونکا ہے نہ ایسی بات ہے کہ
ملکی بحث اور کینہ اور مذہبی تعصب اور ہٹ دھرمی کا باعث اور گنجایش ہو بر اِس
امر میں غریب آدمزاد کی ملاقات خدا کے ساتھہ ہے۔ اُسی کی درگاہ میں اِس امر کا
جواب وسوال اور اِس حجت کا فتویٰ دیا جاتا ہے مسیح کی مسند عدالت کے حضور میں
حساب لیا جائیگا۔ اگر شاید ولایتی اُستادونکی تعلیم لینے سے عذر اور ہرج ہو تو ہم سے
علیحدہ ہو کر اپنی مجالس برادرانہ میں باہم ہو کر روح نور وہدایت سے توفیق مانگ کر
اُس کلام کو جو خلقت جدید کا تخم ہے غور سے مطالعہ کرو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے موضع
مذکور میں لکھا ہے کیونکہ وہ حکم جو آجکے دن میں تجھے کہتا ہوں وہ تجھہ سے پوشیدہ نہیں
اور نہ وہ دور ہے۔ بلکہ یہہ بات تجھہ سے بہت نزدیک ہے کہ تیرے منہہ ہی میں ہے

اور تیرے دل میں ہی تاکہ تو اُسپر عمل کرے۔ اپنے ہی نبی کی شہادت رد نہ کرو بلکہ
اپنے دل میں نقش کرو۔ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرَاۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَ
مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ اور پھر دوسری سورت کے اِس مضمون پر لحاظ فرماؤ۔
وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرَاۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَکَلُوْا
مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ۔ اور پھر محمد صاحب کا ایک صاف وصریح
قول آپ کے لئے غور وسوچ کے لایق ہی کَلَامِیْ لَا یَنْسَخُ کَلَامَ اللّٰهِ۔ تو آپ کے
اجماع اُمّت کو کہاں سے حقیت ملسکتی ہی اس اختیار اور اقتدار کی کہ ناسخ اور منسوخ
کی بابت نئے نئے عقیدونکو بناکر قول اللہ کی کمی بیشی کریں اور بھوکھے پیاسے بنی آدم
کو چشمۂ آبحیات سے جو صاف شفّاف اور صحت بخش ہی ممنوع کر کے روایات انسانی
کے گدلے پانی کے حوضوں کیطرف للکارکر اور ترغیب دیکر نہ قاتل اجسام بلکہ قاتل
ارواح ہو جاویں جس قتل اور خون سے کون زشت تر اور زبون تر اور عذاب جہنم کا
لایق تر ہو سکتا ہی خصوصًا بلحاظ اِس امر کے کہ وہی تمہارا نبی جسکے لئے آپ نے
انبیا اللہ کو ترک اور رد کیا ہی از آنرو کہ اُنکی میعاد خلافت اور اُنکے احکام کی تعمیل
کا وقت موقّت اور منتہیٰ اور گذشتہ ہی تو آپ ہی نے ارشاد کیا کہ جو فرقان مجھہ پر
نازل ہوا سو کتب سلف کا مہیمن اور مصدق ہی اور وہ اُنہیں گویا مستجمع جمیع فضایل
بناتا ہی چنانچہ یہہ شہادت قرآنی کتب موسویہ پر ملتی ہی۔ تَمَامًا عَلَی الَّذِیْٓ اَحْسَنَ +
صاحبو جائے فکر و تامل ہی کہ روز قیامت جو حساب اور قہر الٰہی کے اِظہار کا

دن ہوگا مدّعا علیہ اور مدّعی دونوں منصف العالمین کے تخت سفید کے روبرو حاضر کئے
جائینگے مدّعی تو شرع و کلام اللہ ہوگا مدّعا علیہ کُل خلق اللہ ہوگی پر اُس مدّعی اعظم و اعلیٰ کے
دعویٰ سے کون بچ سکتا ہی۔ اس عذر خواہی پر تکیہ کرکے کہ میں نے نہ اپنی خواہش
اور یقین پر بلکہ اجماع اُمّت کے فتویٰ پر بھولکر کتب سماویہ کی تلاوت اور کھوج چھوڑ
دی اور حضرت نوح کے ہمعصروں کے موافق اپنی کشتی پر سوار ہونا اُس سے بہتر جانا
کہ خدا کی بنوائی ہوئی کشتی پر چڑھکر طوفان قہر سے بھاگوں۔ اجماع اُمت اگرچہ کلام اللہ
کی شہادت جاوید و باقی کو مدّت زمان میں محدود کرنیکی غرض سے حکم جاری کرسکے
پر تو بھی کون اُس حساب آتشی کی آزمایش کو برداشت کرسکیگا جو کذب کی سب
بنیادونکو اُڑا لیجائیگی بموجب اُس تقریر کے جو یسعیاہ نبی کے ۲۸ باب ۱۴ اور ۱۵ وغیرہ
آیتوں میں مرقوم ہی۔ پس ای ٹھٹھے باز آدمیو جو اس گروہ پر کہ یروسلیم میں ہی حکمرانی
کرتے ہو خداوند کا کلام سنو۔ دیکھو میں صیہون میں بنیاد کے لئے ایک پتھر ڈالتا ہوں
ایک آزمایا ہوا گراں بہا پتھر۔ اور اولے جھوٹھونکی پناہ کو جھاڑ ڈالینگے جب وہ
مہلک تازیانہ چلیگا تب تم اُسکے چڑھانیوالے کے نیچے پایمال ہوجاؤگے۔ پس
اب تم ٹھٹھا نہ کرو نہ ہو کہ تمہاری بندیں سخت ہوجاویں ✣

کتب سماویہ سلف کی تحریف کی بابت جو اعتراضات اور حجتیں اہل خلاف
کے تعصّب شدید سے مبعوث اور شہرۂ عالم ہوگئی ہیں اُنکے جواب میں اِتنی پختہ
اور قوی دلیلیں مسیحی کشیشوں یعنی اماموں کی کتب بحث میں حوالہ قلم ہوگئیں کہ صرف

مجملاً اور اشارتاً اُنکا ذکر کرنا مصنّف رسالہ کو درکار ہی۔ مفصّل بیان اِس امر کا در رسائل مذکورہ بالا سے حقیقت حال کے ہر طالب و جویاں کو آسانی سے ملسکتا ہی۔ اور اِس مسئلے کے حق میں بھی بڑی خاطر جمعی اور تیقّن حاصل ہوجائیگا از آنرو کہ اِس قسم کے اعتراضونکا جواب بحث اور حجّت عقلیہ پر اِتنا منحصر نہیں جتنا کہ صحیح اور مستند روایتوں پر اور امور واقعیہ پر اور ایسے شخصونکی شہادت پر جن سے کوئی زیادہ معتبر گواہ قیاس میں نہیں آسکتا آنقدر کہ اگر شاید ایسے شخصونکے قول اور گواہی پر اعتقاد کرنے سے عذر ہو تو زمان سابق کی شہادتوں اور سندونکا ایمان سراسر عالم سے صفا اور محو ہو جانا ✢

اوّلاً وہ امر اہل محمد کے خاص غور و لحاظ کے لایق ہی جو در رسائل مذکور میں ثابت و نمایاں ہو گیا کہ کُل فرقان میں ایک بھی جملہ یا آیت موجود نہیں کہ جس میں کسی کتاب مقدس کی تحریف کا اِلزام کسی مسیحی پر لگایا گیا ہو یا خاص انجیل کی کسی آیت کی تحریف کا ذکر و بیان درپیش ہو ایسے مواخذہ اور شکایت سے کُل اہل مسیح مبرّا ہیں ایسا خلل اور نقصان اُٹھانے سے کُل انجیل شریف بھی مبرّا ہی۔ انجیل کی تحریف پر قرآن میں ذرا بھی شہادت و دعوی نہیں بلکہ جن مواضع میں تحریف اِنجیل کی تقریر بتاکید سے یا خود انجیل کے زور گھٹانے یا اپنی شہادت کا وزن بڑھانے اور مویّد کرنے کیواسطے محمد صاحب کو بڑا فایدہ اور مدد ہو سکتی تھی اُن میں وہ صاحب اِسطرح کے

عیب والزام کی بابت بالکل خاموش رہتا اور ادنیٰ سے ادنیٰ اشارہ تک اُسکا تذکرہ نہیں کرتا +

ثانیاً جائے غور وتامل ہی کہ جب اُمت یہود کے بعض ساکنان مدینہ پر توریت کے محرّف کرنیکا الزام قرآن میں اطلاق کیا جاتا تو اُن یہود کی تحریف کے بیان میں یہہ امر صاف معلوم اور نمودار ہی کہ تحریف مذکور سے وہ تحریف مراد نہیں جیسے اکثر مجتہد اور مولوی صاحبان سمجھتے ہیں اور کتب سماویہ کے ردّ اور متروک کرنیکا حق اور وہی باعث بتاتے ہیں یعنی تحریف مذکور سے یہہ مراد نہیں کہ کلام اللہ میں کچھہ کمی بیشی آگئی از آنروکہ اصل متن میں صحیفہ یا باب یا فصل یا آیت یا جملہ کا نقصان عمدًا وقصدًا امرور زمان میں درج ہوگیا۔ دونوں اصحاب مذکور نے دوذیل معروف آیتوں سے یہہ امر عیاں اور نمایاں کیا ہی کہ تحریف سے مراد ہی کلام اللہ کا نقل مواضع کرنا اور قرینۂ کلام سے علیحدہ کرکے اُنکے اُلٹے معنی بتلانا اور مختلف معانی اور مضامین کے فقرات اور آیات جابجا سے چُنکر جو پیوند کے لائق نہیں پیوستہ کرنا اور جن جن شہادتوں کو فاش وپدید کرنا حق ولازم تھا اُنہیں دغا اور فتنہ وفساد سے مخفی اور محجوب کرنا جس سے شہادت اللہ کی کاملیت اور کلّیت میں نقص وخلل آجاوے اور کم عقل کم علم جویان حق فریب کھاویں۔ اِس معنی کی حقیقت کی ایک دلیل فرقان کی ۵ سورت کی ۱۶ اور ۱۷ آیتوں سے لیجیو۔ وَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا

بِهٖ وغیرہ۔ اور اُسی سورت کی ۴۷ آیت سے اور ایک دلیل نکلی۔ وَمِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْۢ بَعْضِ مَوَاضِعِهٖ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وغیرہ +

امر ثالث غور کے لایق اِس مسئلے میں یہہ ہی جسکے بعض علماء محمدی لاپروائی سے مُقرّ اور قایل ہیں کہ ہر چند فرداً فرداً اور جداجدا نسخجات میں سہواً یا قصداً ازراہ نقص مزید خلل آسکتا تھا اور آبھی گیا اور زمان سابق کی ہر سند میں ذراسی کمی بیشی کا عیب علّت وخفّت اِنسانی کے شرایط ضروری میں سے ہی اور بیشک نقلی سہوونکی کُل تعداد بڑھجائیگی بقدر شمار نسخجات کے اور بہیں قدر کہ ہر شخص کو کتابت اور تلاوت کتب کی اجازت بے روک ٹوک دیجائے توبھی خود انجیل کے اصل متن میں اور اصل معانی اور مضامین میں اِسقدر خلل ڈالنا جس سے وہ غیر مستند اور غیر صحیح اور غیر معتبر ہوجاوے ہر صورت سے محال ہی ازآں جہت کہ زمان عیسوی کے شروع ہی سے یعنی اوّل صدی سے متواتر پُشت در پُشت کلام اللہ کی دستیابی کی آرزو اور اُسکی قلم نویسی اور تلاوت کا عجیب و نادر اشتیاق شہر شہر اور مُلک مُلک منتشر ہوگیا اور جہاں جہاں مسیحی جماعتونکی رقابت اور مہیمنیت میں کتاب شریف کا کوئی جزء مخزون اور محفوظ رہا وہاں وہاں مکتوبات انجیلی معہ اسناد دیس ماندہ انبیا نقل ہونے کیواسطے اور محققین کی خاطرجمعی کیواسطے ڈھونڈھے بھی گئے اور بیشمار نسخجات قریب وبعید سب اطراف اور اکناف ربع مسکون میں متداول اور مروّج ہوگئے۔ یقین ہی کہ خداتعالیٰ جسنے بافاضت روح القدس

کی قدرتوں اور خوارق عادت کے آفتاب صداقت کی شعاعوں سے عالم کو منوّر کیا اُس نے ایسی خام تدبیر اور بندوبست نہیں کیا کہ اُس نور کی بشارت اور مژدہ کا نہال کھلنے اور اُنگر کے نکلتے ہی اُسی دم اِنسان کے ظلم وفریب سے گُھٹکر فوت ہوجاوے اور اُسکی ازلی تقدیر و مصلحت جو پیش از بنائے عالم حکمت بقیاس سے ایجاد ہوئی تھی عمل میں آتے ہی بے اختیار اہل خلاف کی خواہش اور اختیار میں ترک کیجاوے جس خدا تعالیٰ نے اپنی برگزیدہ قوم اسرائیل کی ولادت وطفلیت ہی سے اِتنی لطف و پیش بینی سے اُسکی رعایت اور نگہبانی کر کے مصر کے تنور سے چھڑایا تھا اور ہیرودیس بادشاہ کی بدمشورتوں سے قوم اِسرائیل کا وہ عمدہ مولود اور کُل خلقت کا نخست زادہ یعنی اپنے کلمے اور ابن محبوب کو خلاص کیا تھا سو اپنے وسایل میں ایسا تنگ اور لاتدارک نہیں تھا کہ اپنے لطف وفضل کا اظہار اور اشتہار جو کلام انجیلی ہے اُسے دو ایک گوشہ نشینوں کی امانت میں حوالہ کردے جنکے حق میں اگر کوئی خطرہ بھی بیوفائی اور سازش کا نہ ہوتا بہرحال خدشہ اور خلش بعضونکے دل میں پیدا ہوسکتا اور معترضوں کی شکایتوں اور اِشتباہوں میں کچھہ صورت اِنصاف اور واجبیت کی دکھلائی دیتی ہرگز ہرگز نہیں بلکہ قسم قسم کے اہل خلاف کے روبرو خواہ یہود خواہ یونان علماء و حکماء خواہ عوام کا اژدہام خواہ کینہ ور رفیقوں کے حریف سبھونکے مقابل کُھلّم کُھلّا خدا تعالیٰ نے اپنا کلام روشن اور مبیّن کشف کیا از آنرو کہ نہ اشخاص مفرد بلکہ بزرگ جماعتیں متعدّد اُن پاک نوشتونکی مہیمنیت کے متولّی ہوکر اُنکی شاہد اور بشیر ہوجاویں

چنانچہ ۶۷ زبور کی ۱۱ آیت میں لکھا ہی خداوند نے حکم دیا اور خوشخبری دینیوالونکی
بڑی جماعت تھی - اور اگر شاید ایک شخص یا ایک جماعت کے نسخوں میں یا ایک
اسقف (یعنی پاک جماعتونکے رقیب و نگہبان) کی عملداری کے حلقہ اور دائرہ
کے اندر نسخجات کلام میں کچھہ خلل یا کمی بیشی پڑجاوے توجب وے نسخجات ناقص
و قبیح باقی اطرافوں اور عملداریوں کے نسخجات کے ساتھہ مقابلہ کئے جاویں بانظور
کہ نئے پرانے - غیر صحیح اور صحیح ترین - وے جو جائے نزول کتب سے دور بعید
شہروں میں ملے اور وے جو قریب شہروں میں ملے - وے جو جاہلوں کے
ہاتھہ سے قلمبند تھے اور وے جو عالموں اور خوشنویسونکے ہاتھہ سے قلمبند تھے یہہ
سب جب باہم ملائے جاویں تو بقدر وسعت انسانی اصلی صحت میں محفوظ ہوکر
بتوفیق خدائے قادر وے کتب معتبر اور مستند اور لایق تسلیم کے ہو جاویں - ذیل کے
ابواب میں انشاالله اس امر کا بیان بمزید تفصیل و تطویل ہو جائیگا - اتنا یقین ہی کہ
ربّ تعالیٰ کی مرضی تھی کہ وہ واقعہ نادر اور سلامت بخش یعنی شاہ صلح و نجات کا
ظہور ایسا صاف روشن اور نمودار اور مفہوم ہو جاوے کہ جمہور اُناس اُسکی تنقیح اور
تحقیقات کرسکیں - کسی معترض کو جائے شکایت نہو کہ سندیں زمین کے گوشۂ
پنہاں میں ورائے حجاب مستور ہوگئیں صرف تھوڑے ہی پہنچے ہوئے نکا خاص
مال اور حصّہ مقیّد ہیں ÷

رابعًا ارسطاطالیس حکیم صاحب نے کہا ہی کہ نہ صرف پختہ نصوص اور

حجت قطعی سے متکلم لایق اعتبار و اعتماد جانا جاتا ہی ولیکن اِس سے بھی مؤثر اور وزنی
قول کا معلوم ہوتا ہی کہ اُسکا مزاج خیر و صادق اور سلیم دکھائی دیتا ہی اِس حال
میں حاضرین و سامعین معتقد ہونا چاہتے ہیں اور اُنکے دل تیقن پذیر ہوتے ہیں
اِسیطرح کی تاثیر اور خاطر جمعی اور تیقّن حق جویونکے ضمیر میں پیدا ہوتی ہیں جب
مسیحی محققین کا مزاج اور ارادہ دریافت کرتے اور مدت طویل کے تجربے سے
معلوم کرتے ہیں کہ اُنکے مزاج میں کتنی صدق دلی اور بیغرضی اور حق و راست کی
محبت محض و سادہ اور ہر ایک امر میں حقیقت حال کی جستجو اور دریافت کا اِشتیاق
تھا اور صرف یہی نہیں بلکہ ہر ایک حق جو کا تیقّن اور خاطر جمعی اَور بھی بڑھکر ہو جاتی
ہی جب وہ اِن محققین مذکور کی تنقیح حقایق اور قواعد تحقیق و تفتیش پر لحاظ کرتا اور
اُن سے خوب واقف ہو جاتا ہی کہ قطع نظر از تعصّب وے ہر صورت کی خودغرضی
اور طرفداری اور رعایت سے بعید اور متنفّر ہیں بلکہ اِس مزاج کی اتنی سختی اور شدّ
و مدّ سے مقتضی ہیں کہ بعض عنادی اور متعصّب اُنپر گلہ اور مواخذہ کریں اِس امر میں
یوں کہکر کہ تمہارے قواعد تحقیق اِسقدر شدید اور جبر آمیز ہیں کہ بعض آیتیں کہ باعتبار
اِسناد قدیم کی صحت و کثرت کے محفوظ و منظور رہونیکے لایق ہیں آپ نے اصل متن
سے متروک جانا اور بتلایا۔ اِسیطرح محققین مسیحی نے دور و بعید کے مشرق و مغرب
سے نئے پُرانے نسخجات عہد عتیق و جدید جمع کرکے اُنہیں باہم مقابلہ کیا جیسے
مولویان اور مجتہدان محمد آپ بھی جانتے ہیں اور طوعًا و کرہًا اِس امر کا مقر ہونا

اُنپر فرض ولازم ہی اور صرف اصل متن کے نسخجات نہیں بلکہ نہایت قدیم زمانوں کی
تفسیروں اور تشریحوں اور ترجمونکو جزئیاً وکلیتاً جو سن عیسوی کی دوسری صدی
سے چھٹی صدی تک کلام اللہ کے شوق وذوق کے سبب طیار ہوتے اور منقول ہوتے چلے
جاتے تھے اُن محققین نے اتنی کوشش اور صبوری اور خرچ زر اور مداومت سے جمع کرلیا ہی
جتنی اُن غوطہ بازوں کی ہی جو عمیق بحر سے مروارید ونکو نکالتے ہیں اور صرف یہی
نہیں بلکہ جو آیات مفرد اُن اوّل صدیوں کی کتب پس ماندہ میں موجود ہیں خصوصًا
اُنہیں جو بحث اور حجّت کے مطالب کی بابت حوالہ قلم ہوگئیں اور اختلاف رائے
کے موجب وباعث ٹھہریں بڑی دقّت اور خبرداری سے چُن بینکر روشن کرلیا۔
جس سے حتّی الوسع تا درجہ کمال ہر صدیق اور حق جو اور متمیز نکات کو معلوم اور
دریافت ہو کہ اصل متن معتمد اور مستند کون ہی جسکے بابت تخریب وتبدیل وسہو نقلی
کا کوئی خدشہ یا اشتباہ واجبًا اور معقولاً پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس تحقیقات کے
بعد جو شک کرے صرف محالات کا مقتضی ٹھہرایا جائیگا ازانجہت کہ اشیائے اور
واقعات قدیم الایّام کے ایسے دلایل مانگتا ہی جیسے حال کی باتونکے اور علم اخلاق
والٰہیات میں ایسی حجّتیں اور نصوص طلب کرتا ہی جیسے علم ہندسہ وہیئت ونجوم اور
باقی علوم طبعیات سے مطابقت رکھتے ہیں پس یہہ علم وحکمت کے خلاف قواعد
ہی۔ خیر صاحبو محققین مذکور کی تنقیح اور تحقیقات کے طریقہ کو اس رسالے کے
مصنّف نے خود اپنے تجربے سے معلوم ودریافت کیا ہی یعنی جابجا اور مُلک بمُلک

سیر وسفر کرکے اور کتب خانوں میں دخل پاکے اُس تفتیش کے نتیجونکو ثابت کیا۔ پس
اِس تنقیح اور تحقیق کے حاصلات میں سے ایک بات یقینی یہہ ہی کہ چھہ سات ورنی
آیات میں خود اصل انجیل کی تو نہیں مگر زمانوں میں بعض ملکوں کے نسخجات کی تخریب
یا تبدیل یعنی کمی بیشی ہو گئی۔ اب محققین نے اُن غیر معتبر نقلونکو بڑی محنت و مشقت سے
اُن صحیح اور مستند اور لایق التسلیم نسخونکے ساتھہ مقابلہ کرکے حقیقت حال کو صراحتاً بہتیں نظر
روشن اور واضح کیا اور جن جن آیتوں کی سندونکے وثوق میں کچھہ خلل و قصور داخل
ہوا تھا اُنپر بعد امتحان کے محروم کرنیکا فتویٰ دیکر باقی آیتوں کی وثاقت اور سندیت
ایسی قوی شہادتوں اور مضبوط دلیلوں سے ثابت کی کہ خدا کا بندہ بڑی شکر گذاری
اور خاطر جمعی سے کہہ سکتا ہی۔ خدا کی حمد ہی کہ خود اصل انجیل بے تخریب و تبدیل مجھے
دستیاب ہی اور ہر صورت سے قبولیت اور اعتقاد اور اطاعت احکام کے لایق ہی۔
اگر کوئی شخص صدق دل یا طلب دقت سے اُن چھہ سات آیات مذکور کے باب
میں سوال کرے کہ اُنکا وزن کسقدر تھا تو بڑی تسلّی کا جواب حق یہہ ہی کہ جب متروک
بھی ہوئیں تب بھی دین حق کے عقیدوں میں ذرا بھی نقص و قصور نہیں آتا۔ اعتقادات
کے ہر جزو اور نقطے کی بنیاد کافی و وافی ثبوت سے مضبوط اور پختہ باقی رہتی۔ دروازہ
بہشت کا جو انجیل و توریت میں بتلایا جاتا ہی ذرا بھی نہیں ہلتا۔ راستہ نجات اپنے
اصلی سیدھے پن سے ذرا بھی پھیر و پیچش نہیں کھاتا۔ پھر ایک مدد اِس تحقیقات میں
یہہ بہت بھاری ہی کہ دوسری تیسری صدیوں میں قریب اُنہیں عقیدوں کے بابت

بحث ومناظرہ ہوا کرتا تھا جواب اہل مسیح اور اہل محمد کے درمیان مشہور ہیں اور تب بھی مسیحی اسقف اور کشیش اور معلّم اپنے اپنے زمانے کی مروّج اور معروف کتابوں سے اکثر اُنھیں نقلیات سے دین کے عقیدوں اور سب اعتقادات کو تصدیق کیا کرتے تھے جو اَب کتابوں میں موجود ہیں اور جن سے اِجماع مومنین کا ایمان اور عمل مربوط ہے +

اگر شاید کوئی معترض کہے کہ بلاشبہ تمہارے مصحّحین اور محققین کی نیّت اور ارادہ خیر و درست اور تعریف کے لایق ہے پر اتنی مدّت مدید کے بعد اُنکی محنتوں کا کیا حاصل - اِتنی دور اور قدامت کی باتوں کی تحقیق میں کہاں سے کوئی معتبر مدد ملسکتی ہے اور اِتنی عمیق اور متّواج بحر ذہن سے دُرّ حقیقت کے کھوج نکالنے کی کون اُمید قرین قیاس یا امکان ہوسکتی ہے - اِس اعتراض کے جواب میں میری عرض ہے کہ نہ صرف اِن پچھلی صدیوں میں محققین اِسقدر صدق دل اور صابر اور ساعی اور جماعت مومنین و راشدین میں رونق افزا رہے ہیں مگر دوسری صدی کے اِنتہا سے لیکر ایسے محققین کی پکّی خبر اور صاف پتا ملتا ہے اور اُنکی تصنیفات کُلّیتاً تو نہیں پر جزئیتاً محفوظ اور موجود ہیں اور اُنکی تعریف اور تنقیر سب جماعات رسولیہ میں آجتک شروع سے سُنی جاتی ہیں مثلاً اُرجن صاحب جو مصر کے دارالخلافے یعنی سکندریہ اعظم میں جماعت عیسوی کا بڑا عہدہ دار اور معدن علم و معرفت تھا اور اُسکے مرید اور تابعین خصوصاً پمفلوس نام ایک مصنّف اور معلّم صحیح ترین نسخے اِنجیل و توریت وغیرہ کے بٹورنے اور مقابلہ کرنے میں جوانی سے لیکر بڑھاپے تک مشغول و مصروف رہے - اور بیشک

دوسری صدی کے اخیر میں جو نسخجات پُرانے جانے جاتے تھے تحقیق بڑے پُرانے ہونگے اور جبکہ ارجن صاحب نے اپنے عصر کے پُرانے نسخجات سے عقائد حقیقی کا وہی اصل اور تخم نکالا جنکے وعظ و بشارت کے سبب اب بھی اجماع مسیحی کے کشیش اور پادری صاحبان بعض مولوی صاحبوں کے قلم و زبان سے تمسخر بردار اور طعن پذیر ہیں تو کیا جائے تعجب ہی کہ اور مصحّحین اور حق جویوں کی اتنی جستجو اور تفتیش کی سخت محنتوں کے بعد انشا اللہ ہماری بڑی خاطر جمعی اور تسلّی اور مژدہ سلامت کی بشارت میں بڑی لاپروائی پیدا ہوتی ہی ✣

اب ظاہر اور واضح ہوگیا کہ مصحّحین حقیقت اندیش کی کوشش اور سعی سے یہہ نتیجہ حاصل ہوا کہ بیس سے بیس ۶ یا ۷ وزنی آیتیں منجملہ آیات کے جو عقاید عیسوی کے ثبوت میں مفید تو ہو سکتیں پر سراسر ضروری اور لازمی نہیں ہیں ہمنے متروک اور غیر صحیح مان لیں پر تو بھی کلّیت عقائد سے ایک شوشہ نقطہ تک بھی نہیں کھو دیا اور خصوصًا ایک بڑا بھاری فائدہ اِس تحقیقات سے حاصل ہوا جو غور و تامّل کے لایق ہی کہ باقی سب آیتوں کی صحت اور اصلیت اور غیر متروکیت اُنہیں مصحّحین کی محنتوں سے اور تحقق کے اُسی طریقہ اور شرائط پر اُتنی ہی مضبوطی سے واثق اور معتبر اور لایق تسلیم بتائی گئی جس سے اُن تھوڑی آیتو نکا ردّ کرنا یا لازم یا مستحب معلوم ہوتا ہی تو حاصل کلام یہہ ہی کہ جو کچھہ متروک ہوگیا اُس سے عقیدوں کی کفایت دلایل میں کچھہ نقصان نہیں آیا اور جو باقی رہا تو تحقیق اور تنقیح سے اِتنی مضبوط اور بے تردّد اور لاجنبیدہ بنیاد ہنر

مبنی ٹھہرا کہ تا وسعت انسان کوئی شے مضبوط تر نہیں ہوسکتی درحالیکہ نہ صرف اتنی
بات صاف وظاہر ہی کہ دوسری صدی کے اخیر سے لیکر محققین اور مصحّحین کی
سلسلہ بندی متواتر ہی بلکہ یہہ بھی کہ اُنکی تفتیشوں اور تحقیقات کے بڑے فوائد اور
نتائج اور حاصلات اُنکی تصنیفات میں مرقوم موجود ہیں اور وے گواہ ایسے تھے جنکی
عمر کے احوال اور اُنکی لیاقت اور استعداد اور مزاج اخلاقی اور روحانی تواریخ کلیسیا
یعنی اجماع مقدّس کی کتب سے نہ ازراہ مبالغہ بلکہ بہ تمیز و قدر دانی صاف معلوم
ہوسکتے ہیں اور اگر شاید کوئی منصف مزاج اور روشنضمیر اُنکا بیان پڑھے تو لا پروائی
سے کہیگا کہ لامحال جتنی علامتیں وفاداری اور معتبری کی اِس عالم فانی میں ملسکتیں
اور راست قاضیوں اور عدالت نشینوں کے حضور منظور ہوتیں اِتنی ہی اُن محققین
میں بڑے کمال سے پائی جاتی ہیں۔ اِس سبب سے جتنے معترض حق گو اور راستجو
ہیں اُنکے روبرو ہماری پوری خاطرجمعی ہی بلحاظ اِس یقین کے کہ اُس خاص علم و
فن میں جو کُتب سلف کا علم و فن معروف ہی جتنے دلائل صحت و ثاقت اصحاب تمیز و
عدل کی رائے کے بموجب کافی ووافی ٹھہرتے ہیں اِتنے ہی دلائل کتب الہامیہ کی حفاظت
و رعایت کے بابت حاصل و موجود ہیں جیسا ایک ذیل کے باب میں زیادہ تفصیل سے بیان
ہوگا انشاالله۔ پر مسیح کے متعصب اور کینہ خواہ مخالف جو محالات کے مقتضی ہیں ہرگز
کسی دلیل سے راضی اور خاطرجمع اور خوب مصدّق باتونکے قایل نہونگے اُن کے
حق میں کیا علاج باقی ہی مگر یہہ کہ خداتعالیٰ کی عدالت اور صدور فتاوے کی اُس

بڑی سند کے حوالہ کئے جائیں بموجب اُس ارشاد کے جو پولوس رسول کے خط اہل قرنتس کے ۴ باب کی ۵ آیت میں ہی اسواسطے جب تک خداوند نہ آوے تم وقت سے پہلے عدالت کرکے فیصلہ نکرو وہ تاریکی کی پوشیدہ باتیں روشن کریگا اور دلوں کے منصوبے ظاہر کریگا تب خدا کی طرف سے ہر ایک کی تعریف ہوگی ۞

باب سیزدهم

دربابِ آں شہادت کہ اجماع عامہ مومنین ومجتہدانش کہ خلفاءِ رسل اند بر معتبری وصحت و وثاقت کتب مقدسہ از اعمال واقوال وتصنیفات خود درپیش گذرانیدہ اند

باب گذشتہ کے مضمون سے متعلق دو اَور امور ہیں جنکے ملاحظہ کے بغیر کتب سماویہ کی حفاظت ورعایت کا حال خوب ترین طور پر معلوم نہیں ہوسکتا ❊

اُس باب کے حواصل کلام سے ثابت اور روشن ہوا کہ اوّل زمان سے تا زمان حال بعض مشہور اور قابل اور معتبر معلّموں نے یہہ بھاری مہم اپنے ذمّہ لی کہ کتب سماویہ منزّلہ یعنی توریت - انبیاء - انجیل وغیرہ کے نسخجات صحیح وسلیم اور مستند وثقہ صبر اور صرف کثیر سے اکٹھا کرکے اور باہم مقابلہ کرکے عین اصل متن کی حقیقی صورت دکھاویں اِس غرض سے کہ وہ نقل مصحح اور محکم آیندہ زمانوں کے لئے ایک صاف پختہ اور پیش نہاد نمونہ اور میزان ہوجاوے - یہہ سب مجتہد اور معلّم مذکور صرف اپنے مزاج کی صلاحیت وروحانیت سے اجماع عامہ کے ستارہ گان نورافشاں کی مانند نہ تھے بلکہ علم وحکمت ومعرفت سے شہرۂ عالم بھی تھے لیکن خصوصاً یہہ امر غور ولحاظ کے لایق ہی کہ نہ صرف اپنی خاص رائے اور خیال وقیاس پر گواہی دیا کرتے تھے بلکہ جن جن جماعتوں کی پیشوائی اور کار وخدمت روائی اور مرشدی اُنکو سپرد

ہوئی اُن جماعتونکے خلیف اور وکیل اور گویا قایم مقام اور ایلچی اور مترجم تھے ۔ مثلاً ارجن صاحب جو سکندریہ مصری کا پیشوا تھا تا آنقدر کہ اُس شہر کے مدرسہ جات شہرہ عالم کے مدرسونکا مدرس تھا اور جیروم صاحب جو بیت لحم یہود میں زاہد خانے کا پیشوا تھا اور بڑے روم میں بھی بڑا عہدہ دار اور وہانکی جماعت عیسوی میں نہایت عالیقدر اور عظیم الشان تھا اور واعظین و شارحین میں نادر و ممتاز ۔ یہہ اور اُنکی مانند باقی اساطین اجماع مومنین اپنی اپنی جماعتونکے معلم اور خلیفہ تھے اور اُسکے مفہوم و ضمیر کے اظہار کرنے سے متوکل اور متولی تھے ✣

یقین ہی کہ خداوند مسیح نے طرح طرح کے عہدوں اور منصبونکو اپنی کلیسیا یعنی اجماع عامہ مومنین کے سپرد کیا اور اُس خدمتگذاری کے فرایض اور لوازم میں یہہ بھی شامل تھا کہ کلام اللہ کی کتب منزلہ کو اُنکے اوائل کی صحت اور اصلیت میں محفوظ و محروس رکھیں ۔ خصوصاً یہہ بھاری کام اجماع مقدس کے عہدہ داروں اور منصبداروں کے ذمہ اور حوالے کیا گیا ۔ یعنی اسقفوں اور کشیشوں اور اُستادوں اور سب اصحابونکے جو بسبب اوصاف اخلاقی اور فضایل عقلیہ اور مدارج روحانی کلیسیا کی پیشوائی اور نگہبانی کے مستحق اور مستعد گنے جاتے تھے تو یہی اشخاص کما حقہ اِس خدمت عالی اور ثقیل یعنی رقابت کتب سماویہ کے ذمہ دار ہوگئے اور جو کچھ اُنہوں نے اِس بات کے حق میں کیا سو نہ اپنے فائدے اور ناموری کے واسطے اور نہ اپنی خواہش اور اختیار اور تحریک دلی سے کیا بلکہ خود مسیح اور اُسکی کلیسیا

کی خادمیت اور عبدیت کے طور پر اور کلیسیاء کے عوض اور اُسکے روبرو اور اُسکے
فائدے اور تعمیر کے لئے اور اُسکا وجوب وحق اُس سے ادا و وفا کرانے کے لئے
اور روح القدس موعود کی تقویت اور توفیق کے لاپروائی سے اُمیدوار ہو کر جو مسیح کے
وصیّت نامہ کے موافق عاقبت تک اُنکا گویا مال متروک اور ورثہ عزیز اور لامتغیّر
ہونیوالا تھا چنانچہ مسیح کا قول رسولوں کے اعمال کی کتاب کے پہلے باب میں
مرقوم ہی لیکن جب روح القدس تم پر آویگا تم قوت پاؤگے اور یروسلم اور سارے یہودیہ
اور سامریہ بلکہ زمین کے آخری حدود تک میرے گواہ ہوگے ۔ تو جب مقدس رسولوں
کی طرف سے کوئی خط و مراسلہ کسی خاص جماعت کے پاس پہنچایا گیا تو وہ جماعت
مشرف کُل کلیسیاء کے عوض اُس خط کی حفاظت و رقابت کی اَمانتدار اور ضمانتدار
ہوگئی از آنرو کہ فی التحقیق وہ مراسلہ روح القدس کی طرف سے عطا و عنایت فرمایا
گیا تھا پس روح اللہ کی بخششیں اور نعمتیں عام منفعت کی برکتیں ہیں تن تنہا کی نہیں
ہیں خواہ شخص ہو خواہ جماعت ہو اور اُس خاص جماعت کے اساقیف یعنی پیشوا اور
کشیش اِس گنج زر کے رقیب و نگہبان تھے ۔ غرض جسطرح کُل کلیسیا یعنی اجماع عامہ
مومنین خود مسیح کی طرف سے اَمانتدار اور ضمانتدار ٹھہری اور ہر خاص جماعت
دونوں یعنی مسیح اور کُل کلیسیا سے ذمّہ دار ہوگئی ۔ اِسیطرح اُس جماعت کے جو عہدہ دار
عالی منصب تھے اپنی تمام برادری مسیحی کی مہر و پروانگی سے اِس حق میں اُنکے
عوضی تھے اور بعد مسیح کے اُنہیں کے روبرو اُنکی جوابدہی تھی ۔ مثلاً جیروم صاحب

کے ۴ صدی کے اخیر میں اپنے اُن خطوط کے جواب موجود ہیں، ۲۷ خط میں فرماتا ہی
قولہ جب مجھے معلوم ہوا کہ میرے عصر کے سب کتب الٰہی کے ترجمے قبیح اور ناقص
ہو گئے تو میں نے بڑی محنت و مشقت سے عمدہ یونانی نسخوں کے ساتھہ اُنہیں مقابلہ
کر کے صحیح کیا - دیکھو صاحب مذکور نے جو کچھہ کیا خفیتاً نہیں کیا بلکہ علانیتاً چونکہ اپنی
سب محنتوں کے حواصل و فوائد کُل کلیسیا کا عام فائدہ جانکر رسائل کے ذریعہ سے
اُسے اپنی اِس خادمیت اور اُسکے پھل اور حاصل سے آشنا کیا اور بڑی بڑی جماعتوں
یعنی روم یروسلیم کرتھج وغیرہ کے اساقیف سے صلاح لی - چنانچہ اُس معلم معروف نے
خود مسیح اور اُسکے رسولوں کے اِس مقولہ کو نہایت عزیز و منظور کیا کہ کُل اجماع مومنین
ایک بدن ہی جسکا سر مسیح ہی اور ایک درخت ہی جسکی جڑ اور تنہ مسیح ہی - پس بعد مسیح
کے کُل کلام اللہ کی مہیمنیت تمام اجماع کی امانت اور ولایت میں سونپ دیگئی اور
علیحدہ علیحدہ اجزا اُن جماعتوں کے ذمّہ ہوئے جو شروع میں اُنکے جائے ورود و
وصول ہونے سے مشرّف ہو گئی تھیں - مثلاً جماعت قرنیتہ خط باہل قرنت کی اور
جماعت رومی خط باہل روم کی نگہبان اور گویا خزانچی ٹھہری - اور بیشک یہہ بندوبست
عمدہ اور واجبی تھا کہ بڑی بھاری جماعتیں اور بالاختصاص وے جو رسولوں اور
اُنکے تابعین کے ہاتھہ سے مبنی اور معمور ہو گئی تھیں اُن کتابوں کے اصل متن کی
صحت اور معتبری کی رعایت سے متولّی ہو گئیں - اور یہہ امر کہ اوّل زمانکی سندیں
اور نسخجات اُن جماعتوں اور اُنکے پیشواؤں کی نگہبانی اور خبرگیری میں سپرد ہوئے

رسولوں کے اعمال کے ۱۶ باب کی ۴ آیت سے صاف وصریح ثابت ہی۔ اور جب
وے شہروں میں گذرتے تھے تو اُن حکموں کو جو رسولوں اور بزرگوں نے یروسلیم میں
ٹھہرایا تھا اُنہیں پہنچایا تا کہ اُنکی محافظت کریں سو کلیسیائیں ایمان میں مضبوط ہوئیں
اور گنتی میں روز بروز بڑھتی گئیں۔ اور بیشک یہہ بھی اُن علتوں اور غرضوں میں
سے تھی جنکے لئے روح القدس کی حضوری کے دوام اور قیام کا وعدہ اجماع عامہ
کے بیچ عنایت ہوا اور تقویت و ترقی اور خاطر جمعی کا باعث تھا جیسا یوحنّا رسول
نے اپنے اوّل خط کے دوسرے باب میں فرمایا جو مسح تمنے اُس سے پایا تم میں بحال
رہتا ہی اور تم اِسکے محتاج نہیں ہو کہ کوئی تمہیں سکھاوے بلکہ جیسا وہ مسح تمہیں سب
باتیں سکھاتا ہی اور سچ ہی جھوٹھہ نہیں اور جیسا اُس نے تمہیں سکھایا ویسے تم اُسمیں
قایم رہوگے۔ اور جاے شکر و حمد ہی کہ جو اشخاص پُشت در پُشت علم و عقل اور صداقت
و صلاحیت کے حق میں معروف و ممدوح تھے اور سب سے خوش آباد اور شریف اور
رونقدار جماعتوں کے پیشوا تھے اُنہوں نے رعایت اور محافظت کتب مقدّسہ سے
کوئی بہم بہترین نجانی اور محنت کا پھل ظاہر و واضح کیا تا آنکہ کوئی معترض اور بدعتی
فریبی جائے اخذ و تعرّض نپاوے بلکہ ابن اللہ کے حضور میں خاموش اور شکستہ دل
اور قائل حقیقت ہو کر اُسکے تابعین کی شمار میں حساب کیا جاوے۔ جو صاحب اوقات
گذشتہ کی مسیحی کلیسیا کی خبروں اور روائتوں سے واقف ہیں وہ خود جانتے ہیں
کہ اُن محققین نے جو اتنی سعی اور کوشش سے نقلونکی تصحیح کی سوا اکثر محض حقیقت خواہی

اور حب صداقت سے کی نہ کہ مولوی صاحبان سے مجبور ہوکر اور اُنکے ڈر کے مارے
یہہ کام کیا۔ چنانچہ مصنّف رسالے نے اکبر آباد کی مجلس بحث میں یہہ عرض کی کہ ایسے
صدق دلوں اور حقیقت اندیشوں کی تقریروں پر غور کرکے مولوی صاحبان کو نچاہیے
کہ اُن تقریروں سے موجب لاف زنی اور زبان درازی اور تردید کلام کا باعث نکالیں
بلکہ لازم ہی کہ اُنکی شہادت بغرض سے مجذوب ہوکر آفتاب رحمت وسلامت کیطرف متوجہ
ہوں اور تعصّب کی بیہوشی اور غفلت کی نیند سے جاگیں جب تک رحمت کا وقت
ہی اور قہر کا دن طلوع نہیں ہوا +

اور اِس خیال کو مضبوطی اور تاکید سے پکڑنا اور ہرگز فراموش نکرنا چاہیے کہ خداوند
مسیح نے صاف ظاہر فرمایا کہ میں نے اپنی کلیسیا یعنی اجماع عامہ مومنین کو اپنا مہتمم اور
مختار کار اور ولی ذوی الاقتدار اِس عالم میں مقرر کیا ہی اور یہہ قول وقرار بھی کیا کہ
میں زمانے کے تمام ہونے تک ہر روز تمہارے ساتھہ ہوں اور میں صاف وتازہ
ریزش روغن کے موافق اپنی روح کی تنویر وتقویت وتقدّس کی تاثیر ونکو اُنڈیلونگا
اور یہہ بھی کہا کہ اُس روح قدس کی کلیسیا کے اندر بڑی کارروائی اور برکت افزائی
ہوگی اور اُس کار اور خدمت کا ماخذ ومدار یہی ہوگا کہ وہ میرا کلام خاطرنشین کریگا
اور یاد دلاویگا اور ساری حقیقت میں ہدایت کریگا اور تمہیں اِسقدر قابلیت اور اِستعداد
سے معمور کریگا کہ حقیقی کلام کی تمیز اور اُسکی حفاظت ورعایت کرنے کی طاقت حاصل
ہوگی مثلاً متی انجیلی نے خداوند کے ایک وزنی مقولہ کی خبر اپنے ۱۸ باب میں کلیسیا

کے حق میں قلمبند کی ہی - میں تم سے سچ کہتا ہوں جو کچھہ تم زمین پر باندھوگے آسمان
پر باندھا جائیگا اور جو کچھہ تم زمین پر کھولوگے آسمان پر کھولا جائیگا - مسیح نے یہہ
وعدہ حلّ وعقد کرنیکا بتوسّط رسولوںکے ظاہراً کُل کلیسیا سے فرمایا اور واجباً اِس قول
کے مختلف مضامین میں سے ایک مضمون حق یہہ ہی کہ ایک کتاب مروّج کو کتب منزّلہ
سماویہ کے شمار میں داخل کرنا اور دوسری کو بعد تحقیقات کے متروک کرنا کلیسیا کے
خواص اور مراتب سے ہی پھر روح القدس نے پولوس رسول کی زبان سے اجماع
قدّوس کی کیا ہی عمدہ فضیلت دکھائی اول تمطاؤس کے ۳ باب کی ۱۵ آیت میں
تو تو اِن سے جان سکے کہ خدا کے گھر میں جو زندہ خدا کی کلیسیا اور حق کا ستون اور
اُسکی بنیاد ہی کیونکر گذران کیا چاہیئے - پھر جبکہ کلیسیا لاکھوں کروڑوں آدمیوں کی
ہی تو چاہیئے کہ کُل اجماع کا اختیار اور اِقتدار بعض مختار اشخاص کو تفویض ہوجاوے
چنانچہ خداوند نے اپنی کلیسیا کی یہہ ترتیب اور بندوبست کیا ہی اور اپنی مرضی صاف
علامتوں سے دکھائی ہی اور خصوصاً اِسطرح سے معلوم کرائی کہ اگرچہ ہر ایک حقیقی مومن
روح القدس کے فضل ولطف سے بہرہ ور اور حصّہ دار ٹھہرا اور اُسکی برکات موعودہ
فرداً فرداً تمام نسل روحانی پر مشترک اور منقسم تھیں تو بھی خاص مورد اُس تنویر اور
تقویت کے بعض عہدہ داروں اور منصبداروں کو اُس نے اپنی کلیسیا میں مبعوث
کیا اور اُسی روح کے خاص وصفوں سے مشرّف وموصوف کیا اِس نیّت سے
کہ تمام اجماع مومنین کی علمیت اور فعلیت بھاری مقدموں کے بجا اور برپا ہونے کے

وقت اِنہیں کے توسط سے ہو- سچ تو یہہ ہی کہ قدرت واختیار کُل کلیسیا کے تصرف میں ہی پر وہی اشخاص مختار وممتاز اور خاص فضایل سے موصوف اُسکے وکیل ومتوسط مقرر تھے تاکہ اجماع کلیسیا کی آواز اور فتوے اُنہیں کی زبان سے سُنائی دے اور جب خاص مہمات کا اِنفصال اور مسائل ومشکلات کا اِنحلال جنسے تمام اجماع کی بہتری اور ترقی کا کچھہ تعلق تھا درکار اور لازم ہو تب اجماع مقدس کی مجالس عامہ بادشاہ زمان کے اقبال سے کسی معین وقت وموقع پر مجتمع ہوسکے اور ایسا ہی ہوا چنانچہ پانچ پہلی صدیوں کے عرصہ میں چار مجلس عامہ معروف اور شہرۂ عالم ہوگئیں اِس قسم کی مجالس عامہ میں چاروں اطراف سے مسیحی مختلفہ جماعتوں کے اسقف بر وبحر اور دور دور ملکونکی سیر وسفر کرکے تشریف لائے اور راویان قدیم کی خبروں سے معلوم اور یقین ہی کہ روح اللہ کی حضوری موعود کی بڑی التجا اور اِستدعا بھی تھی اور اُس عرض معروض کی اجابت اور قبولیت کی بڑی انتظاری تھی- اور اگرچہ عقلیات کی قدر اور رعایت حقیہ وہ مجلس نشین کیا کرتے تھے تو بھی بالاختصاص نقلیات سے حجتیں اور دلیلیں نکالکر اُن شریفوں نے مقدمات کو فیصل کیا +

پھر ایک اور اَمر صراحتًا واضح ہی کہ اگرچہ قول وقرار مسیحی کے بموجب روح القدس کی حضوری برابر ہر وقت اجماع مومنین میں قایم ودایم رہی مگر بعض اوقات مثلًا اعتقادات کے معانی اور حدود کو متعین کرنے کے وقت یا اجماع عامہ کے خوش مرتب ومنتظم کرنے کے وقت تا تقویت ایمان اور ترغیب وتحریک محبت اور حکمت و

مہارت وتمیز روحانی کی ترقی کے وقت اُسی روح اللہ کا ورود ونزول بڑی افزایش اور فراوانی سے ہوا۔جس بات سے یہہ دو بڑے منافع حاصل ہوئے اوّل یہہ کہ اہل کلیسیا میں بڑی خاطرجمعی اور اطمینان رہا اِس یقین سے کہ اُسکی خاص حاجتوں اور خطروں اور تکلیفوں کے وقت خداوند کے خزانہ فضایل میں کمک ومدد کی بڑی دولت محفوظ اور مہیّا ہی اور دوئم یہہ فایدہ کہ اُنکے مزاج میں غریبی اور حیا اور فروتنی کیحالت بڑھکر ہوگئی اِس شعور اندرونی سے کہ ہر صورت سے مجھے قیام ودوام صرف خداوند ہی میں ہی اُسی کے قول ووعدے پر میری اُمید منحصر ہی ✣

اُن مجالس عامہ مذکورہ کا پہلا نمونہ رسولونکے اعمال کے ۱۵ باب میں مفصّلاً بیان ہوتا ہی جوچاہے سو اِسطرح کی مجالس ائمہ کے شرایط وضوابط کو اُس پیش نہاد اعظم کی روایت سے سیکھہ سکیگا۔ اور اِن سب امور میں خداوند نے اپنی کلیسیا کی ترتیب وتنظیم کے لئے کیسی عمدہ خبرداری اور پیش بینی اور مراعات سے بند وبست کیا اُسکی یقینی اور پوری خبر خط با اہل افسس کے ۴ باب کی ۱۰ آیت سے لیکر ۱۳ آیت تک ملتی ہی وہ جو اُترا سو وہی ہی جو سارے آسمانوں پر چڑھا تاکہ سب چیزونکو بھرپور کرے اور اُس نے بعضونکو رسول اور بعضونکو نبی اور بعضونکو انجیل کے بشیر ومنّاد اور بعضونکو چرواہے اور بعضونکو اُستاد مقرّر کیا تاکہ مقدّس لوگ خدمت کے کام میں آراستہ ہوتے جائیں اور مسیح کا بدن بنتا جاوے جب تک کہ ہم سب کے سب ایمان اور ابن اللہ کی پہچان کی یگانگت تک اور کامل اِنسان یعنی مسیح کے

پورے قد کے اندازہ تک نہ پہنچیں بلکہ ازراہ محبت حق کے معترف ہو کر اُس میں جو سر ہی یعنی مسیح میں ہر طرح سے بڑھتے جاویں *

اب اِن سب بیانات سے معلوم ہوا کہ وہ اجماع مومنین جو زندہ خدا کی درگاہ اینجہانی ہی ہر چند کہ وہ اصالتاً اور باطناً خدا کے مختار بندوں اور نومولود فرزندوں کی عین یگانگت اور فراہم آوری ہی تو بھی ظاہراً ایسی شراکت اور رفاقت ہی جس میں جو لوگ شامل ہیں اُنپر بہت ادائے حقوق و وفائے فرایض لازم آتا ہی اور اہل جہان کے مقابل مسیح کے گواہ اور ایلچی اور وکیل ہیں اور اُسکے نور سے آپ منوّر ہو کر دنیا کی تنویر کے لئے مقرّر ہیں اور مسیح کیطرف سے صدور احکام و قواعد سے مشرّف ہو کر اُنہوں نے قسم قسم کے درجات اور مراتب پر مستعدّونکو وقف و تقدیس کرنیکا اختیار پایا ہی جنکے ذریعہ سے اَور بھی خدمتگذاریاں پوری ہوں اور ایک اُن میں سے نہایت بھاری اور عمدہ کتب مقدّسہ کی محافظت ہی - بیان بالا سے یہہ امر ظاہر اور نقلی دلایل سے ثابت ہوا کہ کلام اللہ کے اسناد کی محافظت اجماع عامہ کے خاص عہدوں میں سے تھی اور اِن منقولات کے موافق ۲۲ آیت نا در مضمون کی خط

باہل اِفسس کے پہلے باب میں ہی - اُس نے (یعنی رب تعالیٰ نے) سب کچھہ مسیح

کے پاؤں تلے کر دیا اور اُسکو کلیسیا کے لئے سب کا سر بنایا - وہ اُسکا بدن ہی اور

اُسکی معموری ہی جو سب کچھہ سب میں بھرتا (یعنی بھرپور کرتا ہی) - جس آیت میں وفق

و مناسبت تمام ہی اُس قول بالا منقول خط بہ تمطاؤس سے زندہ خدا کی کلیسیا خدا

کا گھر ہی اور حقیقت کا ستون اور اُسکی بنیاد ہی۔ کتب مقدسہ کی رعایت اور رقابت
کرنیکا قابل اور مستعد کون اِس سے بڑھکر بلکہ اُسکے برابر ہو سکتا ہی جو حقیقت یعنی حق
کلام اللہ کا ستون اور خداوند کی معموری یا بھرپوری ہی گویا وہ خداوند اپنے سب
اَوصاف اور فضایل کو اپنے بدن مجازی یعنی اپنی کلیسیا کے عضوُوں پر منقسم کرتا ہی۔
پس خدا کی کلیسیا کے سوائے کون دوسرا محافظ کتب اِن اور اِنکی مانند اَور جمالی
صفتوں سے موصوف ملسکتا ہی۔ ہرگز ہرگز کوئی نہیں +

یہہ بات مشہور ہی کہ اجماع عامہ کی شاخیں مختلف اور متعدد ہیں اور یہہ بھی
علماء دینیات کو معلوم ہوگا کہ اکثر کتب انجیلی یعنی چار انجیلوں اور اعمال رُسل اور پولوس
رسول کے ۱۳ خطوط اور مقدس پطرس اور یوحنّا کے اوّل خطوط کی جتنی کلیسیا کی
شاخیں کُل عالم میں نورافشاں ہیں سب کی سب برابر شاہد اور تشہیر شروع ہی سے
ہو رہی ہیں اور اُنکے عہدہ دار اور مجتہد اُنکی خوشخبری ہونکے منادی اور واعظ ہونے سے
باز نہیں آئے۔ چودھواں خط پولوس رسول کا یعنی خط بعبرانیین ہرچند کہ اوّل
صدی یعنی رسولوں کی خاص صدی میں قبل از انتقال حضرت یوحنّا حبیب جاری
اور معروف تھا اور مستند جانا جاتا تھا تو بھی مغربی جماعتوں میں مروّج اور مستداول
نہ تھا اور اُنکے گرجاؤں یعنی عبادتگاہونکے ورد ونکے استعمالی تلاوت میں شامل
بھی نہ تھا یعنی کلیسیا کے ایک جزو میں وہ خط کم معلوم تھا بسبب آنکہ اُسکا سرنامہ
باہل یہود مخصوص تھا اور مدار مضمون اُنکے مراسم شرعیہ سے بہت تعلق رکھتا ہی

پر توبھی وہ خط جمہور کلیسیا میں یعنی اُسکی جنوبی اور مشرقی جماعتوں میں معلوم اور منظور تھا
اور یقین ہو کہ چوتھی صدی کے اخیر میں اجماع مغرب کی مجالس مسیحیہ نے بعد تحقیق
اور تفتیش دلائیل اُس خط کو معتمد اور مستند جانکر کتب الہامیہ کے قانون مغربی میں درج
اور شامل کیا چنانچہ جیروم صاحب ۱۲۹ خط میں فرماتا ہو۔ عبرانیوں کا خط منظور کرنا رومی
کلیسیا کا عمل و عادت قدیمی نہ تھا اور اِسی طرح مکاشفات کی کتاب یونانی کلیسیا
(یعنی شام و سور کی جماعتوں میں مثلاً انطاکیہ اور یروشلیم اور اِستنبول کی جماعتوں) میں
مروّج نہیں۔ پر توبھی ہم اِن دونوں کو منظور کرتے ہیں یعنی قانون کتب الہامیہ میں حساب
کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ہم نہ متاخّرین بلکہ متقدّمین کی عادت و عمل کی پیروی کرتے ہیں۔
یہہ شہادت جیروم صاحب کی جو انوار عالم اور اساطین اجماع عامہ میں شمار کیا جاتا
ہو اور جس نے اپنی عمر کچھہ تو بیت المقدّس اور کچھہ سکندریہ مصری میں اور کچھہ روم اعظم
میں بسر کی اور مدرسوں اور مجلسوں اور رہبانخانوں میں اُسکی بڑی شان شرف
اور قدر و منزلت تھی سو نہایت وزنی اور غور کے لایق ہو کیونکہ اُس سے دو باتیں
صاف ثابت اور معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی یہہ کہ زمان سلف و خلف دونوں میں
اِن دو کتابوں کی شہادت جمہور کلیسیا کے بیچ متفق اور ایک زبان ہو رہی تھی۔
دوسری یہہ کہ صرف وسط کے زمانوں میں جمہور کلیسیا کے ایک ایک حصّہ میں اُن
کتابوں کی بابت شک و شبہہ درمیان میں آیا تھا یعنی کلیسیا رومی میں خط بعبرانیین
اور یونان کی کلیسیا میں کتاب مکاشفات کی بابت ہر صاحب دانش و بینش پر واضح

اور نمایاں ہوگا کہ اِس تھوڑی ہی عبارت میں جیروم صاحب نے اُس بحث کو جو
خط بعبرانیین اور مکاشفات کی بابت جاری ہوگئی تھی انجام و اختتام ازروئے اختصار
کیا۔ یقین ہی کہ بعض زمانوں کی بعض جماعتوں نے جو جو شبہات اور شکوک اُن
کتابوں کے حق میں دلنشین ہوگئے تھے اُنھیں ردّ اور رفع کرنا مناسب نہ سمجھا تا آں
وقت کہ قوی دلیل اور اُنکے اسناد کی صحت اور وثاقت کا ثبوت نہو پھر اُن شبہات
کو جیروم صاحب کے ہمعصر معلّموں اور محققوں نے بے اصل اور بے بنیاد ٹھہراکر
ردّ و برطرف کیا۔ کون صاحب عقل وتمیز یہہ امر جائے لحاظ اور جائے شکر نہ سمجھیگا
کہ کتب منزّلہ کی رقابت اور محافظت نہ فرداً فرداً تن تنہا معلّمونکے ذمّے اور حوالے
کردی گئی بلکہ کلیسیا جمہور کے سپرد کی گئی جس سے خداوند نے اپنی ہمیشہ کی حضوری
اور روح القدس کی تنویر کا وعدہ کیا تھا۔ اور علاوہ برآں رسولوں اور منّادوں اور
باقی اُستادوں اور معلّموں اور عہدہ دارونکو اپنی کلیسیا سے اِنعام بخشا اور اُن
خادمونکو بقدر مقتضائے اوقات اوصاف اور فضایل متعدّدہ سے موصوف کیا اور
اُنھیں اختیار اور اِقتدار اور حقوق ضروری عطا فرمائے بموجب اُس قول مسیح کے
جو انجیل مرقس کے ۱۳ باب کی ۳۳ اور ۳۴ آیتوں میں قلمبند ہی۔ تم خبردار ہو جاگتے
رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وقت کب ہی یہہ ایسا ہی جیسا ایک شخص جو اپنا گھر چھوڑکر
پردیس گیا اور اپنے نوکرونکو اختیار دیکر ہر ایک کو اُسکا کام دیا اور دربانکو حکم دیا
کہ جاگتا رہے چنانچہ ہر ایک صدی کی کلیسیا نے اپنے اپنے معلّموں اور مصنّفوں

اور عہدہ دار اسقفونکو خداوند کے دست فضل سے لے لیا یعنی اُسقدر سنجیدگی اور
اِستعداد اور معتبری کے شخصونکو جو اُنکی خادمیت کے لئے حق اور درکار تھی اور ہر موقع
چاروں اطراف والی جماعتونکے وکیلوں اور خادموں ذوی الاستقلال کو جمع کر کے
اور ہر ایک بدعتی اور مخالف مسیح کے کذب وکفر وفساد کے قضیونکو پیش نظر کر کے
اور بعد مباحثہ طرفین کے اُنہیں میزان حقیقت میں تو لکے روبرو عالم کے اُس مقدمہ
کا فتویٰ جاری کیا اور مجلس عامہ کی مُہر اتفاق سے اُسکو پختہ اور مختوم کیا۔ ہو سکتا
تھا کہ بعض مفردوں خواہ مصنّفوں خواہ معلّمونکی رائیں مختلف ہوتیں یا خاص خاص
جماعتوں میں شک وشبہ پیدا ہوتا۔ اور اگر شاید خداوند نے اُن قضیوں اور اِشتباہوں
کے حل وفیصل کرنیکا کوئی وسیلہ مقرر اور متعین نہ کیا ہوتا تو کچھ جائے جنبش وتزلزل دلوں
میں باقی رہتی مگر فی الواقع جائے اِستراحت وتیقّن ودلاسائی جائے جنبش واشتباہ
سے ہزار چند بڑھکر ہی ازآنرو کہ کُل کلیسیا جس نے تمام عالم میں شاخدار درخت کی طرح
اپنا سایہ اور پناہ پھیلائی تھی اِس محافظت اور رعایت کتب کے عہدہ پر مہتمم ہو کر
خداوند اور اُسکے حوارین کے کلمات کی مثبت اور مصدق اور مظہر ٹھہری +

جیروم صاحب جو متقدمین کو اُن دو کتب مذکور کی صحت اور اِستناد وثاقت کا
مقرّ اور شاہد بتلاتا ہی سو وہ بات اوّل زمان کے اُن آثاروں سے جو اب موجود ہیں
مؤیّد ہو سکتی ہی مثلاً کلیمنس نامے روم کا اُسقف شریف تخمیناً تیس برس پیشتر از اِنتقال
یوحنا رسول اپنے خطوط میں کئی آیتیں خط بعبرانیین سے نقل کرتا ہی اور اُن منقولات

پر عقائید دینی کی بعض تعلیمات اور اخلاقی نصیحتوں کو مبنی کرتا ہی اور ساٹھہ برس مبارک یوحنا کی وفات کے بعد فرانسیسی دو جماعتوں کے کشیش الیشیا کوچک کی جماعتوں کے پاس اپنے شہیدونکی دلیری اور جوانمردی اور اپنے ظالمونکی کینہ خواہی اور خونریزی کی مفصل خبر بھیجنے میں اتفاقاً مکاشفات کی کتاب پر صاف وصریح گواہی دیتے ہیں کہ وہ مروّج بھی تھی اور اُسکے کتب الہامی کے شمار میں گنے جانے پر دونوں جماعتیں متفق الرّائے تھیں ازآنروکہ اُنکی خبروں میں یہہ بیان آتا ہی۔ شہیدونکی مضبوطی اور برقراری دیکھکر وحوش کی مانند عوام وخواص کی آتشِ غضب اور زیادہ تیزی سے بھڑک گئی تاکہ کتب مقدّسہ کا کلام پورا ہو جو ناراست ہی سو ناراست ہی رہے اور جو راستباز ہی سو راستباز ہی رہے وغیرہ اِس امر میں غور کرنا چاہئے کہ تخمیناً پچاس برس زمان رسولیہ کے بعد اُن مغربی جماعتوں کے شفقت نامہ میں جو مشرقی جماعتوں کے پاس بھاری مہمات کے بیان میں پہنچایا گیا اور اب بھی یوسیبیوس کی تواریخ میں موجود ہی مکاشفات یوحنا پر وہی نام اور وہی عزّت وشرافت وقدر کی علامتیں اطلاق کیجاتی ہیں جو وقت سابق نبیوں اور اولیا کے ساتھہ مخصوص تھیں اور اُس خط کے راقم اِس یقین سے لکھتے ہیں کہ متکلّم کی جماعت اور مخاطب کی جماعت جو کلیسیا کی دو بڑی شاخیں تھیں دونوں بلا توقف وتعرّض اِس اقرار وشہادت میں بوفق تمام ملینگی صاحبو مسیحیوں نے کلام اللہ سے کیا ہی عمدہ اور تسلّی بخش قاعدہ سیکھا ہی کہ مصنّفوں کی گواہی کو اُسیقدر اور اندازہ پر وزنی مانتے ہیں جس قدر

بڑی بڑی جماعتوں کے معلم معروف اور ممدوح اور شہرۂ عالم ہوکر گویا اپنی زبان اور اپنے خاص اختیار سے نہیں پر کلیسیا کی زبان اور اختیار سے بولتے تھے کیونکہ وہ خداوند مسیح کی ایسی شنوا اور تابعدار ہی جیسی زن اپنے خاص شوہر کی۔ رسولوں ذوی الالہام کے زمانے کے بعد نصف صدی کے فاصلہ پر ایک اور شاہد گرامی اور مشہور مکاشفات یوحنا کی وثاقت اور لیاقت پر دال ہی یعنی جسٹن شہید جس میں بعض بعض منفصل جماعتوں کی شہادتیں ملتی ہیں چنانچہ وہ نابلوس سے جو بیت المقدس کے اطراف میں ہی ایشیاء کوچک میں خصوصاً افسس شہر میں آیا اور وہاں سے روم اعظم کیطرف روانہ ہوکر اُس دار الخلافت میں مدت تک رہا اور علم الٰہیات کا مدرس ہوکر اپنی حکمت وعلم ومعرفت کی بڑی نیکنامی لیگیا اور بدعتیوں اور یہود اور بُت پرستوں پر تا درجہ کمال بحث میں فتحیاب نکلا اور اللہ تعالیٰ کے اجماع عامہ کو اور فواید میں بھی اپنا احسانمند کیا اور اِس میں بھی بالخصوص کہ مکاشفات یوحنا کی تفسیر طیار کی اور اُسی نصف صدی کے فاصلہ پر سارڈیس شہر کے اُسقف ملیتو نام نے مکاشفات کے بیان میں ایک رسالہ تصنیف کیا۔ غور کرو کہ ابھی تین صاف گواہیاں اِس امر پر ہم دے چکے ہیں کہ اشیاء کوچک میں یعنی جس ملک میں رسول مبارک بڑھاپے بلکہ موت تک تعلیم وتدریس دیتا رہا تھا اور اندر باہر چلتا پھرتا رہا تھا اُسی مُلک میں یہہ امر مشہور اور مشہود تھا کہ مکاشفات کا مصنف وہی یوحنا ہی +

صاحبو اب ہم ذرا سا سوال کریں اور بازراہ تفتیش دریافت کریں اُن معلموں

اور مصنّفوں سے جو دوسری صدی کے اخیر میں یعنی بعد انتقال حضرت یوحنّا کے پہلی صدی
کے اخیر میں تھے کہ خدا کی اجماع عامہ کا اُس زمانہ میں کیا رائے اور فتویٰ تھا اُن دو
کتابونکے حق میں یعنی درباب مکاشفات اور خط باہل عبرانیین اہل کلیسیا کیا جانتے تھے یہہ
بات یاد رہے کہ زمانہ مذکور کے مصنفونکا یہہ دستور ہی کہ جمہور کلیسیا کے فتوے اور انفصال
کا علانیہ تن تنہا علماء کی مختلف رائیونکے ساتھہ مقابلہ کیا کرتے ہیں اور اُن مسیحی معلمونکی
صدق دلی اور لاپروائی اور اپنے ایمان کی مضبوط بنیاد اور پشت پناہ پر بھروسا اور تیقن
رکھتے ہیں اِس سے صاف روشن ہی کہ ہر ایکبات کی حقیقت حال کو برہنہ اور بیحجاب
کرتے ہیں اور جمہور کلیسیا کے اِنفصال مسایل کے بعد کچھہ عذر اُس سے نہیں کرتے کہ
رائے متفرق اور خلاف فتونکو جو جدے جدے معلمونکے مشہور ہو گئے آمنے سامنے کریں
ہر چند کہ کلیسیا عامہ نے اُن شخصونکے ضعف دلایل اور فہمید کی کوتاہی کے سبب اور
اُنکی حجتونکی ناسازی اور نا اِتفاقی سے اُنکی تقریرونکو بے ثبات اور منظور ٹھہرایا ہی +

پس یوحنّا رسول کے اِنتقال کے بعد دوسری صدی عیسوی کے اخیر میں چار
شخص باقی معلّموں میں عالیقدر اور رونقدار اور علم الہیات میں تا وسعت بشریت
پختہ اور کامل مشہور تھے یعنی جسٹن شہید اور لیونیس ایک فرانسیسی شہر کا اُسقف اِرینوس
اور سکندریہ مصری کا کشیش اور مدرّس کلیمنس اور کرتھج کا کشیش ترتلیان فی التحقیق
یہہ معلّم خود نثار اور فرشتہ مزاج ۵۰ برس زمانہ رسولیہ کے بعد اور ترتلیان ایک
صدی کے فاصلہ پر زندہ کلیسیا کے خادم اور اُسکی اولادوں کے مربّی اور خداوند

کے گلّہ کے چوپان تھے ایرینوس تو مشرقی جماعتونکی پیشوائی کرتا تھا مگر ایشیاء کوچک
میں یوحنّا رسول کے مریدوں اور رفیقوں سے درس و تعلیم پائی تھی جن میں مشہور اور
عالیقدر پالیکارپ اُسقف اور شہید تھا اور وہ یوحنّا رسول کے خاص مریدوں میں سے
تھا۔ اب معلوم ہو کہ یہہ مقدّس اور مبارک جسکا ایسا قریب تعلّق رسولونکے اُس آخری
پس ماندے کے ساتھہ تھا اور اُسکا زمانہ رسول کے زمانے سے ایسا تھوڑا البعید تھا
مکاشفات کی کتاب سے اپنے درس و تعلیم کی نقلی دلیلونکو اُسیطرح طلب کیا کرتا تھا
جسطرح باقی کتب الہامی سے۔ اور یوحنّا رسول کو اُسکا مصنّف صاف بتاتا ہی بلکہ
مکاشفات کے جو بائیس باب ہیں اُن میں گیارہ سے نقلیات نکالتا ہی چنانچہ اِس عالم
فاسد کی آیندہ بحالیت کے بیان میں فرماتا ہی۔ اور یہی وہ قیامت ہی جسے یوحنّا اپنے
مکاشفات میں دکھاتا ہی مبارک اور مقدّس ہی وہ جو پہلی قیامت میں شریک ہی۔ اِسیطرح
مقدّس ایرینوس اپنی ۴ کتاب کی ۲۵ فصل میں ارشاد کرتا ہی۔ بلکہ یوحنّا بھی خداوند کا
شاگرد اُسکی پُر جلال کہانت اور بادشاہی کی پیشخبریوں میں یہہ گواہی دیتا ہی پھر سونے
کے سات چراغدان دیکھے اور اُن سات چراغدانونکے بیچ ایک شخص ابن آدم سا
دیکھا وغیرہ۔ اور جتنے مرتبے وہ مقدّس مکاشفات سے منقولات نکالتا ہی اتنے ہی
مرتبے اُنکے مصنّف کا نام بتکریم و تعظیم لیتا ہی کہ گویا اِس امر کی بابت اُس زمانہ میں
کوئی شبہہ کسی کے دل میں ہرگز نہ آیا تھا باوجودیکہ وہ کتاب جس میں یہہ نقلیات موجود
ہیں اُسقف مذکور نے بحث کی راہ سے مارقیون کی بدعت و غلط کو ردّ کرنیکے لئے

تصنیف کی تھی اور اِس حال میں ہر صاحب دانش کو معلوم ہی کہ اُن کتابوں کے سوائے جنہیں دونوں یعنی بدعتی اور مسلمین حق کلام اللہ مانتے تھے کسی کتاب کی گواہی اُس حجت میں منظور نہ ہوگی ✣

کارتھج کلیسیا کے کشیش ترتلیان کی گواہی سے اُسی کتاب کی صحت اور اصلیت اور معتبری اور اُسکی مصنّفی کا حال صاف معلوم و روشن ہوجاتا ہی وہ مقدّس قاعدہ مذکورہ بالا کے بموجب ہرچند کہ بدعتی مارقیون یا مارسیون کی رائے اور حُجت مختلفہ کا تذکرہ کرتا توبھی اُسکے مقابل کلیسیا کا فتویٰ صاف بیان کرتا اور یوں فرماتا ہی۔ ایشیاء کوچک کی جماعتیں خود یوحنّا رسول کی سکھائی ہوئی اور تعمیر کی ہوئی ہیں اور اُنہیں جماعتوں کے اُسقف کی گواہی متسلسل اور متواتر سے کتاب مکاشفات کی مصنّفی بڑے بھاری ثبوت سے یوحنّا رسول پر صادق آتی ہی ✣

اُسی زمانے کے بعض اور مشہور مصنّف ہیں جنکے کئی مکتوبات موجود ہیں اُن میں کلیمنس بڑا مفید اور معتبر گواہ اور صاحب خیالات ہی۔ چنانچہ علم الٰہیات کے مدرسوں میں جو اُسوقت عمدہ اور افضل اور رد نقدار تھا وہ مرد اُسکی پیشوائی پر مہتمم ہوگیا تھا اور چونکہ ایسا بھاری عہدہ دار اور صاحب اختیار خط بعبرانیین کو پولس رسول کی طرف حوالہ کرتا ہی اور مکاشفات کو یوحنّا رسول کی طرف تو یقین قوی اور دلیل قطعی اِس امر پر حاصل ہوئی کہ اجماع عامہ کا اِنفصال و فتویٰ بہر حال مشرقی اور جنوبی جماعتوں کا فتویٰ اِس مسئلے کے حق میں مدّت سے قائم اور برقرار رہا اور ذرا تفحص سے معلوم ہوگا

کہ کلیمنس کے مکتوبات موجودہ میں بہت سے منقولات خط بعبرانیین سے ہیں اور اکثر
جب اُس خط کے مضامین سے کچھ نقلی دلیل گذرانتا ہی تو عبارت منقول کے ساتھ
مصنّف کا نام بھی پیش کر کے کہتا ہی کہ رسول یوں فرماتا ہی یا رسول اللہ یا پولوس رسول
وغیرہ۔ اِسیطرح مکاشفات سے بھی وہی مدرّس اور کشیش بعض آیتیں نقل کرتا ہی اور
اُسکی مصنّفی کی بابت اُسکی گواہی باقی معلمین مذکور کے ساتھ ملتی ہی اور اُس رونقدار
مدرسے کی پیشوائی میں جو اُسکا قایم مقام اور خلیفہ تھا اور جسکی زیادہ اِستعداد بلکہ
مجمع علوم ہونے کی تعریف شہرۂ عالم تھی یعنی ارجن صاحب کی شہادت اُس خط
کی معتبری اور وثاقت اور حقیقی مصنّفی پر نہایت بھاری اور موجب خاطر جمعی کی ہی۔ وہ
معلّم بعض شخصوںکے اِشتباہات اور سوالات کا ذکر کر کے کہ آیا عبرانیوںکا لکھا ہوا خط
خود پولوس کی تصنیفات میں سے ہی یا اُسکے رفیقوں میں سے کسی کی تصنیف ہی یعنی
کلیمنس رومی یا لوقا اِنجیلی کی۔ اور کئی عبارتوں سے صاف ظاہر اور واضح کر کے کہ
کتنی صدق دلی اور صبوری سے حقیقت حال کی جستجو کرتا تھا بعد ازآں اپنی تحقیق کا
حاصل اور نتیجہ ظاہر کرتا ہی اور فرماتا ہی کہ میں ایک خاص رسالہ بھی اِس مراد سے مہیّا
اور طیار کرنے پر مستعد ہوں کہ خط عبرانیین کی مصنّفی صرف پولوس ہی کے لئے ثابت
اور متعیّن کروں اور اِسی رائے کے بموجب جابجا باقی تصنیفات میں خواہ کلیسیاء
مسیحی کی تعمیر اور ترقی کیواسطے خواہ معترضونکی تردید کے لئے عقائد دینی کا بیان
و تشریح کرتا ہی مگر خط بعبرانیین کے متفرّق بابوں کی شہادتیں نقل کر کے پولوس رسول

کی مصنّفی پر تاکید و تشدید کرتا ہی کہ گویا جمہور کلیسیا اور بڑی کثرت بدعتیوں اور معترضوں
کی اِس امر کے اِقرار و اعتراف پر متفق ہیں۔ اور اِسی خط کی تفسیر اور تشریح میں
ارجن صاحب کے وعظ و منادی کی کتاب مورّخ یوسیبیوس صاحب کے پاس موجود
تھی جسے صاحب مذکور مسیحی جماعتوں کے حضور مقرّری دنوں میں سُنایا کرتا تھا جس بات
سے دلیل قوی اور راسخ نہ صرف اِس امر پر ہی کہ وہ کتاب باقی کتب مقدسہ کی برابر
مسیحی جماعتوں میں پڑھی جاتی تھی بلکہ اِسپر بھی کہ وہ اِسقدر وزنی اور سندی بھی جانی
جاتی تھی کہ واعظ اور منادا اُسکی تحریر اور بیش قیمت مضامین سے عوام و خواص کے
لئے مفید نصیحتیں نکالتے تھے۔ اور مسیحی کلیسیا کے اِس فتوے کے متفق ایک اَور شہادت
ارجن صاحب کی اِس مراد سے ذکر کے لایق ہی کہ درحالیکہ بعض مصنّف خلاف رائے
پر تھے تو بھی متقدّمین یعنی جمہور کلیسیاء سلف سے یہہ فتویٰ تواتر سے چلا آیا کہ مصنّف
اِس خط کا پولوس رسول ہی تھا۔ اِن عقلی اور نقلی دلیلوں سے اصحاب دانش و بینش
کو ہماری تقریر کے مطلب کی ذرا فہم اور سمجھہ آجائیگی کہ کتنا فرق اور تفاوت ہی جمہور
کلیسیا کے فتوؤں اور تنِ تنہا مصنّفوں کے قیاسوں اور رائیوں میں۔ چنانچہ جماعت عامہ
کتب سماویہ کی رقابت و محافظت پر مہتمم اور متفوّض ہوگئی تھی از آنرو کہ اکثر کتابیں
تو کُل کلیسیا کے ہاتھہ ذمّے اور حوالے کی گئی تھیں صرف تھوڑی ہی تھیں جو کُل
اِجماع عامہ کو نہیں ولیکن یا تو مشرقی یا مغربی اطرافوں کی جماعتوں کو سپرد ہوئیں
اِنجیل کے اِتنے اِتنے ابواب سے صرف چھہ ہی تھے جو شروع میں تو کم مشہور اور

متداول ہوئے تھے پر چوتھی صدی کی کلیسیا نے بڑی تحقیقات کے بعد اُنکی سندیں کافی اور واجب التسلیم ٹھہرا کر اور اُنکے شاہد بھی معتبر اور اُنکا مضمون بھی کتب الٰہی کی کُلیت مضامین کے متفق پاکر اُس اختیار کے بموجب جسے خداوند سے لیا تھا اُسنے اُنکو یعنی پطرس رسول کا دوسرا خط وغیرہ قانونی کتابونکی فہرست میں داخل کیا +

ہمیں اِس طوالت بیان کے سبب معیوب ہونیکا ڈر ہی توبھی اِس امر پر زور و تاکید کرنا فرض اور لازم تھا کیونکہ اِس امر کی حقیقت حال سے ناواقف ہونے کے سبب ہزارہا ناحق شکایتیں اور احتمالات پیدا ہوئے اور افسوس ہی کہ بعض مولوی اُس سے قابو پاکر اِنجیل شریف کی کتابونکا حال بالکل مشوش اور مشتبہہ اور بے میزان و محک اور مخلوط جانتے ہیں کہ گویا کلیسیا کا جہاز اِبتدا سے بیتوار اور ناخدا اور قطب نما سے بے بہرہ ہوکر موّاج دریا پر بڑی لاچاری سے جھوٹھہ تعلیم کی ہوا جدھر اُسے پھیرتی ہی اُدھر پھر جاتا ہی۔ چنانچہ سب کچھہ اُنکی دانست میں خالی زعم اور مظنہ اور توہم ہی ذرا بھی یقین اور خاطر جمعی نہیں ہاں بلکہ وے متکبّر خداوند مبارک کو جو سب باتوں میں کلیسیا کا سر ہی مفت مصلحت دینے پر مستعد ہیں کہ یوں یا یوں کرنا اُسکی شان کے لایق تر اور مناسب تر تھا اور کہ کرامت کی راہ سے ایسا بندوبست کرنا چاہیئے تھا جس سے کتب رسولیہ کا کوئی تقلید کرنیوالا نہ ہونے پاتا۔ سچ تو ہی کہ کتب سماویہ کی تقلید ہو سکتی ہی اور زر قلب زر خالص کی صورت تھوڑی بہت پکڑ سکتا ہی۔ پر توبھی خدا تعالیٰ ایسا لاچار اور لاعلاج اور بے وسیلہ نہیں کہ اِنسان کے ظلم و فریب سے

عاجز ہو کر اپنی حکمت بے پایان اور ازلی سلامت بخش تدبیر کو عبث اور ساقط ہونے دے ۔ چنانچہ اُس تعالیٰ نے اپنی پیش بینی اور رعایت سے ایک زندہ گواہ یعنی اجماع عامہ ظاہر التعینات کیا جسکے وجود کلیہ میں روح القدس کی حضوری اخیر ایام تک قایم و دایم رہے اور اُسکا نور بجھنے نہ پاوے حالانکہ بعض مواقع اور جماعتوں میں اُسکی آواز کی خاموشی اور اُسکے نور کی دُھندلاہٹ واقع ہوئی بھی ہی اور آیندہ ہو بھی سکتی ہی ✣

اُوپر بیان ہو چکا کہ جس کسی کلیسیا کے پاس کوئی خط رسولیہ پہنچایا گیا تھا اُس جماعت اور اُس حلقہ اور علاقہ کے باقی سب جماعت والوں نے اُس خط کی محافظت اور رقابت کو اپنا فرض اور حق جانا نہ اپنے خاص فایدے اور ترقی کے لئے بلکہ اجماع عامہ کے لئے بموجب اُس قول مسیحی کے جو مکاشفات کے ۲ اور ۳ بابوں میں مکرر سہ کرر سنائی دیتا ہی جسکا کان ہی سُنے کہ روح کلیسیاؤں سے کیا کہتی ہی ۔ یہہ بھی اُوپر بیان ہو چکا کہ خصوصًا وہ خطوط اُن جماعتوں کے اُسقفوں اور کشیشوں اور معلموں کی امانت اور ضمانت میں محفوظ رہے جس سبب سے اُسقفوں کے اسماء شریف کی فہرست متسلسل شروع ہی سے بعض عالیقدر جماعتوں میں بڑی خبرداری اور دقّت سے صحیح و سلامت رکھی جاتی تھی ۔ اور یہہ بھی صاف یقین ہی اُن روایتوں کی گواہی سے جو زمان رُسل کے مقارن زمان سے آجتک مشہور ہوتی چلی آئی ہیں اور ہر چاہنیوالے صاحب علم کو دستیاب ہو سکتی ہیں کہ دور دور جماعتوں اور اِن مشرف جماعتوں کے

درمیان بہت آمدورفت ہوا کرتی تھی اُن خطوط رسولیہ کی تادیب و تعلیم سے معمور ہونے کے لئے کیونکہ کلیسیا کے تمام بدن کی یگانگت اور خوش اتفاقی کے سبب اور راز آرزو کہ وہ مسیح میں خوش مرتب اور محفوظ تھی وہ خزانہ جو جُز کو ملا سو کُل اجماع کا بھی خزانہ تھا اور کلام الہام کا جو کچھہ حصّہ کسی خاص جماعت کے حوالے میں مخزون ہو رہا اُسکی نگہداشت اور حراست اِسیطرح کُل کلیسیا کے ذمہ تھی مثلاً ہیگیسیپس نام اوّل مورّخ کلیسیا کا اُسی مراد سے برّوبحر کی بہت دراز مسافری اور محنت کشی میں کئی برس تک مشغول رہا کہ ہر جماعت کی دستاویزوں خواہ نقلوں خواہ اصلی سندونکو بنظر خود دیکھکر خاطر جمعی اور تسلّی پاوے *

ایرنیوس صاحب اِسطرح کے دلایل بہت قدر و وزن کے جانکر کئی بھاری جماعتوں کے اُسقفوں کی فہرست بکمال ترتیب اور سلسلہ بندی سے ہمیں تفویض فرماتے ہیں اور کلام حقیقی کی اُس نگہداشت اور محافظت کا جو اُنکے توسّط سے کُل کلیسیا کا عہدہ اور فرض ہی پورا بیان کرتے ہیں اور وثوق کتب کی اُس کفالت پر بہت تاکید کرتے ہیں چنانچہ یہہ سب باتیں امور واقعی ہیں خیالی نہیں مثلاً اُسکی تیسری کتاب کی تیسری فصل میں مرقوم ہی۔ اِسلئے وہ کلام جسے رسول نے (اپنے خلیفونکو) سپرد کیا تمام کلیسیا میں موجود اور حاضر رہتا ہی۔ جو شخص حقیقت حال کی جستجو کیطرف مایل ہی اُسپر ملاحظہ کرے چونکہ ہم اپنے ہی ہمعصروں تک تشریحًا و صراحتًا نامونکا حساب دیسکتے ہیں جنہیں رسولوں نے متعدد جماعتوں میں اپنے قایم مقام مقرر کئے اور اُنکے نام بھی جو اُنکے خلیف ہوگئے۔ پر جبکہ اِس ہمارے صحیفہ میں سب کلیسیاؤنکے اُسقفونکے

سلاسل اسماء کا گِننا اور حوالہ قلم کرنا موجب تطویل ہوگا لہذا ایک جماعت کو پسند کرتا ہوں
جس کی شرف اور رونق افضل اور سب سے قدیم ہی اور دو رسولوں یعنی پطرس اور
پولوس مبارک نے اُسکی بنا بھی ڈالی اور اُسے ربط و نظم کیا اُنہیں رسولوں نے جو جو
خبریں اور ایمان کے عقاید ہمیں سپرد کیئے تھے سو کُل عالم میں منتشر ہوگئے بذریعہ تسلسل
اساقف جو اِس زمانہ تک ہوتے چلے آئے۔ اُن رومی اُسقفوں میں چوتھا کلیمنس
مذکور کو بتاتا ہی جو اوّل صدی کے اخیر سے پہلے اِنتقال کر گیا تھا اور اُسکے خط مشہور
اور متداول کا تذکرہ کرتا ہی کہ کسطرح رومی جماعت نے اُس اُسقف کے ذریعہ سے
جماعت قرنتس کے پاس شفقت نامہ برادرانہ پہنچایا تھا جس میں وہ اُنہیں اُنکے
ذمّہ سپرد کی ہوئی تعلیمیں یاد دلاتا ہی اور اُنہیں ادائے شکر اور حمد کی طرف ترغیب کرتا
ہی اور صرف یہی نہیں بلکہ تاکید سے اُنہیں جتاتا اور سمجھاتا ہی کہ تم ضرور دل وجان سے
متوجہ رہو پولوس رسول کے اُس خط کی طرف جو تمہارے پاس بھیجا گیا یعنی اہل قرنتس
کے پاس اور ابتک تمہارے پاس موجود ہی۔ پھر وہی مقدّس پالیکارپ نام سمرنا کے
اُسقف کی شہادت پیش کرتا ہی جس نے بہت اشخاص کی جو خداوند مسیح کے ہمعصر اور
بچشم خود اُسکے افعال کے ناظرین اور حاضرین اور بگوش خود اُسکے اقوال کے سامعین
تھے رفاقت اور ہمجلیسی کی تھی اور اُسکے حق میں یہہ فرماتا ہی کہ میں نے آپ بھی چھوٹی
عمر میں اُسے دیکھا اور گواہ ہوں کہ اُس نے وہی خبریں سکھائیں جو رسولوں سے
سیکھیں اور جنکا شاہد و معلّم اجماع عامہ ہی اور جنکے بغیر کوئی حقیقت نہیں ہی اور اُنہیں

باتوں کے ایشیاء کوچک کی ساری جماعتیں اور پالیکارپ اُسقف کے سب خلیف شاہد ہیں۔ پھر یہہ بھی صلاح دیتا ہی اور سوال کرتا ہی مارسیون اور باقی بدعتیوں سے جنکی غلط تادیلوں اور تلبیس حق کو ردّ و دفع کرنے کے لئے اپنی اُن کتابونکو تصنیف کیا تھا کہ آیا یہہ بات فرض و واجب نہ تھی کہ جس کسی امر میں تمہارے اور مسلمین کے درمیان بحث وحجّت پیدا ہوتی تھی تم اُن قدیمی جماعتونکی طرف رجوع لاکر جو رسولوں کی ملاقات اور رفاقت اور وعظ و منادی سے مشترف تھیں اُنہیں سے جو کچھہ ہر امر میں واضح اور روشن اور موجب تیقّن و تسلّی ہی سیکھہ لیا کرتے۔ ہاں بلکہ اگر شاید رسول کتب الہامی ہمارے حوالے کئے بغیر چھوڑ گئے ہوتے تب بھی کیا نہ چاہیئے تھا کہ اُس نظم و ترتیب و قاعدے کی پیروی و اطاعت کرتے جسے رسولوں نے اُنہیں سونپا جنہیں جماعتونکی نگہداشت سونپی گئی تھی۔ دیکھو صاحبو کسطرح ہم یہاں کسی احتمالی اور مبہم خبرونکا ذکر نہیں کرتے اور نہ ہم قدم مارتے ہیں دلدلاتی اور کانپتی ہوئی زمین پر جہاں کچھہ ٹھکانا اور جائے قرار اور ثابت قدمی نہیں پر ہم کتابونکی محافظت اور برحق و صحیح عقائد دینی کی نگہداشت کی بابت ایسے انتظام اور بندوبست کا بیان کرتے ہیں جسے رسولوں نے اُس حلّ و عقد کے وعدے مذکور پر اور روح القدس کے نزول پر اور اپنے خداوند کی دائمی حضوری پر بھروسا اور آسرا کرکے مقرر فرمایا تھا۔ پس ایرینوس صاحب کی اِس گواہی میں دو باتیں خاص غور و ملاحظہ کے لایق ہیں پہلے یہہ کہ اُسقف مذکور دین مسیحی کی سب سے عمدہ اور اشرف شہادت یاک مکتوبات کی نقلی شہادت کو بتاتا ہی اور دوسری

بات یہہ کہ بعد نقلی شہادت یعنی مکتوبات کی شہادت کے جماعات رسولیہ کی وہ
شہادت جو زندہ زبان اور تمام اِتفاق سے گذرانی گئی بڑی مراعات اور التفات
کی مستحق بتلاتا ہی - چنانچہ اِس قسم کی شہادت ایک جماعت کی زبانی تقریر میں پابند
اور مقید نہیں مگر اُن سب جماعتوں کی گواہیاں اُس میں شمار اور شامل کی گئیں جو
رسولوں کی حضوری اور تعلیموں سے مشرّف ہوئیں - بلاشبہ ایک نہایت مضبوط اور
پایدار بنیاد اعتقادات کی اُسوقت ضرورت تھی جب مارسیون اور والیتینوس اور
قسم قسم کے بدعتی عقائد کی تلبیس اور تخریب کرنے کے لئے کتب مقدّسہ کو گھٹانا بڑھانا
چاہتے تھے چنانچہ اِس امر میں مارسیون کی غلطی اور ضلالت پر ایرینوس صاحب صاف
وصریح شاہد ہیں اور اِس وجہ سے اُسے ملزم ٹھہراتے ہیں کہ مارسیون اور اُنکا فرقہ
کلام اللہ کے ٹکڑے ٹکڑے اور کاٹنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں چنانچہ بعض اُن میں
سے اُسے بالکل غیر منظور اور متروک کرتے ہیں جز از آنکہ لوقا کی اِنجیل اور پولوس رسول
کے خطوط کی تصغیر اور تقطیع کرکے صرف اُن کتابونکو برحق مانتے ہیں جو آپ ہی نے
لولا اور مقطوع کی ہیں پر ہم جو ہیں اُنھیں چیزوں سے (یعنی اُن مکتوبونکے ذریعہ سے)
جو ہمارے پاس محروس اور مخزون ہیں اُنھیں قابل تردید اور تکذیب ٹھہرادینگے -
پر باقی سب فرقہ والے علم دروغ کے نام ہی سے پھولتے ہوئے کتب مقدّسہ کو
ظاہراً تو مانتے ہیں پر تاویلوں اور فاسد تفصیلوں سے اُنکا مضمون اُلٹا کردیتے
ہیں - اِن سے اور اِنکی مانند سیکڑوں اور صاف نقلیات قاطع سے واضح ہی کہ

جب کلیسیا کا خزانہ بیش قدر بہت چوروں اور ڈکیتوں کے فریبی منصوبوں سے سخت خطرے
میں پڑا تو اُسکے متعیّن نگہبان غافل نرہے بلکہ بڑی چوکسی اور احتیاط سے چوکی پہرے
پر قایم و دایم رہے اور کتابوں کی محافظت اپنی جان کی رکھوالی سے اہم ترین جانتے
تھے اور جُز جُز کے کاٹنیوالوں اور بگاڑنیوالونکو بر سبیل وفاداری نظر بند کیا کرتے تھے
اور کھلم کھلا کلام اللہ کی اُنہیں منقولات سے اُنہیں دینی عقیدوں کا ثبوت کیا کرتے تھے
جو اَب ہماری مجلسوں اور جماعتوں میں مروّج ہیں اور اِس امر کی شکر گذاری واجب ہی
کہ جس وقت بدعتیونکے متعدّد فرقے آپس میں محاربہ اور معارضہ اور بہد گر مقابلہ بھی کرتے
تھے تب کلیسیا عامہ کی مضبوطی اور برقراری بڑھتی چلی جاتی تھی اور ہر ایک اُن فرقوں
میں جس جس جُزءِ حقیقت کا مقر ہی سو اُس اِقرار کے ذریعہ سے اجماع عامہ کی شہادت
کو تصدیق کرتا ہی اور جس جس جُزء کو ایک فرقہ ردّ یا ترک کرتا ہی دوسرا فرقہ مضبوطی سے
اخذ کرتا ہی اور صادق مانتا ہی تو جس حقیقت اللہ پر اجماع عامہ کُلیتاً دال اور شاہد ہیں
اُسی پر بدعتی جُزءاً جُزءاً گواہی دیتے ہیں۔ اور اِن سب امور کا حاصل رب تعالیٰ کا جلال
اور کلیسیا کی ترقی نکلی چنانچہ ایرینیوس صاحب اُسی کتاب کی بارھویں فصل میں
فرماتا ہی ہماری اِنجیل کی گواہی کی اِتنی توثیق اور قوی تصدیق ہی کہ بدعتی بھی خواہ مخواہ
شہادت دیتے ہیں از آنرو کہ وے ہماری جائے خروج سے چل نکلے اور ہماری
مسند اور پشتی پر تکیہ لگا کر ہر ایک ہماری کتابوں سے اپنی اپنی تعلیم کو صحیح اور مستند
دکھانا چاہتا ہی چنانچہ عبیونی جو اِنجیل متی کو چھوڑ کر سب اِنجیلوں کے مُنکر ہیں کسی کو

نہیں مانتے ہیں پر اُسی اپنی خاص انجیل کی نقلیات سے قابل تکذیب و تردید ہیں
اور مارسیونی بھی جو اتنی جرأت رسیدہ ہیں کہ خالی لوقا کی انجیل کو لایق تسلیم سمجھتے
ہیں اور اُس سے بھی صرف بعض جزؤنکو چنکر باقی مضمونکو رد ّی بتاتے ہیں۔ پر تو بھی
اُن جزئیات سے جو باقی چھوڑی گئیں صریحًا کافر ٹھہرتے ہیں اِسیطرح والینٹنوس کے
مرید اور پیرو خالی یوحنا رسول سے اپنے اعتقادات کے دلایل مانگتے ہیں۔ ہرچند کہ
اُنکی خاص انجیلی ترازو پر تلکر اُنکے عقائد اور حقایق باطل اور واہیات نکلتے ہیں ❊

اور وہی مصنّف اِسیطرح سچے راشدین اور مسلمین کے عقائد کو اجمالاً بیان کرتا
ہی۔ وہ کلیسیا جسکے علم و معرفت کا تخم کُل عالم میں بویا گیا ہی رسولوں اور تابعین رُسل سے
اُس ایمان کو اپنے ذمّہ اور سپردگی میں لیتی چلی آئی جو ایک ہی خدائے قادر مطلق پر
ہی اور ایک ہی یسوع مسیح ابن اللہ پر جو ہماری نجات و سلامت کے لئے مجسّم ہو گیا اور
ایک ہی روح القدس پر جس نے نبیونکے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے اِجماع عامہ کی
آیندہ رعایت و انتظام و ترقی و تعمیر کا اِشتہار اور اظہار کرایا اور ہمارے لئے خداوند
کی آمد و تولّد جسمیہ اور اُسکے درد و الم پذیر ہونے اور اُسکے مُردوں میں سے برخاست
ہونے اور صورت و حقیقت جسمیہ میں آسمان پر صعود کرنے اور اُسکے آیندہ ظہور رونقدار
اور جلالی اور نورانی کا تاکہ وہ سب اَوقات کے سرونکو آپ ہی میں منتہا کرے اور
آدم زاد کے ہر بشر کو از سر نو زندہ کرے اور غیر مرئی باپ تعالیٰ کی مرضی کے بموجب
یسوع مسیح کے روبرو جو ہمارا خداوند اور خدا اور نجات بخش بادشاہ ہی ہر ایک

گھنٹا ٹیکے - کیا آسمانی کیا خاکی موجودات اور ہر زبان اُسکا اِقرار کرے چنانچہ وہ سچھونپر
راستی سے عدالت اور حکم کریگا اور مرتد فرشتونکو اور جتنے بدافعال اور اہل شرارت و
کُفر من النّاس ہیں اُنکو آتش دوزخ میں ڈالیگا - اِسکے برعکس جو شخص اُس کے احکام
واجب العمل جانتے ہیں اور اُسکے رشتہ محبّت میں قایم دایم رہتے ہیں خواہ اپنی عمر کی
اِبتدا ہی سے خواہ بعد گمراہ ہونکے دل وجان سے توبہ کار ہوں اُنہیں بقا اور لطف
اور قربت الٰہی کا اِنعام عطا فرمایا جائیگا - اِس ایمان کو کُل کلیسیا تمام عالم میں مُنتشر اور
مزروع کر کے اِس کوشش و وفاداری اور خوش اِتفاقی سے محفوظ کرتی ہی کہ گویا ایک
ہی جان اور ایک ہی قالب ہو کر ایک ہی گھر میں رہتی اور ایک ہی زبان سے
گویا ہو کر اُسکی تعلیم دیتی اور قوم قوم کے سنادونکو حوالے کرتی ہی - لُغات اور عبارات
تو مختلف ہیں پر حوالہ کئے ہوئے معانی اور مضامین متفق ہیں اور کچھہ فرق نہیں اُن
جماعتونکے عقائد میں جو گلتی اور ہسپریا کے ملکوں میں اور اِطراف مشرق اور لیبیا اور
اِطراف وسط میں مگر جیسا تمام عالم ایک آفتاب سے منوّر ہوتا ہی اِسیطرح رب تعالیٰ
کے ایک برحق کلام کے پیغام اور ایلچی گری سے ہر شخص جو شایق اور طالب حقیقت ہی
روشنضمیر اور دانا بینا ہو جاتا ہی - اِسی مصلحت آمیز شہادت سے پوری مطابقت رکھتا
تھا - ترتلیان اریتوس کا ہمعصر جو رسول یوحنّا کے پیچھے تخمیناً ایک صدی کے تفاوت
پر کرتھج کی جماعت کی پیشوائی اور کشیشی تک سرفراز ہو گیا اُس معلّم کے بھاری کلمات
شنو - اگر یہہ بات قابل اِقرار ہی کہ جو سابق تر ہی سو صادق تر ہی اور وہی سابق تر ہی

جو اِبتدا سے ہی اور اِبتدا سے وہی بات ہی جو رسولوں سے ہی تو اس بات کا بھی مقرّ اور
قائل ہونا چاہیے کہ جو کچھہ جماعات رسولیہ میں حریم اور نقص و خلل سے مبرّا و محفوظ ہو رہا
وہی بیشک رسولی سند اور واجب التسلیم ہی دیکھو کیسا دو دفعہ پولوس رسول نے قرنت
کی جماعت کو بلایا اور سخت تنبیہہ اور سرزنش سے کس قانون اور قاعدے کی طرف
اہل گلتیا کو رجوع کرایا اُسپر بھی لحاظ کرو جو فیلپی اور تسلونیقی اور افسس کی جماعتوں میں
پڑھا جاتا ہی اور دریافت کرو کہ رومیونکو جو ہمارے قریب ترین وطن ہیں کون سی خوشخبری
حوالہ کی گئی جسپر وہانکے مریدوں نے گویا اپنی شہادت کے خون سے مُہر چھپوائی اور
اُسکی تصدیق کی۔ علاوہ برآں یوحنّا کی تعمیر کی ہوئی جماعتونکی گواہی مشہور ہی کیونکہ اگرچہ
مارسیون اُس رسول کی مکاشفات سندی اور معتبر نہ جانے توبھی اُن جماعتوں کے
اُسقفونکا سلسلہ متواتر یوحنّا سے شروع ہوکر چلا آیا ہی جیسا چشمے سے نہر ونکا ورود ہی۔
اور اِسیطرح باقی سب انجیلوں کی وثاقت و معتبری اور اِستناد پختہ اور ثابت ہوتی ہی۔
پس میری تقریر یہہ ہی کہ نہ صرف جماعت رسولیہ بلکہ جتنی جتنی جماعتیں اُن کی پاک
رفاقت میں وابستہ اور پیوستہ ہوگئیں سب کی سب وہی لوقا کی اِنجیل جسے ہم محفوظ
رکھتے ہیں جس دن سے وہ اوّلاً مروّج ہونے لگی صحیح اور حقیقی جانتے ہیں اور اُنہیں
جماعتونکی شہادت اور قبالہ سے باقی اناجیل جنہیں ہم بہ تواتر متسلسل اُن کے
قانون اور روش رواج معمولی کے بموجب قبول کر رہے ہیں مستند اور ثقہ اور اپنی
اصل صحت میں محفوظ ٹھہرتی ہیں اشارہ ہی متی اور یوحنّا کی انجیلوں سے اور مرقس

سے ہی ہرچند کہ وہ انجیل جو مرقس کی کہلاتی ہی تحقیق پطرس کی تصنیف بتائی جاوے جس
رسول کا مترجم مرقس انجیلی تھا اور اسیطرح وہ انجیل جو لوقا انجیلی نے تالیف کی پولوس
کیطرف منسوب کرتے ہیں از آنروکہ واجبًا شیخ اُس کتاب کا مصنّف معلوم ہوتا ہی جسے
مریدوں نے مروّج کیا ہی تو مارسیون سے یہہ سوال کرنا حق ہی کہ تو کیا چاہتا ہی اور
تیرا کیا مطلب ہی جو تو باقی انجیلونکو ترک کرکے صرف اِنجیل لوقا کو زور سے پکڑتا ہی گویا
کہ اجماع عامہ نے باقی کتابونکو شروع ہی سے منظور و محفوظ نہ کیا اِنہیں بُرہانوں سے
انجیلوں کی توثیق کے ثبوت کو جماعت مسیحی بدعتیوں اور معترضوں کے مقابل صاف
دکھاتے ہیں۔ چنانچہ قرنیۂ اوقات میں وہ جو صادق اور حقیقی اور کھرا ہی کاذب اور
قلبی سے مقدّم ہی اور جماعتونکی شہادت اور ذمہ داری تعلیمات رسولیہ کا مسند اور
سہارا ہی از آنروکہ یہہ بات بداہت عقل کے موافق ہی کہ مدّعات حقیقی قلبی پر سبقت
لیجاویں اور حقیقت کا مخرج کون مگر وے جنہوں نے اوایل میں اُسے حوالہ کیا +

پس اگر حق و باطل اور حقیقی اور قلبی کی تمیز نظریات اور عقلیات پر موقوف ہوتی نہ
اعتقادات اور عملیات پر۔ تو یقینی اُمید ہوسکتی کہ مولوی صاحبان اِن قدیمی معتبر معلموں
اور کشیشوں کی تصنیفات کو طے کرکے اور اُن ہزارہا وزنی کلام اللہ کی آیتوں پر لحاظ
کرکے جو اُنکے رسالوں میں چار انجیلوں سے منقول ہوگئیں اپنی واہی بحثوں اور باطل
حجتوں سے پرہیز کرکے اُس مصلوب خداوند کے قدموں پر جو عالم کا خالق اور بادشاہ
اور منجی الخاطین اور منصف معیّن ہی قرباں ہو جاتے اور اُس ولادت ثانی سے

بہرہ ور ہونیکا سوال کرتے جسکے بدون کوئی بشر خدا کو ہرگز نہ دیکھیگا بہرحال اِس امر کے
مقرّ ہوتے کہ بمشکل زمان سلف کی ایک بھی کتاب نظر آتی ہی جو اتنی کافی ووافی سند لے
اور راسخ دلیلوں سے صحیح اور معتبر ثابت کی گئی ہی - اِتنا یقین اور منصوص ہی کہ خواہ ہم
مشرقی جماعتوں خواہ مغربی خواہ جنوبی سے سوال کریں کہ متی اور یوحنّا اور مرقس اور لوقا
کون اور کیسے اور مسیحی کلیسیا کے بیچ کس قدر اور رُتبہ کے حساب گئے جاتے ہیں تو
مشرقی کلیسیا سے جستین مارتر اور پیپیاس اور جنوبی سے کلیمنس اور ترتلیان اور مغربی
سے ہیپالیتس اور ایرینوس متفق گواہی دیتے ہیں - مثلاً نصف صدی بعد از انتقال
یوحنّا جستین نے چار انجیلوں کے بیان میں کہا کہ یہی وے چار روایتیں رسولوں کی
ہیں جنہیں عبادت کیوقت مسیحی لوگ اپنی مجلسوں میں ظاہراً پڑھا کرتے ہیں جس طرح
کتب انبیا اور اولیا مقدّس کی تلاوت کرتے ہیں اور جس کسی صاحب کی خواہش ہو
تو بیک نظر اُس عمدہ معلّم کی اُن تصنیفات پر جواب موجود ہیں لحاظ کرے عنقریب ہی کہ
وہ ہر ایک انجیل کے ہر ایکبا میں سے دو ایک آیتیں نقل کرتا اور ہر ایک آیت کا
ٹھیک وہی مضمون بتاتا اور سکھاتا ہی جو اب زمان سلف کے پس ماندہ نسخوں میں
مثلاً کوہ سینا کے کہلائے ہوئے نسخے میں پایا جاتا ہی - اور جبکہ یہہ سب آیتیں یونانی
زبان کی خوش وضع اور فصاحت آمیز عبارتوں میں منقول ہیں صرف تین باقی انجیلوں
سے نہیں بلکہ متی کی انجیل سے بھی تو ثابت اور یقین ہی کہ بالفرض متی کی انجیل کا اصل
متن عبرانی تھا پر معاً یونانی بھی اُس رسول کے جیتے جاگتے اور اُسکی ساخت وصنعت

سے مہیا اور موجود تھا چنانچہ یہہ بات بظن غالب حقیقت واقعی معلوم دیتی ہی بلکہ اُسکا
واقع ہونا بعید از عقل اور اُس زمانے کے سب آثاروں اور روائیتوں کی ضد اور منافی
ہی اور بر تقدیر کہ یہہ امر واقع بھی ہوا ہوتا تو بھی کلیسیاء عامہ نے جس کی امانت اور اختیار
میں اناجیل کی ہیمینی اور محافظت سپرد ہوگئی تھی مُہر وثاقت وقبولیت اُسکے مضمون
پر چھپوائی تھی چنانچہ یہہ بات یعنی ایک تصنیف کا دونوں زبانوں میں مہیّا ہونا یعنی
یونانی اور عبرانی زبانوں میں مشکل یا مستحیل نہ تھا اور اُس زمانے میں دونوں زبانوں
کے بولنیوالے نہ تھوڑے تھے بلکہ کروڑہا عوام اور خواص یعنی اکثر یہود عالم وفاضل و
شریف بھی اور مہاجن وساہوکار وصرّاف وغیرہ بھی دونوں لغتونکو برابر سہولت سے بولتے
تھے اور کہیں کوئی روایت ضد نہیں پائی جاتی اِس کلیسیا کی روایت اور اعتبار اور زعم
عامہ سے کہ متی رسول کی کہی ہوئی انجیل خود رسول ہی کے سامنے دونوں زبانوں
میں مولّف اور حوالہ قلم ہوگئی - اِسکے برعکس کیا ہی بیہودہ اور تعصب آمیز بات ہی جو
کوئی کہے کہ ہر چند وہ رسول مختلف لُغت بولنے کے اِنعام سے بتوفیق روح القدس
مستفاد ہوگیا تو بھی اُس نے اپنی خاص انجیل اُن دو عمدہ اور مشہور زبانوں میں قلمبند
کرنیکی وسعت اور اِستعداد نہیں پائی اور یہہ امر قابل غور ولحاظ ہی کہ نہ صرف دوسری
صدی کے وسط کے مصنفونکی کتب موجودہ میں بلکہ اُسکے شروع ہی میں مثلاً مقدس شہید
اگینشیوس کے زمانے میں ہاں پہلی ہی صدی کے اخیر میں مثلاً کلیمنس اُسقف روم
کے خطوط میں متی رسول کی انجیل یونانی سے کئی منقولات ہیں پھر یوسیبیوس مورخ کی

روایتوں سے یقین ہی کہ متی رسول کے سیر وسفر اور وعظ ومنادی قوم اور لغت عبرانی کی حدود اور احاطے کے اندر مقیّد نہ تھی۔ چنانچہ وہ راوی معروف اپنی تواریخ کی ۳ کتاب کی ۲۴ فصل میں یوں فرماتا ہی۔ متی پہلے ہی اہل عبرانیونکو وعظ ومنادی کرکے جب غیر لوگونکے پاس کوچ کرنیوالا تھا اپنی خاص انجیل کو وطنی زبان میں حوالہ قلم کرکے ترک کر گیا تھا تا آنکہ اُسکی حضوری فی نفسہ کا نقص وقصور اُس دستاویز کے ذریعہ سے پورا ہوجاوے۔ پس جب اِس موضع سے صاف معلوم ہی کہ رسول مبارک غیر قوموں کے بیچ انجیل کی ایلچی گری اور منادی سے متضمن کیا گیا تو خیال واجب اور قرین قیاس ہی کہ وہاں بھی اپنے نو مریدونکے لئے اُس منادی کا مضمون تقریری یونانی زبان میں تحریر کرایا ✝

دیکھو اصحاب عقل وعدل کے لئے اور اُنکے لئے جو اِس حقیقت کے قایل ہیں کہ اصل مضمون حرف اور زبان سے ترجیح رکھتا ہی کیا ہی عمدہ اور پختہ اطمینان اور تیقن متی رسول کی اصل صحت کے حق میں اِس سے حاصل ہوسکتا ہی کہ اوّل صدی کے معلمین مسیحی کی تصنیفات یونانی میں جتنے منقولات اِس انجیل سے طلب کئے جاتے ہیں تو وے چوتھی اور پانچویں صدی کے نسخوں سے جواب موجود ہیں پوری برابری اور اتفاق رکھتے ہیں اور صرف یہی نہیں پر دوسری صدی میں جو وہ انجیل معہ باقی اناجیل کے سُریانی اور لاطینی زبانوں میں ترجمہ کی گئی اُن ترجموں سے جتنے آثار اب بھی بکثرت موجود ہیں یعنی اُن میں سے جتنی آیات رسایل ترتلیان اور ایرنیوس

اور ہیلاری اور رسایل مصنفین سُریانی میں صاف منقول ہیں اُنکے مضمون میں کچھہ نقص اور خلل اور اختلاف نہیں آتا۔ خواہ اُن آیتونکا مطلب بعید اور بیرون از مدّعات بحث ہو۔ خواہ اُن مدّعات سے ہو جو بحث ومناظرہ میں مفید اور مطلوب ہوں منشاء اور غایت کلام دونوں حالوں میں جیسا اب نظر آتا ہی ویسا ہی تب بھی تھا +

باب چہاردہم

در بیان بعض اقسام و انواع الہام ربانی کہ بر مصنفان کتب مقدسہ یعنی رُسل و انبیاء بمقتضائے مضامین و مقاصد احکام و اقوال الہی نازل شدند

ہزار شکر خدا تعالیٰ کی حکمت اور رعایت غیر متناہی کا جس نے اپنی متعالی رضا و قضا کے بموجب اجماع مومنین کے لئے ایک لطف آمیز اور تسلی بخش بندوبست مقرر کیا جس سے اُسکے اوصاف جلالی و جمالی کے تذکرے اور اُسکی تدبیروں اور مشورتوں اور وعد و وعید کی صحیح اور پکّی خبریں اور معرفت و فہمید تا اخیر الایام اُس اجماع مقدس کے تصرف و حفاظت میں رہیں۔ اور اِس بندوبست میں دو بھاری تعینات اور مظاہر حکمت ہیں ایک اُن میں مشہور یعنی یہہ کہ نبیوں اور رسولوں کا پیغام تقریری خدا کے روح القدس کی عین وحی سے نکلا آنطور کہ وہ متکلّم قول اللہ کے قایل تھے اور اُنکے افعال نبویہ خاص قدرت الہی سے وقوع میں آئے۔ اور دوسری یہہ کہ اُن اقوال کے مُخبر اور حافظ اور اُن افعال کے راوی اور احوال کے کاتب آپ بھی روح القدس کے الہام سے بہرہ ور تھے اور یہہ بات موجب شکر فراوان ہی کہ سب تجربہ کاروں اور جہاندیدوں کو معلوم ہی کہ خوارق عادت کے حق میں معتبر گواہوں کی شہادت بھی احتمالی اور مشتبہہ ہی از بسکہ بمشکل ایک بھی شیخ اور پیر و مرشد اور صاحب زہد و فقر و ریاضت

شہرۂ عالم اور رونقدار ہوگیا مگر اُسکے مُریدوں اور اصحابوں نے ہزارہا معجزات اور خوارق عادات بڑے مبالغہ سے اُسکی طرف حمل و منسوب کئے بلکہ اِتنے کرامات اور معجزات جتنے حضرت موسیٰ اور خداوند یسوع سے وقوع اور ظہور میں آئے صرف ایک معجزہ مسیح کا مشہور ہی جو سر عجائب و غرائب تھا جسے شاید کسی نے کسی بشر کی طرف ہرگز منسوب نہیں کیا کہ آپ ہی نے اپنی جان دیکر اُسکو پھر لے لیا تو کچھ چارہ اُس سے نہیں کہ اصحاب ذہن و عقل ہر صورت خوارق عادت کو احتمالی اور مبہم جانیں اور اِسطرح کی سمعیات ماضیہ کو منظور نکریں۔ ہاں اگرچہ سلسلہ متواتر گواہیوں کا ایسا ہو کہ اُس میں کہیں سے کچھ انقطاع نہو ہاں اگر اُنکی قدر و منزلت ایسی ہو جیسا مصنف اِستفسار نے دعویٰ کیا ہی کہ سمعیات کے ثبوت کے فن عظیم الشان میں بیسیوں بلکہ سیکڑوں دانا لوگ ہمارے یہاں ایسے گذرے کہ اُنکی وثاقت اور اُنکے اُس فن کی مہارت سے اُن لوگوں کا کتابوں کا لکھنا ایسا ثابت ہی جیسا اُنکا ہونا اور ایسا بھی ہو کہ ہزار ہا روایات متصلہ مرفوعہ صحیحہ وغیرہ ہوں تب بھی ایسی سمعیات پر اعتقاد کرنے سے عذر کرتے ہیں اِسلئے اہل دین و ایمان کے لئے خدا تعالیٰ سے یہہ بندوبست مقرر و متعین تھا کہ انبیاء اللہ قدرت الٰہی سے معجزات فعلی اور قولی دکھاویں اور صرف یہہ نہیں بلکہ اُن معجزوں کی تحریری خبریں اور تذکرے ایسے ثقہ گواہوں سے دیجاویں جن میں روح اللہ نے تحلل اور حلول فرمایا تھا۔ چنانچہ روح الہام کی توفیق سے رسول اور انجیلی خداوند مسیح کے مُردوں میں سے اُٹھنے اور اُسکے باقی معجزات پر شاہد ہیں۔ اور وے اپنے اُس

الہام اور توفیق الٰہی کو آپ بھی معجزات سے مبرہن اور مبیّن کر سکے - اب ہم یہہ پوچھتے
کہ محمد صاحب میں کونسی اِس موافق قدرت الٰہی تھی کہ اصحاب کو اپنے پاس بلوا کر شیاطین
کو نکالنے اور مُردونکو جلانیکا اختیار اور مقدور آپ ہی سے افاضت کرے اور انصار پر
پھونک کر کہہ سکے - روح القدس کو تم لے لو جسکے محمد صاحب آپ بھی سورۂ مائدہ
میں قائل اور معترف ہیں وَاِذْ اَوحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيِّيْنَ اَنْ آمِنُوْا بِي وَبِرَسُوْلِي
وغیرہ پس جب خداوند مسیح کے معجزات کے شاہد حال اور راویان محمد صاحب کے
اقرار کے بموجب مورد وحی ٹھہرے اور اُن شاہدوں سے دو خاص انجیلی اور دو حوارین
کے اصحاب تھے تو کون صاحب عدل و دانش قطع نظر از ثبوت ایسا تصور بھی کر سکتا ہی
کہ محمد صاحب کے اصحاب یا تابعین اَصحاب یا اصحاب کے تبع تابعین کی گواہی
حوارین وحی پذیر کی گواہی کے ساتھہ ملائے جانیکے لایق ہی - صاحبو اگر شاید آپ
حوارین کے صاف صحیح دعویٰ اور پاک نوشتونکی تقریر اور کُل اجماع مومنین کی شہادت
متفقہ کو قابل اور واجب التسلیم نہیں جانتے بہر حال اپنے نبی کے کلام کو مشتبہہ نہ جانو
اور جو مسیح کے اصحاب ہونیکے درجے و رُتبے سے روح اللّٰہ کی وحی سے مشرّف ہوگئے
تو اُسکے معجزات کے معتبر اور ثقہ گواہ کون اُن سے بڑھکر ہو سکتے تھے - ہر چند کہ مولف
استفسار جاہلوں کی آنکھہ میں خاک ڈالنے کے لئے اور عین بیحیائی سے یہہ بات
کہنے کی جرأت کرتا ہی کہ مؤلف اناجیل سب مجہول الحال تھے معلوم نہیں کہ کب
اور کون اور کیسے تھے - علاوہ برآں میں اِن معترضوں سے یہہ عرض کرتا ہوں کہ

بر تقدیر کہ وے مولف اناجیل اور مسیح کے فعلی اور قولی معجزات کے راوی اور ذاکر نہ الہام الٰہی سے حقیقت حال کو بیان کرتے بلکہ اُسکے برعکس حق و باطل کی تلبیس سے مزور اور قلبی باتیں حوالہ قلم کرتے تو کلیسیاء عامہ نبیوں اور حواریونکی بنیاد پر سے اُٹھکر اور اپنی حقیقی جڑ سے اُکھڑکر کون دوسری بنا پر قایم اور مبنی ہوکر ایسی برقرار اور ثابت قدم رہی بلکہ ہر صدی اور خصوصًا اِس اُنیسویں صدی میں بڑی ترقی اور تحصیل زیادہ سے رونقدار اور مستفیض ہوگئی آنقدر کہ صاف معلوم و روشن ہی کہ مسیح کی کلیسیا ایک ایسا درخت ہی جو قابل زوال اور بڑھاپے اور پژمردگی کے نہیں بلکہ اُسکی شاخیں اُس قسم کی ہیں جنکی حضرت داؤد ۹۲ زبور میں تعریف کرتا ہی وے جو خداوند کے گھر میں لگائے گئے ہیں ہمارے خدا کی درگاہوں میں پھولینگے وے بڑھاپے میں بھی میوہ دینگے۔ وے شادمان اور تر و تازہ ہونگے تاکہ ظاہر کریں کہ خداوند کیا ہی راستگو ہی وہ میری چٹان ہی اُس میں ناراستی نہیں۔ تو اے صاحبو عرض و سوال اِس مصنف کا یہہ ہی کہ یہہ اجماع مومنین کی نوجوانی اور رطوبت دایمی اور تر و تازگی کی اُمید و امکان کس وجہ سے اور کہاں سے ہوسکتی تھی غیر از آنکہ وہ اصل بیخ و بنیاد جسپر کلیسیا عامہ نے مبنی ہوکر مضبوط قرار پکڑا وہی بیخ ہی جسپر انبیا اور رسولوں نے دعوےٰ کیا کہ وے روح اللہ کے الہام سے معمور اور مملو تھے تا آنقدر کہ اُنکے افعال رسالت و نبوّت اُسی روح اللہ سے قدرت پذیر تھے اور اُنکی گواہیاں خداوند یسوع مسیح کے معجزات پر خواہ تقریری خواہ تحریری دونوں اُسی روح کے الہام سے مالا مال و موفور تھیں +

پھر اِسی اِلہام روحی کی توفیق سے اور ربّ تعالیٰ کی تدابیر اور خیالات اُنہیں مفوض ہونے
کے سبب ہرگاہ کہ اُن رسولوں نے عہدِ عتیق کے اصل مکتوبات سے بعض جملوں یا آیتونکو
نقل کیا بعلت ثبوت اُس وفق ومطابقت کے جو دونوں عہدونکو جوڑ کر ملاتی ہی تو اُن
جملوں اور آیتونکو گاہ گاہ ہفتادی یونانی مترجموں کے ترجموں کے مطابق منقول کیا اور گاہ گاہ آپ
ہی اصحابِ الہام ہوکر زمان سابق کے اصحاب الہام کے رازوں اور رمزوں سے ملے
ہوئے مضامین اور ادراکات مستورہ اور صادقہ نکالے جیسے غیر الہامونکو مہارت اور
فراست عامہ سے ہرگز حاصل نہ ہوسکے بموجب اُس قول پولوس رسول کے نبیؤں کی
روحیں نبیؤنکی تابع ہیں اور اُسکے موافق ایک قول پطرس رسول کا بھی ہی ۱ خط کے
۱ باب کی ۱۲ آیت میں سو اُنپر یعنی انبیاء سلف پر یہہ ظاہر ہوا کہ وے نہ اپنی بلکہ ہماری
خدمت کے لئے یہہ باتیں کہتے تھے جنکی خبر اب تمکو اُنکی معرفت ملی جنہوں نے روح القدس
کے وسیلے جو آسمان پر سے بھیجی گئی تمہیں انجیل کی خوشخبری دی اور اِن باتوں پر ملاحظہ
کرنیکے لئے فرشتے شوق سے جھکتے ہیں چنانچہ جب انبیاء عتیق اور انبیاء جدید یعنی
حوارین کو کلام اللہ کا تفویض کرنیوالا ایک ہی روح اللہ تھا تو نہ صرف واجبی گمان ہی
بلکہ بالبداہت عقل اور بیسیوں نقلیات سے معلوم ہوتا ہی کہ اوقات سلف کے کلمات
الٰہی زمان خلف کے صاحبان اُولوا الالہام کو عام مفسرونکی نسبت نہایت کاملتر اور
عالی تر طور پر روشن اور مبیّن ہوئے اُنکے پوشیدہ معانی مفہوم ومعروف اور اُن جملوں
اور آیتونکو ہفتاد کے ترجموں سے نقل کرنے میں بجاے ایک لفظ یا حرف کے دوسرا

لفظ یا حرف گاہ گاہ داخل کرنا اُنکے حق واختیار سے بیرون نہ تھا اِسطرح کہ معنی اور مضمون میں ذرا بھی خلل نہیں آیا تاکہ اُن سبھونکو تادیب اور چشم نمائی ہو جو حرف اور ظاہر معنی کو باطن پر مقدم جانتے ہیں مثلاً عاموس نبی کی ایک آیت مشہور میں قول اللہ ہی میں تمہیں اسیر کر کے دمشق کے پار لیجاؤنگا اِس آیت کو اِستیفان اوّل شہید نے یوں منقول کیا۔ میں تمہیں جلا وطن کر کے بابل کے پرے بساؤنگا دونوں باتونکے معنی برحق تھے از آنرو کہ بنی اِسرائیل کی اسیری اور جلا وطنی ورائے دمشق بھی اور ورائے بابل بھی تھی فرق اِتنا ہی کہ حضرت اِستیفان اُس اسیری کی کیفیت حال سے واقف ہو کر بعد از وقوع امورات مضمون اور منشا اور مدار کلام تو بچاتا مگر حرف کو بدلتا ہی۔ تو بھی ای صاحبو ایسا نجانو کہ مسیح کے مرید و بندگان حرف ولفظ کی اِہانت اور حقارت کرتے ہیں۔ ہم علم تصوف والونکی مانند نہیں ہیں پر اصول اعتقادیہ میں سے ایک یہہ ہی کہ نہ حرف مضمونکی پر مضمون حرف کی علت ہی حرف ولفظ کتنے ہی بیش قیمت اور منظور نظر کیوں نہ ہوں تو بھی بہ نسبت مضمون کے وے کم قدر ہیں چنانچہ خداوند نے فرمایا۔ روح ہی وہ جو جلاتی ہی جسم سے کچھہ فائدہ نہیں یہہ باتیں جو میں تمہیں کہتا ہوں روح ہیں اور زندگی ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ لوگونکو اپنی روح کی تنویر کی فراوانی سے مملو کرے تو یہہ باتیں آفتاب نیمروز سے زیادہ فاش وکشف ہونگی نہیں تو ظاہر پرستی یعنی حرف و ظاہر پرستی کے ظلم سے جان خلاص کرنی نہایت مشکل بات ہی۔ تب آپ کی فہم وسمجھہ میں حضرت موسیٰ کی وہ تقریر آجائیگی اور خاطر نشین ہوگی کہ اِنسان ہر ایک قول و

کلام سے نہ ہر لفظ اور حرف سے بلکہ ہر ایک قول سے جو خدا کی زبان سے نکلتا ہی جیتا رہیگا - اِنہیں قواعد مفہومہ بالا کے متفق ایک اَور امر لایق غور و تقریر ہی کہ کتب مقدسہ کے مصنف جس الہام پھر قابض اور قادر تھے وہ ایک قسم کا نہیں بلکہ کئی انواع و اقسام کا تھا - اِقسام کے فرق سے مراتب اور درجات کا فرق مراد نہیں - الہام الٰہی میں درجوں اور رُتبوں کا فرق درج کرنے سے عذر ہی - چونکہ پولوس رسول نے صاف ارشاد فرمایا ہی ۲ خط تمطاؤس کے ۳ باب کی ۱۶ آیت میں ہر ایک کتاب جو اِلہام سے ہی تعلیم اور اِلزام اور سنوارنے اور راستبازی میں تربیت کرنیکے واسطے فائدہ مند بھی ہی تاکہ مرد خدا کامل ہو وغیرہ اگر کوئی شخص مراتب اور مدارج الہام کا قائل ہو تو ہم اِس بات کو موجب بحث شمار نہیں کرتے اور نہ ہم مصنف اِستفسار اور اُسکے پیرووں کے ساتھہ اُنکے اِس دعوے کے حق میں کہ ہمارا فرقان بلفظہ کلام اللہ ہی بحث کرنیکا کچھہ خیال کرتے ہیں کیونکہ اُس بحث کے اِنفصال پر ایک اَور بحث کا اِنفصال متقدم ہی اور وہ بہت زیادہ قدر کی بحث ہی یعنی آیا محمد صاحب کی رسالت از جانب خدائے برحق اور صادق تھی یا نہیں اور نہ ہم آپ لوگوں سے سوال کرنیکی فکر کرتے ہیں کہ کسی کلام تحریری کے کلام اللہ ہونے کے لئے آپ کون شرطوں اور علامتوں کو لازم اور ضروری جانتے ہیں اِس امر میں روح اللہ کے وزیر و مشیر ہونے پر کون آدم زاد دعویدار یا اپنے ایجاد و ترتیب کئے ہوئے قوانین کا مقتضی ہو سکتا ہی پر اِتنا صاف و واضح ہی ہر شخص پر جو بنظر خود کلام اللہ کی وضع اور ترتیب و ترکیب پر غور و اِلتفات کرے کہ اِلہام اللہ کی

کئی صورتیں اور انواع ہیں اور روح کی وہ خاص توفیق جو نبیوں اور رسولونکو عطا کی گئی کئی
سبیلونپر تھی مثلاً بعض وقت خدا کے حضور یہہ منظور اور پسندیدہ تھا کہ بر سبیل تواریخ کلیسیا
کے احوال ماضیہ یا مملکات اینجہانی کے امور واقعیہ اور ماجرے کے سمعیات جن سے
اور جسقدر تک کلیسیا کا نفع یا مضرت ہوسکتی تھی نبیوں کی معرفت سُنائی اور سمجھائی جاویں
تو اُن سمعیات اور روایات کو کلام الٰہی میں مندرج کرنا روح اللہ کو مناسب اور مفید معلوم
ہوا اور واجباً و لازماً اصحاب الہام کو اتنی توفیق عنایت اور افاضت ہوئی جس سے
وے مولف کتب الہامی درباب واقعات اور تعلیمات کے ہر غلط اور خطا سے خواہ
قصداً ہو خواہ سہواً بچ جاویں تا آنقدر کہ اِس امر میں اصل متن کی زنہار اور حمایت
پوری ہو پھر اُس اصل متن کی محافظت خداوند نے طریقہ مذکورہ بالا کے بموجب اوّلا اجماع
یہود کو اور بعد تردید اور متروکیت یہود اجماع عامہ مومنین کو تفویض فرمائی - اِس قسم
کی کتب الہامیہ میں وہ کتابیں جو یوشع اور قاضیونکی کہلاتی ہیں اور حضرت سموئیل اور
سلاطین کی کتاب اور وہ جسے روایات کہتے ہیں شامل ہیں - بعض علمائے یہود اور
غیر یہود نے اِن کتابونکو تواریخ اور روایات نبویہ کی کتاب کہا ہی صرف اِسلئے نہیں کہ
افعال و اعمال انبیا اور تابعین انبیا کے تذکرے اور بیانات مختلفہ اُن میں مندرج اور
محفوظ ہوئے اور نہ صرف اِسلئے کہ باعتبار اُس خبر مشہور کے جو اُمت یہود کے اوائل
سے ہوتی چلی آئی ہی مصنف اُن کتابونکے نبی ہی تھے بلکہ اِسلئے روایات انبیا کہلاتی
ہیں کہ اُن میں خدا کی ملکوت موعود اور اُس قوم مختار و مخصوص کے جو عہد و میثاق اللہ

کے وارث وحقدار تھے کیفیت احوال و واقعات کا بیان ہوتا ہی اور بالاختصاص اُنہیں
احوالوں کی خبر ملتی ہی جن کی عاقبت یقینی اور نتیجہ اور حاصل حقیقی خدا کے لطف وفضل
آمیز تدبیروں کی کشف اور صلح وسلامت کی خوشخبری کا ہر ملک میں اِشتہار جاری ہونا
تھا چنانچہ اِن کتابوں سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ باوجود بغض وبغاوت یہود کے اور
غیر قوموں کے بیچ جو اہل خلاف اور کینہ خواہ غنیم تھے اُنکی روک ٹوک اور جور وجبر کے
باوجود نہ تو خدا تعالیٰ کا قول ٹل سکتا تھا نہ اُسکی عجیب دستکاریاں رُک سکتی تھیں پر
اُسکی قدیمی مشورتیں اپنے حدّ ونشان متعین تک بڑھتی بڑھتی بالغ ہوئیں۔ تو روح القدس
کی طرف سے وہ حکمت اور بینائی اور تمیز روحانی نبیونکو نصیب ہوئی جسکے ذریعہ سے
حقیقت ناموں اور روایات متعدّدہ سے صرف اِنہونکو علیحدہ کرکے کتاب مقدّس کو
تالیف کریں جو ملکوت اللہ کی رونق وبلاغت رسانی میں وزنی اور بیشقدر تھیں اور جن
پر اُس ملکوت کی ترقی کی تاخیر یا تعجیل منحصر تھی اور اُسی اِلہام کے حواصل وفوائد میں
یہہ فائدہ بھی شامل تھا۔ صرف یہی نہیں کہ اُن روایات نبویہ میں کوئی حکایت کاذبہ د
فاسدہ درج نہوئی بلکہ سبھی مندرجات برحق اور اعتقاد اور تسلیم کے لایق تھے پر یہہ
بھی کہ اُن بیانات میں نہ فضولی نہ تخفیف و اِنقطاع ضروریات نہ اختصار نہ طوالت
کی زیادتی تھی بلکہ خدا تعالیٰ کی راہ وروش اور نقش قدم اور اُسکے افعال ومعجزات
اور رضا وقضا اور مشورتونکو اہل دانش وتمیز کے روبرو دکھلانے کے واسطے جتنے جتنے
واقعات کے بیانات کافی اور وافی تھے اِتنے اِتنے واقعات اِن تالیفات انبیاء

میں مجتمع اور مندرج ہو گئے - توجو معجزات اِن کتابوں میں مذکور ہوتے ہیں نہ اُنہیں مجرّد اور علیحدہ جداگانہ کرکے ملاحظہ کرنا چاہیئے بلکہ اُنہیں اُنکے ملحقات اور متعلقات کے ساتھہ ملاکر اہل اِدراک ومعرفت اُنپر اِلتفات کریں کیونکہ وے خدا تعالیٰ کے کشف ضمیر وخیالات سے اور آدم زاد کی نجات اور قربت الٰہی میں مداخلت کا حق لینے سے کمال تناسب اور تطابق غیر اِنقطاع رکھتے ہیں اور اسیطرح مقدّس لوقا کی اِنجیل کے مقدّمے سے ہمنے یہہ خبر پائی ہے کہ خداوند مسیح کے واقعات عمر کے بیان میں بہت سمعیات اور دستاویزات تحریری شروع ہی میں موجود اور معروف تھیں جن کے بعض مندرجات باہم مختلفہ اور متفرقہ تھے -پس کلیسیا کے اوّل الاوّلین گواہوں سے برابر اور متفق یہہ خبر متواتر ہم تک پہنچی کہ لوقا اِنجیلی مبارک نے جسوقت حضرت پولوس کی ہدایت ورفاقت سے مشرّف تھا جسے درجہ کشف ورسالت نصیب ہوا تو روح حق سے یہہ تنویر اور قوّت اِلہامی پائی کہ احوال وافعال مسیح کے سب مظہروں اور دستاویزوں اور سمعیات کو خواہ کاذب ہوں خواہ صادق جمع اور باہم مقابلہ کرکے اور گویا چھانٹ کر ہر ایک امر میں حق باطل سے جدا کرے تا آنکہ طلباء حقیقت کو اطمینان خاطر اور تیقّن حاصل ہو ✣

پھر الہام روح اللہ کے کئی انواع اور اقسام حضرت یوحنا کو مرحمت ہوئے چنانچہ اُس رسول محبّ وحبیب نے بعض باتیں تو وحی کی راہ سے خود کلمتہ اللہ یعنی خداوند مسیح کی زبانی سُنیں اور اُنہیں حوالہ قلم کرنیکا حکم اُس سے پایا- مثلاً مکاشفات کے ابواب

کی ۱۹ آیت میں اُس خداوند کا ارشاد ہی جو تو نے دیکھا اور جو چیزیں ہیں اور جو بعد انکے

ہونیوالی ہیں سب لکھہ رکھہ اور وہ رسول مبارک اِس قدر شرف و شان و فضیلت تک فیض رسیدہ تھا کہ روح اللہ کی قدرت سے متلبّس ہوکر بر سبیل ردیتہ عالم روحانیات اور درگاہ اللہ میں منتقل المقام اور مصعود ہوگیا اور بہشت کا دروازہ کھلا ہوا دیکھا اور اُس دروازے کے اندر تخت نشین خداوند کا دیدار اور مکاشفہ پایا اور اُسکے دست مبارک میں ایک کتاب مستور اور مختوم دیکھی جسکی فتح ختم پر کوئی شخص خاکی یا بہشتی غالب وقادر نہ تھا ماسوا اُس برہ کے جو ذبح ہوا تھا۔ پس جب اُسی کی قدرت و غلبہ سے وہ مُہر کُھل گئی تو وہ رسول اُسکے حیرت انگیز مضامین کا شنوا اور اُسکے کشف اسرار سے نصیبہ ور ہوگیا پھر اُسی رسول نے بعض باتیں جسطرح حضرت موسیٰ پر رسومات اور احکام شرعیہ نازل ہوئے اُسی طور سے بتوسط فرشتگان سُنیں اور تحریر بھی کیں خصوصًا تشبیہات اور تصاویر کی راہ سے اجماع عامہ مومنین کی آیندہ کُشتیاں اور شدائد اور فتوحات اور بعد تذلیل و پست حالی کے رونق و جلال مسیح کے ساتھہ اور دیگر مظاہر اعجوبہ بر سبیل مکاشفات اُسے نظر آئے چنانچہ رسول نے روح اللہ کے قابو اور تسخیر میں ہوکر اور اُسکی پاک قوتوں اور تاثیروں کے حلول سے مورد الہام ہوکر اُسی روح کی توفیق و ہدایت سے اپنے لفظوں اور عبارتوں میں اُن تصاویر اور امثال کو معہ کئی تعبیروں اور تشریحوں کے مبین کیا۔ اور اِسی طور پر پولوس رسول اپنے کلام الہامی کے دو اقسام و انواع بتلاتا ہی ایک قسم کے وہ صاف و صریح مکاشفات جنکا دیدار وجد روحانی کی

حالت میں ہو کر پایا تھا اور مرتًا اپنے خطوط میں اُنپر اشارہ کرتا اور اُنہیں اپنی رسالت

حقیقی کی قوی تر دلیلوں میں شمار کرتا ہی اور لاپروائی سے دعویٰ کرتا ہی کہ جتنی باتیں اُس

کشف کی کلمات میں درج ہوئیں سب برحق قول اللہ ہیں۔ مثلاً خط باہل گلتیا کے اباب

کی ۱۱ و ۱۲ آیتوں میں اپنے وعظ و منادی کے اصل مطالب کے حق میں یہہ نہایت

بھاری باتیں حوالہ قلم کرتا ہی۔ ای بھائیو میں تمہیں جتاتا ہوں کہ وہ انجیل جسکی میں نے

خبر دی انسان کے طور پر نہیں ہی اسلئے کہ میں نے اُسکو کسی آدمی سے نہ پایا اور نہ

کسی نے مجھے سکھایا پر وہ یسوع مسیح کے کشف سے مجھے ملی +

وہ کشف جسکا ذکر اِس آیت میں آیا عین خاص وحی ہی اور خدا تعالیٰ کا کشف

بالاختصاص اُسپر صادق آتا ہی جس میں اُس متعالی اور متجلّی کی ذات و صفات کا اظہار

اور اُسکے احکام و مشاورات اور عہود و مواثیق اور تعینات اوقات کا اشتہار اور آیندہ

امورات کی پیشخبریاں اور اعتقادات کی تقریر و تشریح حوالہ قلم ہوتی ہیں جب وہ مجہولات

پردہ فاش ہونے سے معلوم ہو گئے تب بر سبیل اصطلاح کشف ہوتا ہی۔ چونکہ ذاتیاً و

فعلیاً خداوند مسیح جو کلمتہ اللہ ہی رب تعالیٰ کا کاشف الاسرار ہی تو وہ وحی اور کشف

مذکور اُسی کے توسط سے حصول و وصول ہو جاتا ہی چنانچہ پیغمبر و رسول اِس حالت

میں ہو کر آپ تو فاعل و قائل نہ تھے پر مسیح اور اُسکی روح کی فعلیت کے متحمل تھے اور

اپنی خاص آواز کی نسبت خاموش ہو کر اُنکی زبان اُس اندرونی متکلّم کے قول پر فدا

ہو گئی جسطرح بربط خود تو خاموش رہتا ہی پر مضروب ہو کر شیریں آواز دیتا ہی اسیطرح

وے پیغمبر ہر چند کہ بیہوش اور لاادراک وشعور تو نہیں تو بھی اپنے قابو سے باہر ہوکر نادیدنی اور ناشنیدنی اور بعید از قیاس مطالب کے مظہر اور پردہ کش ہوگئے پس علامت اِصطلاحی

اُس حالت کشف کی وہ خاص عبارت ہی اور خداوند نے ابراہیم یا یوشیع یا موسیٰ سے کہا وغیرہ۔ اور بعض اوقات یہہ علامت ظاہراً تو مفقود پر حقیقتاً موجود ہوتی ہی۔ از بسکہ خدا تعالےٰ ہماری علامات سے مستغنی ہی اور ہمارے شرایط وضوابط میں مقید نہیں۔ پھر اُس کشف اور وحی کی قسم سے متفرق ایک کلام اِلہامی مذکورہ بالا تھا جسکا متکلم ظاہراً اپنی آواز سے اپنی باتیں بولتا تھا پر روح اللہ کی تحریک وتنویر باطنی سے اور اُسکے حلول وتخلل کا منزلہ ہوکر کلام تقریری اور تحریری کی قابلیت اور اِستعداد پاتا تھا صرف اِس اِلہام کی ایک شرط اور علامت یہہ تھی کہ ہر متکلّم کی تشخیص اور اُسکے شمایل اور اوصاف کی خصوصیات مفقود اور ضایع نہوتی تھیں بلکہ اپنے اپنے نشانوں اور کھوجوں سے پہچانی جاتی تھیں جیسا قیافہ شناسونکو جُدی جُدی صورتوں کے نقوش صاف متمیز ہوتے ہیں جو ہم اُس اوّل حالت پر ملاحظہ کریں تو خدا تعالیٰ بے توسط فی نفسہ متکلّم اور فاعل معلوم ہوتا ہی پر دوسری حالت میں بتوسط قوت وفعلیت اور خادمیت اِنسانی کے اپنی مرضی کا اِظہار کرتا ہی۔ کشف کی حالت میں مصنف عنقریب جیسا قلم بدست محرّر ویسا ہی ایک آلۂ بیجان کی مانند نظر آتا ہی۔ اُس دوسری حالت میں مصنّف کتاب خود محرّر ہی کی صورت پکڑتا ہی۔ پس جب اِس میں روح اللہ کی تحریک اور ترغیب اور تنویر بھی ہی۔ اور رسول کی تعریف لفظیہ اور تحریر ہی تو دو فعلیتین ایک امر میں ملیں اور مجتمع ہوگئیں۔ ظاہراً

وہ رسول اپنی خواہش اور ضمیر باطنی کے خیالات سے بولتا اور لکھتا ہی پر حقیقتاً
روح القدس کی تاثیروں کا قائل و متحمل ہو کر تقریر و تحریر کرتا ہی۔ ظاہراً تو آپ اپنے اختیار
سے جو خبریں اور روایتیں موجود ہیں اُن سے بعض انتخاب کرلیتا ہی اور بعض کو چھوڑتا
ہی حقیقتاً اُسی روح کے قوی دست سے مجبور یا میٹھی کششوں سے مجذوب ہو کر حق و
باطل کا خوب متمیز ہوتا اور ہر غلط و خطا سے بچایا جاتا ہی۔ اور یہہ بھی کہنا حق اور واجب
ہی کہ مورد کشف کی حالت صاف اور زنگ سے خالص آئینے کے موافق ہی جس سے
نور الٰہی کی سب شعاعیں منعکس ہوتی ہیں۔ دوسری حالت کی مثل گواہ کی مثل ہی کہ وہ
جن باتوں کا بنظر خود شاہد تھا ٹھیک ٹھیک اپنی معمولی عبارتوں میں باندازہ وزن و قدر
پیغام کے حاضرین و سامعین کو سمجھا دیتا ہی پر تو بھی رقابت اور ہدایت الہامی سے
کسی صورت میں غنی اور بے نیاز نہیں بلکہ اُس سے چارہ نہیں ہی کہ وہ روح جو اُس
مرد خدا میں ساکن ہی اور اُسکی جان میں متخلل کی گئی ہی اُسکے کلام کا مضمون و منشا
اُسکے بدلے انتخاب کرے اور اُسکی عبارتیں بھی خطا سے بری رکھے چنانچہ اخط باہل قرنتوس
کے ۷ باب کی ۱۲ و ۲۵ آیتوں میں پولوس رسول الہام کی اُن دو جدی قسموں پر اشارہ
کر کے فرماتا ہی۔ پر باقیونکو خداوند نہیں میں کہتا ہوں (یعنی اِس امر میں مجھے خداوند سے
جو کاشف الاسرار ہی کشف نہیں ملا صرف اُس الہام باطنی کی معرفت میں متکلم ہوتا جسمیں
روح اللہ کی روح انسان کے ساتھ مخالطت ہوتی ہی) پر کنواریوں کے حق میں خداوند
کا کوئی حکم مجھہ پاس نہیں۔ لیکن جیسا دیانتدار ہونے کے لئے مجھہ پر خداوند کی طرف

سے رحم ہوا ویسا ہی میں اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں۔ اِس سے صاف روشن ہوا کہ جسطرح خدا تعالیٰ کے ظہورات اور ذات وصفات کی تجلّیات متعدد اطواروں اور مختلف صورتوں سے زمان سابق کے انبیاء کو نظر آئیں اِسیطرح زمان متاخر میں روح اللہ ذوی الاختیار ہوکر اپنی تنویر الٰہی کو قسم قسم کر کے مختلف صورتوں اور طریقوں میں افاضت کرتا ہی اور اپنے فضائل خاصہ اور عظیم الشان جسکو جسقدر چاہتا ہی بخشتا ہی اور اپنی پاک تاثیروں اور تحریکوں کی تقسیم میں آزاد اور بےقید ہی خواہ وہ تحریک اُسکی مانند نرم اور ملایم ہو۔ خواہ برق ورعد اور بارش تیز رو کے موافق زور آور اور زبردست ہو ✣

ای صاحبو ان گرامی باتوں پر سوچ اور غور کرو جو کشف اور الہام کے ہیبت ناک رازوں سے قریب تعلق رکھتی ہیں کیونکہ نہایت عبرت نما اور قابل التفات وہ قول اللہ حضرت یسعیاہ کی زبان سے ہی لیکن وے باغی ہوئے اور اُنہوں نے اُس کی روح قدس کو رنجیدہ کیا اور اِسلئے وہ اُنکا دشمن ہوگیا اور وہ اُن سے لڑا ✣

باب پانزدھم

درباب بعض وزنی نقلیات کہ مستلزم ومستدل بر اُلوہیت ومعبودیت خداوند مسیح میباشند

جتنے سوالات ایک آدم زاد اپنے دوست اور بھائی یا اپنی ہی جان سے کرسکتا ہی اُن میں ایک بھی اِس سوال سے گرامی اور عالیقدر نہیں کہ تو خداوند مسیح کے حق میں کیا جانتا ہی۔ وہ کسکا ابن مبارک ہی بالفرض کہ وہ کلام اللہ کی طرح طرح تقریرونکے بموجب اللہ تعالیٰ کا ابن واحد ومحبوب ہو تو حقیقی مومنین اور مسلمین کا کیا فتویٰ اور رائے ہوگی بعض حدیثوں کے حق میں مثلاً اُس حدیث میں جس میں اُس خداوند کی یہہ تخفیف شان اور ہتک عزت درج ہی۔ فَحَانَتِ الصَّلوٰةُ وَأَمَمْتُهُمْ ۔یعنی نماز کا وقت آیا تو میں نے اُن پیغمبروں کی امامت کی۔قرینۂ کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ پیغمبروں سے متکلم نے حضرت موسیٰ اور مسیح اور اِبراہیم سے مراد رکھی۔آپ لوگ جانتے ہیں کہ وہ سوال مذکورہ بالا مسیح نے اُمت یہود سے کیا اور ہر چند کہ اِنکا جواب یعنی ابن داؤد حقیقت کی ضد نہ تھا بلکہ حقیقت جزئیہ اُس میں شامل تھی تو بھی خداوند نے نقلیات بالغہ سے اُنھیں واقعی قدردانی میں ناقص اور قصوروار ٹھہرایا خصوصاً اُس دلیل نقلی سے کہ ابنیت داؤدی کی نسبت ضرورتاً زیادہ عالیشان اور جلالی ہوگی اُس ابن کی وہ

ابنیت جسکا خداوند حق لقب حضرت داؤد نے فرمایا ۱۱۰ زبور کی آیت میں خداوند نے

میرے خداوند سے کہا کہ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کی چوکی نکروں تو

میرے دہنے ہاتھ بیٹھ۔ اب صاحبو یقین کرو کہ خدا تعالیٰ آپ لوگوں سے بھی بالفعل
اِسی سوال کا جواب طلب کرتا ہی مسیح کون ہی اور ابن کسکا۔ شائد آپ اِس سوال کے
جواب میں کہیں کہ ابنیت اور اُلوہیت مسیح کا مُقر اور قایل ہونا ہم عین کفر جانتے ہیں
چہ جائیکہ ہم اُس اقرار کو اپنے اُوپر فرض اور لازم جانیں۔ تو بھی آپ اُسکے کلمتہ اللہ
ہونے کے قائل ہیں اور کلمیت الٰہی کا راز اِتنا ہی باریک اور دقیق اور ادراک
عقلیہ سے بیروں و بالا ہی جتنا ابنیت الٰہی کا راز۔ اور خود محمد صاحب بھی خداوند مسیح
کے بعض ایسے معجزات پر شاہد ہیں جنکی مرافقت اور ہمسری کسی دوسرے نبی کی
حقیقت حال میں پائی نہیں جاتی اور نہ اُس بےمثل خرق عادت اور بےنظیر قدرت
کی کوئی ضد روایت موجود ہی اور نہ کسی صورت کی ممانعت غیر ازآنکہ بعض عقل پرست
یا اصحاب تعصب جنکی نشست و برخاست و مخالطت دہریوں کی مجالس میں ہوتی
رہتی ہی اپنی محض خواہش سے بر سبیل بے ثبات اعتراض کے دعویٰ کرتے ہیں کہ
جتنا میرا تجربہ ہی کچھ ایسا امر وقوع میں نہیں آیا اور غیر از مظاہر معمولی اور محسوسات
اور روزمرہ کے واقعات کے کسی بات پر میرا یقین نہیں۔ فرقان میں بعض اُس
طرح کے معجزات اشارتاً یا معروفاً نمایاں اور مبیّن ہوتے ہیں مثلاً اِس آیت میں
اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ

وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا اور دوسری آیت میں اُس بے نظیر ولادت جسمی کی بابت جو حضرت مریم سے ہوئی وَاَرْسَلْنَا عَلَيْهَا رُوْحَنَا وَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا اور پھر سورہ نبیین میں وَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا *

اب اِس باب میں مصنّف رسالہ کا ارادہ ہی خدا کی توفیق سے کہ مسیح کی کلمیت اور ابنیت اور اُلوہیت کی بعض مقوی دلایل اناجیل اور کتب انبیاء ورسل سے گذرانے لیکن بالاختصاص نہ وہ دلائل جنکا مبدا اور منشا ہیں وے لقب اور اسماء جو خداوند کی طرف منسوب ہیں بلکہ وہ دلائل جنکی تصدیق اُن مطالب ومقاصد سے ہوتی ہی جنکے بھرپور اور سرانجام کرنے کے لئے خداوند صورت اور حقیقت لبشر میں جسم پذیر ہو گیا اور اُس خدمت اور صنعت وفعلیت سے جسے وفائے عہد اور ادائے مشیت اللہ کے لئے اِس خستہ شکستہ عالم میں بجالانے آیا یعنی اصل سوال یہہ ہوگا کہ خداوند نے کون ایسے اعمال وافعال دکھائے اور کون ایسی قدرتوں اور ذات وصفات کی خصوصیات پر دعویٰ کیا اور اپنی خوخصلت وسیرت میں کون ایسی تفضیل اور ترجیح باقی سب آدم زاد سے لیگیا کہ وہ ذات اللہ پر مستلزم اور اُسکے ابن اللہ ہونے کے دعوے کی مصدق تھی۔ اتنا یقین ہی کہ جو شاید قصداً یا سہواً ہم اُس تقریر اور تشہد کو کلام اللہ اور دینی اعتقادات سے کاٹ لینگے تو کلام اللہ بے اصل اور باطل اور بیجان ٹھہراویگا گویا وہ رشتۂ زرین اور نورانی جو کتب سماویہ کے کُل زربفت کے درمیان کشیدہ ہو گیا مفقود اور ضایع ہوگا اور وہ جو سب پیشخبریونکا مصداق تھا اور گویا اُنکا جامع الآثار اور رافع الشبہات تھا

اِسقدر جاتا رہیگا کہ آیندہ وہ بے مطلب اور مخبوط و مشوش ہوجائینگی۔ پس مہربانی کرکے
اِس بات پر التفات کرو کہ اِس باب میں اُن معجزونکا ذکر نہ ہوگا جو نبیوں اور رسولوں
اور خداوند مسیح پر مشترک تھے پر صرف اُنکا جو کُلیتاً یا ایک جہت سے مخصوص تھے از آنرو
کہ نہ انبیاء نے آپ ہرگز اُنپر دعویٰ کیا اور نہ اُنکے مریدوں اور پیروؤں سے کسی نے
اُن فضایل و تجلّیات ربّانی کو اُنپر اِطلاق کیا ✣

اولاً قابل غور و تامّل ہی کہ انبیاء سلف کی پیشخبریوں کی سلسلہ داری میں دو اساطیر
مستطر برابر نقش ہوتی اور بڑھتی چلی آتی ہیں کہ وہ دونوں آخرش مسیح میں مُنتہی ہوتی
اور ملتی ہیں۔ ایک اِن سطروں میں اِس منشاء اور مضمون سے تھی کہ ابن داؤد
اپنے تخت موروثی پر جلوس فرمائیگا اور داؤد کے خاندان کے لئے باپ اور مربّی
ہوگا اور اُسکے گھر کی کُنجیوں سے کمربستہ ہوگا۔ دوسری یہہ کہ خدائے قادر مطلق آپ
نمودار اور کُل لبشر کے مقابل متجلّی ہوگا۔ عہد عتیق میں بہت اِسطرح کے مقامات ہیں
جن میں مومنوں اور عاقبت اندیشونکے لئے وعدہ صاف اور راسخ عطا کیا گیا ہی کہ
اُس آخری دن جو عدالت اور سلامت اور نجات کے اِختتام کا دن ہوگا خدا تعالیٰ
کی حضوری اِس عالم شہود میں نمود ہوگی بلکہ اُسکی حضوری فی نفسہ اور فی ذاتہ
اِسقدر علانیتاً اور صریحاً نمودار ہوگی کہ بموجب قول یوحنّا رسول کے ہر ایک آنکھہ اُسکو
دیکھیگی اور جنہوں نے اِنکار اور طعن و طنز کیا سب کے سب اُسکے ساتھہ چار آنکھیں
ہوجائینگے اور قبل از آں ذکریا نبی کا وہ کلام پورا ہوگا خداوند میرا خدا آویگا اور

سارے قدسی تیرے ساتھہ اور خداوند ساری دُنیا کا بادشاہ ہوگا اور اُس دن ایک
خداوند ہوگا اور اُسکا نام ایک۔ تب معلوم اور ثابت ہوگا کہ ربّ تعالیٰ مظلوموں اور
اسیروں اور شہیدونکی فریاد و فغان سے غافل اور فراموش نہ تھا ہرچند کہ بڑی دیر کی
صبوری اور مدد و اعانت کی تاخیر تھی پر تحقیقاً اُس قہار و صدیق کی درگاہ میں وہ سوال
گوشگذار ہوگیا جس کی عبارت حضرت داؤد اور حضرت یوحنّا سے تشریحاً حوالۂ قلم ہوگئی۔
ای خدا اُٹھہ تو آپ زمین کی عدالت کر کہ تو ساری اُمتونکو اپنے تصرّف میں کرلیگا۔ اُنہوں
نے (یعنی شہیدوں نے) بلند آواز سے چلّا کر کہا کہ ای مالک پاک و برحق تو کبتک
عدالت نکریگا اور زمین کے رہنیوالوں سے ہمارے خون کا بدلہ نہ لیگا۔ اِن سب اور
اِنکی مانند سیکڑوں اَور مقامات پر جو نظر اِنصاف اور بے تعصّبی سے غور کرے وہ
لاپروائی سے اِقرار کریگا کہ بیشک وہ بادشاہ حق گستر اور آفتاب نور افشاں جو تخت داؤدی
کو اپنی نشست متعالی سے رونقدار کریگا سو ابن اللہ وحید مسیح ہی۔ اگر اِس امر کی مصدّق اَور
بھی نقلیات طلب کرو تو یسعیاہ نبی کے ۵۴ اور ۶۵ ابواب اور ملاکی نبی کے ۳ و ۴
ابواب کا مطالعہ کر کے روح حکمت و معرفت کی توفیق سے شک نکرو کہ یہہ راز از ورائے
حجاب کشف ہوگا۔ چنانچہ یہہ راز وہ رشتہ مضبوط و محکم ہی جس سے دونوں عہد یعنی
عتیق اور جدید مربوط اور باہم پیوستہ ہیں اور دونوں عہدونکے قدسی اور اولیا نے
اِس قوی اُمید میں اپنی اوقات عمر کو بسر کیا اور اپنی جان کو تسلیم کیا اُنکے رغوب و
رغبت اور انتظار کا مدّعا نہ کوئی فرشتہ نہ نبی تھا مگر خداوند ہی کی حضوری اور ظہور

تھی بآنحالت وصورت وذات وصفات جنکی کیفیت اور تشخیص انبیاء کی متفق گواہی سے معلوم اور معروف ہوگئی +

اب ہم ذرا غور کر کے کلام اللہ سے بعض مسایل کا حل وجواب طلب کریں - خاصکر یہہ بات تا بمقدور اُس سے دریافت کریں کہ اُس خداوند کی آمد وظہور جسمیہ کے کون اور کیسے مطالب اور مقاصد تھے اور تین عالمونکے ساتھہ اُسکے کون اور کیسے تعلّقات تھے جس سے اُسکی ذات ووجود کی حقیقت حال حتّی الوسع ہمپر روشن اور واضح ہو جائے +

پہلا اِن مسائل میں سے یہہ کہ خداوند مسیح کا کون اور کیسا تعلّق عالم غیب اور اُسکے ساکنوں سے ہی - پس اِس میں اُسکا اختیار اور اقتدار بالاستقلال بہت صاف نقلیات اور دلائل بالغہ سے ثابت ہوتا ہی مثلاً مکاشفات کی کتاب میں کیا ہی صریح اور نادر تقریروں سے اپنی اُس قدرت الٰہی پر جسکا عالم غیب تابع اور مطیع ہی گواہی دیتا ہی ۱ باب کی ۱۸ آیت میں - اُس نے اپنا دہنا ہاتھہ مجھہ پر رکھا اور مجھہ سے کہا کہ مت ڈر میں اوّل وآخر اور زندہ ہوں اور میں موآ تھا اور دیکھہ میں ابد تک زندہ ہوں - آمین - اور عالم غیب اور موت کی کنجیاں مجھہ پاس ہیں - اور مسیح عالم غیب کا صاحب اختیار وتصرّف تب ہی دکھائی دیا جب اُن دو ڈکیتوں میں سے جو اُسکے کنارے کنارے مصلوب تھے ایک کی عرض معروض کو قبول کر کے قدرت اور محبّت آمیز آواز سے وہ قول فرمایا - آج تو میرے ساتھہ فردوس میں ہوگا - پھر بر تقدیر کہ وہ خداوند صرف زمین

اور عالم فنا میں قدرت بالاستقلال اور اختیار مطلق رکھتا پر آسمانوں میں یہہ اسکا
موروثی اور ذاتیہ حق نہ ہوتا تو وہ دعویٰ جو ذیل کی آیتوں سے مستفاد ہی کیا ہی باطل
بیہودہ گوئی اور ہوائے مبالغہ ہوتا (یعنی مکاشفات کے ۲ اور ۳ بابونسے) تو مرنے
تک ایماندار رہ تو میں زندگی کا تاج تجھے دونگا - میں اُسے جو غالب ہوتا ہی اپنے خدا
کی ہیکل کا ستون بناؤنگا اور وہ پھر کبھی باہر نہ نکلیگا - جو غالب ہوتا ہی میں اُسکا
نام زندگی کے دفتر سے نہ نکالونگا - یہہ اور انکی مانند اَور آیتیں اُس پیغام سنجیدہ کلام
سے ہیں جو حضرت یوحنّا کی معرفت ایشیاء کوچک کی سات جماعتوں کے پاس پہنچایا
گیا اور مثبّت اور مصدّق ہی خداوند کے اُس رُتبہ عالی اور ذاتیہ کا جسے کسی مخلوق اور
غیر از خدا کی طرف منسوب کرنا عین شرک اور کفر ہی کیونکہ وہ کلمتہ اللہ اور ابن اللہ کے
ساتھہ مخصوص اور مقید ہی اور اُسکی اصلی و ازلی ماہیت کے اسرار میں سے ہی - چنانچہ
پطرس رسول روح حق کے الہام سے اپنے اوّل خط کے تیسرے باب میں اُسی امر
پر عجیب وزن و وقار کی گواہی دیتا ہی وہ آسمان پر جاکر خدا کے دست راست پر ہی اور
فرشتے اور حکومتیں اور ریاستیں اُسکی تابع ہوتی ہیں - ای صاحبو کون خدا ترس اور
عاقبت اندیش یہہ باتیں سُنکر اور اُس بادشاہ عالمین کی علویت اور اُسکے خلاف
کرنے کے خوف و خطرے کا محاسبہ ملاحظہ کرکے یہہ صلاح بجا نہ لائیگا کہ اپنے خویش و اقربا
سے اور اہل رشتہ و رفاقت سے وہ سوال کرے جو اہل یہود بھی بعد نزول روح القدس
کے دلوں میں چھدکر آپس میں کرنے لگے - ای مردو بھائیو ہم کیا کریں جس سوال کے

جواب میں یہہ وعظ ونصیحت پطرس رسول سے ملی۔ توبہ کرو اور تم میں سے ہر ایک گناہوں

کی معافی کے لئے یسوع مسیح کے نام پر بپتسمالے تو تم روح القدس کا انعام پاؤگے ✠

پھر جو تعلق خداوند مسیح کا کلام اللہ کے ساتھہ ہی اُسکی ذراسی تصریح اور تشریح چاہیئے ازبسکہ مولوی صاحبوں کا معمولی اعتراض اور مواخذہ یہہ ہی کہ جیسا ہمارے محمد صاحب پر نزول کتاب ہوا ویسا حضرت عیسیٰ پر نہ تھا ہرچند کہ کُل قرآن میں مشکل ایک بھی گواہی فصاحت اور توضیح میں اِس سے بڑھکر ملیگی مثلاً اٰتَیۡنٰهُ الۡاِنۡجِیۡلَ فِیۡهِ هُدًی وَّنُوۡرًا وَّمَوۡعِظَةً وَلۡیَحۡكُمۡ اَهۡلُ الۡاِنۡجِیۡلِ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فِیۡهِ۔ کچھہ چارہ نہیں کہ اہل محمد اپنے ہی نبی کی ایسی صاف وصریح گواہیوں سے ششش وپنج میں اور متردد ہوجاویں اور اِن تقریروں کے ٹالنے کے لئے جو جو حکمتیں اور ہیچ پیچیں اور پس وپیش بنا رہے ہیں سب اہل دانش پر روشن اور واضح ہیں معہذا محمد صاحب اِس امر کی حقیقت حال سے واقف نہ تھے اور نہ اُنکو فہمید صحیح اور درست اِس امر کی حاصل ہوئی کہ کلام اللہ کے ساتھہ خداوند مسیح کا تعلق کیا ہی خاص اور نادر ہی فی التحقیق وہ تعلق اقرب تعلقات سے قریب ترین ہی آنقدر کہ وہ خدا تعالیٰ کی ذات متجلّی کے اُن اسرار غیب میں سے ہی جس تک عقل اور روح اِنسان بغیر نصرت اور توفیق روح القدس کے ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ چنانچہ خداوند مسیح کا حال اِس امر میں نبیوں اور پیغمبروں کے حال سے تا غایت نہایت دور وبعید ہی ازآنرو کہ وے سب ربّ تعالیٰ کے کشف اسرار کے مختلف درجات ومراتب سے بموجب اِستعداد کے مشرف ہوسکتے تھے پر مسیح اپنے

اور اپنے رسولوں کی صاف تقریروں کے بموجب آپ ہی فی نفسہ خدا کی پاکذات اور اُسکے کلام خفیہ اور پنہاں کا عین کشف اور کاشف ہی تو ایسا خام خیال کرنا نچاہئے کہ عالم بالا سے عالی تعالیٰ کا کلام اُسپر نازل ہوا۔ پر سچ اور برحق خبر یہہ ہی کہ آپ ہی کلام الٰہی ازل سے ہو کر اُترا نہ یہہ کہ علم حقیقت اور معرفت الٰہی سے نادر اور بےمثال طور پر بہرہ ور اور سرفراز ہو گیا چنانچہ آپ ہی اپنی ماہیت کے حق میں فرماتا ہی کہ حق اور حیات (یعنی عین حق اور عین حیات) میں ہوں اور پھر کوئی بیٹے کو نہیں جانتا مگر باپ اور کوئی باپ کو نہیں جانتا مگر بیٹا اور وہ جسپر بیٹا اُسے کشف کیا چاہتا ہی۔ دیکھو ای صاحبو کیسا بے اصل اور ناجایز اور بے موقع آپکا سوال ہی کہ حضرت مسیح یسوع پر کلام اور کتاب کیوں نہیں اُتری جیسا حضرت موسیٰ اور داؤد اور یسعیاہ وغیرہ پر وہ جسکا نام کلمتہ اللہ ہی اور وہ لقب اسکی ماہیت کا معرّف اور مظہر ہی اُسکی ابنیت الٰہی کے مجمع تفاضیل سے عمدہ اور عالی تر خصوصیت اُسکی کلمیت ہی اور خواص کلمیت میں سے ربّ تعالیٰ کا عین کشف اِسرار ہونا وہ افضل خاصیت ہی جو باقی نبیونکی لنسبت مسیح یسوع کی ترجیح اور تفضیل ذاتیہ کا باعث ہی ہاں بلکہ یہہ خداوند مسیح کی وہ ترجیح اور تفضیل ہی جو از ازل سب مخلوقات اور موجودات پر ہی خواہ وہ خاکی ہو خواہ آسمانی اور اُسکا وہ جلال موروثی ہی جو مشارٌ الیہ ہی یوحنا رسول کے ۱۷ باب کی ۵ آیت میں۔ اب ای باپ تو مجھے اپنے ساتھ اُس جلال سے جو میں دنیا کی پیدایش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا متجلّی کر۔ تو مسیح یہہ رُتبہ خاص یعنی کشف الاسرار ہونا بآن حیثیت رکھتا ہی کہ

اُسکی ذات اور لقب کلمتہ اللہ ہی باتفاق اُس تقریر کے جو یوحنّا کے اوّل باب کی ۱۸ آیت
میں ملتی ہی خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہی اُسی نے
اُسے بتایا یا اگر ٹھیک اصل زبان کا ترجمہ کیجئے تو اُسکی ذات کی تشریح کی ہی پھر خداوند
نے کلمتہ اللہ ہونیکا رُتبہ پایا باآن حیثیت کہ وہ ابن اللہ ہی چنانچہ مکاشفات کے ۱ باب
کی اوّل آیت میں لکھا ہی یسوع مسیح کی مکاشفت جو خدا نے اُسے دی تاکہ اپنے بندونکو
وہ باتیں جنکا جلد ہونا ضرور ہی دکھاوے۔ پس بخوبی معلوم اور ثابت ہی کہ جسطرح خداوند
مسیح مُنجی العاصین اور شفیع العالمین واحد و تنہا ہی اب بھی اور حشر و نشر کے دن بھی
اِسیطرح عہد عتیق اور عہد جدید میں یہہ مرتبہ مسیح کے ساتھہ مخصوص ہی یعنی ذات اور
قول اور فعل میں اللہ تعالیٰ کا عین کشف ہونا اور اُسکے جلال اور نور محجوب کا فاش
کرنا تو اُس کاشف اللہ پر بچشم خود نگاہ کر کے اُسکا مبیّن کرنا اور گواہی کی راہ سے تقریری
اور تحریری خبرونکا اِظہار اور اشتہار کرنا رسولونکا عہدہ معیّن تھا جیسے یوحنّا رسول
نے بھی کہا اپنے ۱ خط کے ۱ باب میں۔ اُس زندگی کے کلام کی بابت جو شروع سے
تھا جسے ہمنے سُنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ہمارے ہاتھوں نے چھوا اُسکی خبر ہم
تمہیں دیتے ہیں تاکہ تم بھی ہمارے ساتھہ رفاقت رکھو اور ہماری رفاقت باپ کے
ساتھہ اور اُسکے بیٹے یسوع مسیح کے ساتھہ ہی۔ یہہ تو جائز اور ممکن تھا کہ اُس ہمہ دانی
اور حکمت مطلقہ کو جو اُسکی ابنیت اور کلمیت کے خواص میں سے تھی ورائے حجاب
جسمیت پردہ پوش کرے اور عرصہ قلیل تک اپنی مرضی مجرّد کے باعث بعض

واقعات آیندہ کی کیفیت حال کی فہمید سے بے بہرہ رہے ۔جس امر سے بظن غالب
اشارہ ہی مرقس رسول کے ۱۳ باب کی اُس آیت معروف میں اور اُس دن اور اُس
گھڑی کی بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا۔
اگر کوئی شخص بیٹے کی اِس نافہمی کو موجب اِشتباہ جانے تو چاہئے کہ وہ ذرا غور
کرے اِس بات پر کہ جب خداوند مبارک نے اپنی غیر متناہی شفقت اور محبّت ہم غریب
خطاکاروں کی طرف اِتنی اِتنی باتوں اور طرحوں سے ظاہر کی کہ بالا سے پست اور
عالی سے ادنیٰ اور غنی سے عاجز اور دولتمند سے محتاج ہوا اور بھرپوری کے بدلے
تہیدستی اختیار کی تو یہہ ایک اور امر کیا مشکل یا محال تھا کہ وہ اپنے خاص روز کے
جو حشر کا دن ہی ناقص علم کا متحمل ہو جاوے نہ اصلی اور ازلی کلمیت کی حیثیت سے
جس میں کسی صورت کی قلت اور خفت کی مداخلت خلاف قیاس ہی مگر باعتبار اُس
حالت اور صورت جسمیہ کے جسکے احاطے کے اندر اُسکا جلال نورانی موروثی محجوب
ہوا۔ حاشا للہ کہ خدا کی محبّت آمیز قدرت اور حکمت اور خاص اُمّت کی رعایت قادر
اِس امر پر نہ تھی اور اُسکے ظاہری موانعات پر غالب نہوسکی سچ تو ہی کہ مسیح کلمیت الٰہی
کی حیثیت سے بحق اور بصدق تمام کہہ سکتا تھا جو متی کی انجیل کے گیارہ باب میں
تسلیم ہی میرے باپ سے سب کچھ مجھے سونپا گیا اور پھر وہ بھی جو یوحنّا رسول کی
انجیل کے ۵ باب کی ۲۰ آیت میں تسلیم ہی اِسلئے کہ باپ بیٹے کو پیار کرتا ہی اور سب
کچھ جو خود کرتا ہی اُسے دکھاتا ہی اور وہ اُنسے بڑے کام اُسے دکھائیگا کہ تم تعجب

کروگے پر یہہ گمان بھی غالب اور واجبی ہی کہ درحالیکہ علم مطلق اور فہمید کامل پر اختیار رکھتا تھا اور یہہ بھی اپنے ازلی تولّد کا حق بتاتا تھا تو بھی جس علم فاقد یا ناقص سے اُسکی کلیسیاء محبوب کی کچھہ منفعت ہوسکتی بلکہ فی الحال اُسکے لاحجاب اور فاش ہونے سے کچھہ مضرّت بھی ہوسکتی تھی اُسکے حصول سے اپنے ہی قصد اور خواہش اور اپنے باپ کی مرضی اور تعیّنات رعایت سے دست برداری اور دریغ فرمایا لیکن شرط اُس دریغ اور دست برداری کی یہہ تھی کہ خداوند کے اصلی اور ذاتیہ علم میں نقص و خلل کا تحمل کسی صورت سے نہو سکے صرف یہہ خود توہین یعنی آپ کو پست کرنا اِسقدر جائز تھا کہ اُس دولت اور جمیعت علوم و معارف سے جو اُس نے بجسب توسّط و وکالت اپنی کلیسیاء کیواسطے لے لی تھی یہہ خاص خبر یعنی روز حشر کی خبر مستثنیٰ اور محروم رہ گئی تھی +

حاصل کلام یہہ ہی کہ خداوند مسیح نے کلمۃ اللہ ہوکر بعض اوقات خدا تعالیٰ کی ذات و وجود اور خیالات ضمیر کو کشف کیا اور بعض اوقات اپنے روح القدس کی توفیق اور معرفت سے وہ کلام متعیّن گواہونکو تسلیم کیا اور حوالہ قلم کرایا پس دو بڑی بھاری باتوں میں مسیح کے متعیّن گواہ محمد صاحب کے گواہونکی نسبت شرف و وزن و رونق کے حق میں حد سے زیادہ ترجیح رکھتے تھے۔ اوّل یہہ کہ وے گواہ مسیحی اصحاب الہام روح القدس کے تھے جیسا اُوپر مفصّل ہوچکا اور دوسرے یہہ کہ خود کلام اللہ سے اِن لوگوں کے فضایل اور اوصاف کے بیانات ملتے ہیں جنسے بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ وے کون اور کیسے اشخاص تھے +

ایک تیسرا سوال واجباً معجزات کی بابت پیدا ہوتا ہے کہ مسیح نے معجزونکے امر میں کون ایسی ترجیح اور سبقت کی جو ذات اور قدرت الٰہی پر مستلزم تھی۔ ہر حقیقت اندیش پر واضح ہو کہ اِس فصل میں معجزات سے مراد وے کرامات نہیں ہیں جو خداوند مسیح اور باقی نبیوں پر مشتمل ہیں۔ ایسی دلیلوں سے ذات الٰہی پر دعویٰ کی تصدیق محکم ہرگز نہو سکیگی پس مادر کلام اور سر بحث یہہ سوال ہی کہ آیا وہ قدرت جس سے اِظہار معجزات و خوارق عادات مسیح سے روز ہوا کرتا تھا اُسکی ماہیت سے خارج ہوکر باہر سے اُسکو افاضت اور عنایت ہوئی یا اندرون سے اُسکی ذات ہی کی اصل فعلیت تھی۔ اِس امر میں آپ خداوند کی سادہ اور خالص گواہی پر غور کرو۔ اگر میں خدا کی اُنگلی سے دیوونکو نکالتا ہوں تو بیشک خدا کی بادشاہت تمہارے پاس آپہنچی ہی اسیطرح سے اِنجیلی اور رسول صرف اِسی بات پر تاکید اور تشدید نہیں کرتے کہ خداوند نے شیاطین کے مظلوموں اور اسیرونکو آزاد کیا ہی بلکہ اِس بات پر کہ اُس نے اختیار والے حُکم وانکے موافق بادشاہانہ ارشاد فرماکر شیاطین کو زیردست اور مطیع کیا جس بات پر مدّعی ہونا ہر کسی شخص کا جو شہنشاہ جہان نہ تھا سراسر بیموقع اور ناجائز ہوتا صرف یسوع مسیح کی عین حقیقت اور رُتبہ لامتغیّر تھا جس امر پر متی اپنی اِنجیل کے ۸ باب کی ۱۶ اور ۱۷ آئتوں میں شاہد ہی۔ اُن روحونکو کلام ہی سے دور کیا اور سب کو جو بیمار تھے چنگا کیا تاکہ جو یسعیاہ نبی نے کہا تھا پورا ہو کہ اُس نے آپ ہماری ماندگیاں لیلیں اور ہماری بیماریاں اُٹھالیں اور لوقا کی اِنجیل کی ایک مشہور مثال کا مضمون اِس شہادت

سے عین اتفاق رکھتا ہی ۱۱ باب کی ۲۱ آیت میں جب زور آور آدمی ہتھیار بند ہو کر اپنے
گھر کی چوکی دے اُسکا مال بچا رہتا ہی لیکن اگر کوئی اُس سے زور آور اُسپر چڑھہ آوے
اور اُسے جیتے تو وہ سب ہتھیار جن پر اُسکا بھروسا تھا چھین لیتا ہی اور اُسکے لوٹ کے
مال کو بانٹ دیتا ہی - قرینۂ کلام سے صاف وصریح ہی کہ وہ ہتھیار بند ابلیس ہی اور وہ پہلوان
زور آور تر وہی پہلوان ہی جس سے مخاطب ہو کر روح القدس نے بزبان داؤد فرمایا تھا
۴۵ زبور میں - ای پہلوان اپنی تلوار کو اپنی ران پر لٹکا یعنی خداوند یسوع مسیح ہی چنانچہ
موضع مذکور میں کاتبان و فریسیان یہود اور مسیح کے درمیان سر بحث یہی تھا کہ مسیح
کسکی امداد اور اقتدار سے شیاطین کو نکالتا ہی - ای صاحبو اِن صاف دلیلوں سے جو مسیح
کی قدرت اور کبریت الٰہی پر مستلزم ہیں کون معترض صاحب انصاف حیران اور سراسیمہ
نہ ہوگا - کون مقر نہ ہوگا کہ دین عیسوی کے عقائد کا ثبوت نہایت قوی اور محکم اور غالب
ہی - پر ای صاحبو فتح اور غلبہ اور نصرت لیجانے سے کیا پروا اور کیا تسلّی - رب تعالیٰ کی
عین حقیقت کی بابت یہہ حجّت اور بحث ہی کہ تمہاری ہی جانیں اور تمہارے خویش و اقربا
کی جانیں کُل عالمین کے خزانوں کے آگے بیشقدر اور گرانبہا جانکر خداوند نے اپنے
ہی خون کے داموں سے خرید لیں - اُن خداوند کی خریدی ہوئی جانونکو آپ جوکھوں
میں کیوں ڈالتے ہیں - اُن جانوں میں سے اگر ایک بھی جان اِس رسالے کے ذریعہ
سے اُس ظالم کی قید اور اسیری سے آزاد ہو کر نور حقیقت اللہ میں داخل ہوگی تو میرا اجر
اور موجب شکر خدا کی درگاہ میں کیا ہی بزرگ ہوگا - کاش ہم سبھونکی آرزومندی اور

انتظاری ایسی ہی ہوتی جیسی لوتھر صاحب کی تھی جس وقت اُس نے اصحاب خلاف کے ساتھہ دین کی بڑی سخت کشتی بازی میں اپنی جان کا بڑا خوف وخطرہ کھاکر یوں فرمایا مارتین لوتھر تو مرجاوے مگر مسیح جیتا رہے - جب تک وہ جیتا میں جیتا رہتا ہوں جو شاید وہ مرتا تو میرے جیتے رہنے سے کیا حاصل +

ایک اَور امر میں خداوند مسیح کے معجزات نبیوں اور رسولوں کے معجزات سے اتنی ترجیح اور تقدیم رکھتے تھے جتنی خدا کی دستکاریونکو انسان کی دستکاریونکی نسبت ہی یعنی اِس امر میں کہ نہ صرف آپ ہی نے انگشت الٰہی سے عجیب قدرتیں ظاہر اور نمود کیں بلکہ یہہ حق اور اختیار بھی رکھتا تھا کہ اَوروں کو بھی اِس طاقت اور قابلیت سے موصوف اور مشرف کرے - چنانچہ ہمنے کئی مرتبہ اصحاب اناجیل سے صاف وصحیح خبر اِس بات کی پائی ہی کہ نہ صرف آپ ہی معجزات کرنے بلکہ اَوروں سے کرانے پر بھی قادر تھا - مثلاً متی کے دسویں باب میں یہہ خبر ہی - پھر اُس نے اپنے بارہ شاگردونکو پاس بُلاکر اُنہیں قدرت بخشی کہ ناپاک روحونکو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور دُکھہ درد کو دور کریں اور بعد ازآں کہ وہ فیض رسانی بارہ رسولوں پر ہوئی تھی ستّر اَور شاگردونکو بُلاکر اور منادونکے عہدونپر تعینات کرکے اُنہیں اپنے فیض کی فراوانی سے اَصحاب معجزہ ہونیکا حق عطا فرمایا اور یہہ بھی کہا جس شہر میں داخل ہو وہاں کے بیماردنکو چنگا کرو - دیکھو میں تمہیں سانپ اور بچھو کے روندنے اور دشمن کی ساری قدرت پر اختیار دیتا ہوں - سب معترضوں سے میرا سوال یہہ ہی کہ اِن معجزونکے کرنے اور کرانیکی قدرت

مسیح کے ساتھہ مخصوص اور مقید تھی یا کسی دوسرے شخص کے ساتھہ بھی مشترک تھی۔
اِس امر میں بے تعصبوں اور حقیقت جویوں کا صرف ایک جواب ہوسکتا ہی کہ اِس عین قدرت
الٰہی کے ظہور اور صدور میں مسیح بے نظیر اور بیمثال تھا۔ اور پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اِسبات
میں اُسکے بے نظیر ہونیکا کیا سبب تھا۔ اِس سوال کے جواب میں خداوند آپ بڑی
صراحت سے فرماتا ہی یوحنّا کے ۵ باب کی ۲۱ و ۲۶ آیات میں اِسلئے کہ جسطرح باپ مُردوں کو
اُٹھاتا اور جلاتا ہی بیٹا بھی جنھیں چاہتا ہی جلاتا ہی کیونکہ جسطرح باپ آپ میں زندگی رکھتا
ہی اِسیطرح اُس نے بیٹے کو بھی دیا ہی کہ اپنے میں زندگی رکھے اور اُسی انجیل کے ۱۱ باب
کی ۲۵ آیت میں فرماتا ہی قیامت اور حیات میں ہوں جو مجھہ پر ایمان لاوے اگرچہ وہ
مر گیا ہو تو بھی جئیگا۔ تو جبکہ خداوند حیات کی قیومیت بعینہ اپنے میں رکھتا ہی باعتبار
اُس ابنیت کے کہ ازازل تا ابد بے تغیر رہتی ہی تو افعال اعجازی کی قوّت اور لیاقت
اِسطرح رسولوں کو مرحمت فرماتا ہی کہ گویا چشمہ حیات سے شفابخش نہر ونکو رواں کرکے موت
کی سلطنت کو گھٹاتا ہی اور فیض فضل و محبّت الٰہی کی سلطنت کو بڑھاتا ہی تا آنقدر کہ نہ صرف
اپنے رسولوں کو بلکہ اُنکے مریدوں اور تابعین کو بھی اِس قدرت اعجاز نما کو عطا فرماتا ہی
چنانچہ ذرا بھی سوچ و غور کرکے معلوم ہوگا اور بداہت عقلیہ سے واضح کہ کِن کِن شخصوں
سے مخاطب ہوکر خداوند نے مختلف زبانوں کے بولنے اور شیاطین کے نکالنے اور
معجزات کے دکھانے کی لیاقت اور اِستعداد کا وعدہ کیا۔ یعنی نہ ہر پشت کے سارے
اجماع مومنین کو تا عاقبت بلکہ خصوصًا اُنہیں کو وعدہ نصیب ہی جو خود مسیح کے بھیجے ہوئے

رسول اور کلیسیا کی بنا ڈالنے کی خدمت پر موکّل ہوئے پر جنہیں مسیح نے تو نہیں بلکہ
اُسکے رسولوں نے کلیسیا کی عہدہ داری پر وقف وتقدیس کیا اور بشیروں اور منّادوں
کی خدمت پر سرفراز کیا اُنکے مریدوں کیواسطے کوئی ایسا قول وقرار خداوند کی زبان مبارک
سے نہیں نکلا۔ آیندہ جو بشارت ومنادی کے کام پر بھیجے گئے ہر چند کہ مسیح نے اپنی
روح قدس کی معرفت اُنہیں اوصاف اور اِستعداد ضروری سے آراستہ پیراستہ کیا
پر ظاہراً اُنکا بھیجنیوالا خود مسیح نہ تھا بلکہ ازراہ وکالت اُسکے اجماع مومنین اپنے پیشواؤں
کے توسّط سے بھیجنیوالے تھے بموجب قول پولوس رسول کے ۲ خط باہل قرنت کے، باب
میں۔ ہمارے بھائی جو ہیں سو کلیسیاؤنکے رسول اور مسیح کے جلال ہیں۔ پھر اُس
قیومیت حیات کے ساتھہ قوّت خلقت بھی بعینہٖ ملحق اور مقارن ہی تو معجزات کا خواہ کرنا
خواہ کرانا کیا محال اور مشکل تھا اُسکے لئے جو آپ ہی عین حیات تھا اور اپنے اصل وجود
میں خالقیت اور رازقیت کی صفات رکھتا تھا۔ اِس امر پر بہت نقلی دلیلوں کو گذارنا
کیا ضرور در حالیکہ مولویصاحب آپ اِقرار کرینگے کہ یہہ صفتیں بکمال تصریح وتکرار انجیل
اور خطوط مقدّس میں خداوند مسیح کی طرف اِطلاق کیجاتی ہیں مثلاً قلسیونکے ا باب کی
۱۶ و ۱۷ آیتوں میں صاف مشہود ہی کیونکہ اُس سے ساری چیزیں جو آسمان اور زمین پر
ہیں دیکھی اور اَن دیکھی کیا تخت کیا حکومتیں کیا ریاستیں کیا مختاریاں ساری چیزیں
اُس سے اور اُسکے لئے مخلوق کی گئیں اور وہ سب سے آگے ہی اور اُس سے ساری
چیزیں بحال رہتی ہیں اور جیسا عالم کی آفرینش اوّل ویسی ہی خلقت ثانی اور جدید

جو نوپیدائش بھی کہلاتی ہی اور طرح طرح کی اور اصطلاحات سے معروف ہی وہ بھی خداوند
کی طرف مجرّداً منسوب ہی جیسا ۲ خط باہل قرنت کے ۵ باب کی ۱۷ آیت میں مرقوم ہی اگر
کوئی شخص مسیح میں ہی تو وہ نیا مخلوق ہی۔ پُرانی باتیں گذر گئیں دیکھو ساری چیزیں نئی
ہوئیں۔ اور اگر کسی صاحب کی خواہش ہو کہ بتصریح تمام معلوم کرے کہ کون اور کیسی وہ
پُرانی اِنسانیت کی موت اور نیستی ہی جو مسیح کے صلیب کی مقوّی تاثیروں سے ہوتی
ہی اور کیسی وہ نئی اِنسانیت کی پیدائش ہی جو مسیح کی قیامت کی قدرت والی فعلیت
سے حاصل ہوتی ہی تو وہ پولوس رسول کے خط باہل روم کے ۶ باب میں اُسکا پورا اور
مفصّل بیان پڑھے پس ضرور روح اللہ کی توفیق سے بہت تسلّی اور فہمید اور دلجمعی اُس
بھاری مسئلہ کی بابت نصیب ہوگی اور موجب شکر و حمد ہوگا اور زیادہ یہہ بھی ہی کہ ہر
طالب حق اُس نوپیدائش اور خلقت جدید کا تجربہ کار ہو سکتا ہی چنانچہ رسول مذکور بڑی
دلسوزی سے یہہ دعوت اور نصیحت ربّ العالمین کی طرف سے ہر آدم زاد کو پہنچاتا
ہی خط باہل قلسی کے ۳ باب میں تم نئی اِنسانیت کو پہنو جو معرفت میں اپنے نئے پیدا
کرنیوالے کی صورت کے موافق بن رہی ہی وہاں نہ یونانی ہی نہ یہودی نہ ختنہ نہ نامختونی
نہ غلام نہ آزاد پر مسیح سب کچھہ اور سب میں ہی۔ اور دیکھو کہ یوحنّا رسول ۱ خط کے
آخری باب میں اپنی ساری تعلیمات کو اِس اصل تعلیم میں منتہیٰ بتلا کر فرماتا ہی ہم جانتے
ہیں کہ ہم خدا سے ہیں اور ساری دنیا شرارت میں پڑی رہی ہی اور ہم جانتے (یقیناً
جانتے ہیں) کہ اِبن اللہ آیا ہی اور ہمیں یہہ سمجھہ بخشی ہی کہ اُسکو جو حق ہی جانیں اور ہم

اُس میں جو حق ہی پیوستہ رہتے ہیں یعنی یسوع مسیح میں جو اُسکا بیٹا ہی خدائے برحق اور ہمیشہ کی زندگی یہی ہی - اور اسی تعلیم پر منحصر وہ دلیل ہی جس سے رسول خط بعبرانین میں مسیح کی کہانت کی اِستدامت اور کمالیت کی تصدیق کرتا ہی چنانچہ اُس حجت کا اصل مضمون یہہ ہی کہ وہ کہانت مسیحی اور جتنے فوائد اور فضائل اُس سے حاصل ہوتے ہیں یعنی اُسکا کفارہ ہونا اور بدرجہ کمال دُکھیونکے ساتھہ ہمدرد ہونا اور ازراہ امامت خلق اللہ کی دعاؤں اور سوالونکو پہنچانا اور شفاعت وسفارش کرنا سب اُسکی حیات باقی اور لازوال اور ممتنع الانحلال ہونے پر موقوف ہیں - یعنی اِس امر پر کہ اللہ تعالیٰ کا اِبن واحد محبوب ازازل تا ابد لازم الوجود ہی نہ ابتدائے ایام نہ اِنتہائے حیات رکھتا ہی - چنانچہ اُس خط کے ۷ باب کی ۵ اور آیندہ آیتوں میں اِس راز کی مثال وشبیہہ جو بادشاہ قدیم ملک صدق میں دکھائی دی صراحتاً بیان ہوتی ہی +

پھر ایک اَور امر پر غور وفکر کرنا چاہیئے کہ وہ مسیح کے ساتھہ سراسر مخصوص تھا بلکہ اُسکے معجزات کا سر اور غایت نہایت تھا اور وہ خداوند کا معجزہ اِسقدر بیمثال اور بے نظیر تھا کہ کوئی فرشتہ بھی معہذا کہ اقرب المقربین ہوتا اور کوئی نبی بھی ہر چند کہ بفرض محال خاتم النبیین ہوتا اِتنی جرأت نکرتا کہ ایسی نادر خرق عادت پر دعویٰ کرتا یعنی مسیح اپنے وجود انسانی کی نسبت موت کا متحمل ہوکر اپنی قدرت الٰہی سے پھر مُردوں میں سے جی اُٹھا اِس امر کی بابت خداوند ہی کی صاف تقریر سُنو جیسے یوحنا رسول نے خداوند کی زبان سے قبول کرکے حوالہ قلم کیا ہی - باپ مجھے اسلئے پیار کرتا ہی کہ میں

اپنی جان دیتا ہوں تاکہ میں اُسے پھیر لوں کوئی شخص اُسے مجھ سے چھین نہیں لیتا
پر میں اُسے آپ سے دیتا ہوں میرا اختیار ہی کہ اُسے دوں اور میرا اختیار ہی کہ
میں اُسے پھیر لوں یہہ حکم میں نے اپنے باپ سے پایا اور مقامات متعددہ میں
رُسل مقدّس تاکید اور تائید تمام سے اِس بات پر شاہد ہیں کہ ہر چند خداوند بحسب
ظاہری اور خارجی صورت کے محقّر اور خوار اور خطاکاروں میں محسوب اور مُلزم تھا تو
بھی فی الحقیقت باختیار و قدرت شاہانہ مصلوب ہوتے وقت بھی لوازم کہانت
کو ادا و وفا فرماتا تھا لیکن اُن نقلیات میں سے بالفعل دو ہی اِس امر کی تصدیق
پر کافی و وافی ہونگی۔ پہلی خط بعبرانیین کے ۸ باب کی ۲۸ آیت سے مُنتخب ہی۔
ایسا سردار کاہن ہمارے لایق تھا جو اُن سردار کاہنوں کی مانند محتاج نہیں کہ ہر روز
پہلے اپنے پھر لوگوں کے گناہوں کے واسطے قربانیاں چڑھاوے کیونکہ اُسنے ایک ہی
بار ایسا کیا جبکہ اپنے تئیں گذرانا اور اُسکے موافق ایک اَور بھاری کلمہ خط بہ قلسیان
کے ۲ باب کی ۱۵ و ۱۶ آیتوں میں مرقوم ہی۔ اُس نے حکموں کی دستاویز جو ہمارے
مخالف تھی ہماری بابت مٹا ڈالی اور اُسکو بیچ میں سے اُٹھاکر صلیب پر کیلیں جڑیں
اور حکومتوں اور ریاستوں کا اقتدار چھین لیا اور اُنھیں برملا رسوا کر کے اُسی میں اُنپر
شادیانے بجائے +

سچ تو ہی کہ اَور بہت مواضع ہیں جن میں خداوند مسیح کے مُردوں میں سے مبعوث
ہونیکی قدرت خود مسیح کی طرف نہیں بلکہ رب العالمین یعنی خدا باپ کی طرف اور

اُسکی روح قدس کی طرف منسوب ہی اور فی التحقیق یہہ بات خدا تعالیٰ کی پاک وحدانیت کے اِسرارِ غیب میں سے ہی اور اُن تعینات اور تفاضیل میں سے ہی جو اُس بالذات کے عمق میں مخفی ہیں جنکا راز اور رمز یوحنا رسول کی مختلف آیتوں میں مشارٌالیہ ہی مثلاً ۵ باب کی ۱۹ آیت میں جو کچھہ کہ باپ کرتا ہی بیٹا بھی اُسیطرح سے کرتا ہی یہہ اُس نادر اور بیمثال ابنیت کے حقوق اور لوازمات سے ہی جسکی نہ اِبتدا تھی نہ اِنتہا ہوگی اور جسکے روبرو اِنسان کی عقل نظریہ جب باریک بینی اور فراست میں بھی سبقت لیجاوے تب بھی حیران اور خاموش اور عاجز کھڑی رہتی ہی ہاں بلکہ اپنی کوتاہ بینی اور جہالت کے شعور سے شرم کے مارے مُنہہ خاک آلودہ کرکے اپنے آپکو مکروہ جانتی ہی تو بلاشک وہ شخص نہایت تعصّب اور غایت نادانی کا مُلزم ہوگا جو اُس دروغ اور باطل تقریر کو منظور کرے جیسے بعض مولوی صاحبوں نے دین برحق کو معیوب اور مذموم ٹھہرانے کے لئے کمال لاف زنی اور افتخار سے گذرانا ہی کہ تثلیث کا عقیدہ عقائدِ عیسوی کا اصل مبدا اور منشا اور مخرج ہی حالانکہ وہ دین کی عین اِنتہا ہی اور اُسکے اصول اوّل سے تعلیم فرعیہ اور ضروری نتیجوں کی راہ سے مشتق ہی اور تحقیق تثلیث پاک و مبارک کی تعلیم دین برحق کے ابجد کے درس میں نہیں آتی پر اُسکے اِسرار ونکی غایت ہی بعد ازآنکہ کوئی صاحب ایمان کُلّیتاً خدا تعالیٰ کی اُن تجاویز اور تدابیر سے واقف اور آشنا ہوجاوے جو عالم زاد کی صحت وسلامت کے لئے متعیّن ومیسّر ہوئی ہیں اور اُنکی وسعت وطوالت وعلویت کا کچھہ شعور حقیقی نصیب ہوجاوے تب اِسرار غیب الٰہی

کے اُس قلب و باطن اور گویا قعر دریا میں جو تثلیث فی التوحید کہلاتا ہی بشرط صفائی
اور پاکدلی کے مداخلت کرنیکی اُمید پر قادر ہوگا ✣

ایک اَور بھاری مسئلہ کا بھی جواب اِجمالی چاہیئے کہ خداوند مسیح کی خدمت اور
عہدہ کی کیا اور کیسی نسبت و تعلّق ہی اِس عالم فانی کی حالت موجود کی تصحیح اور اِصلاح
کے ساتھہ یعنی اُسکے نقصوں اور قصوروں کے پورا کرنے اور اُسکے دُکھوں او حاجتوں
کے رفع کرنیکا کسقدر ذمّہ دار ہی اور کسقدر اُسکے بوجھوں کے تحمل پر قادر ہی اِس سوال کا
جواب خداوند اور اُسکے رسولوں نے بہت صاف دیا ہی اور اِس امر میں تاآنقدر مسیح
نے اختیار اور اقتدار مطلق کا دعویٰ کیا کہ وہ سراسر اُلوہیت اور معبودیت پر مستلزم ہی -
چاہیے شیطان کی حیلہ بازی اور ظلم اور وسوسونکا ذکر ہو چاہے اُس کُشتی کا جو نفس و گناہ
اور اِس عالم فانی کی لذائیذ و نفائیس و عشرت و شہوت کے ساتھہ کرنی ہوتی ہی چاہے
فکر و تردّد اور درد و الم کا ذکر ہو چاہے اُس ایذا اور لعن و طعن و مزاح کا جو اصحاب
خلاف و بغض سے ہی چاہے اُس آخری دشمن کا جو موت ہی ذکر ہو وہ اُن سبھوں کی
تخفیف اور تشفّی یا پوری خلاصی اور رہائی کا قول و قرار دیتا ہی نہ ہر شخص کو جو صرف
اُسکے نام کا لینیوالا اور کلام کا پڑھنیوالا اور منادی کرنیوالا ہی بلکہ ہر قوم کے ہر شخص کو جو
خداتعالیٰ کی مرضی پر اپنی خواہش اور مرضی کو قربان کرتا اور اُسکے فضل کے وہ خاص
اور عمدہ ظہور جو اُسکے اِبن وحید میں ہیں بدل و جان منظور کرتا ہی اور وہ اپنے چشمہ
حیات سے ہر صورت کی موت کے نیست کرنیکا وعدہ بھی بخشتا ہی مثلاً یسعیاہ نبی کے

۵۵ باب کی پہلی آیت میں خداوند کیا ہی خالص صریح باتوں میں اِس دُنیا کے سب
پیاسوں اور حاجتمندوں سے مخاطب ہوکر پوری آسودگی اور فیض رسی اور دولت فضائل
ونفائس روحانی کے تیقن سے دلونکو نہال کرتا ہی اور مسیح اُسی باب کا اصل مضمون
اپنی طرف منسوب کرکے یوحنّا رسول کے ۷ باب کی ۳۷ آیت میں یوں فرماتا ہی اگر
کوئی پیاسا ہو میرے پاس آوے اور پیئے اور دوسری آیت میں اِس وعدے کی
وسعت اور گنجایش اَور بھی زیادہ بڑھاکر فرماتا ہی جو مجھہ پر ایمان لاتا ہی اُسکے باطن سے
جیسا کتاب کہتی ہی جیتے پانی کی نہریں جاری ہونگی۔ اور اِن آیتوں میں بہت سی موافقت
اور مثلیت ہی اُس مشہور آیت سے جس سے لاکھوں کروڑوں لوگوں نے اِس عالم
کے شدائد اور تکلیفوں اور تلخیوں اور تردّدوں اور جنبشوں کے بیچ پوری تسلّی اور تسکین
پائی ہی۔ ای تم لوگو جو تھکے اور بڑے بوجھہ سے دبے ہو سب میرے پاس آؤ کہ میں
تمہیں آرام دونگا اور مجملاً ہم واجباً کہہ سکتے ہیں کہ آدم زادوں کے ساتھہ جتنی جتنی
نسبتوں اور تعلّقات پر خداوند آپ دعویٰ کرتا ہی یا رسولوں نے اُنہیں اُسکی طرف
محمول کیا ہی اُن سب تعلّقات سے اُسکی ازلی کلمیت اور قدرت ربانی لازم آتی ہی
مثلاً اُس وزنی اور دلچسپ قول سے جو یوحنّا کے ۶ باب کی ۳۳ آیت میں مرقوم ہی
خدا کی روٹی وہ ہی جو آسمان سے اُترتی اور جہان کو زندگی بخشتی ہی۔ اور متفق اِس
مضمون کے خط بعبرانیین کے دوسرے باب کی ۱۴ و ۱۵ آیتیں ہیں وہ آپ گوشت
وخون میں شریک ہوگیا تاکہ موت کے وسیلے اُسکو جسکے پاس موت کا زور تھا یعنی

شیطان کو برباد کرے اور اُنہیں جو عمر بھر موت کے ڈر سے غلامی میں گرفتار ہو رہے تھے چھڑاوے۔ پس جسکی قدرت اور فعلیت اور تقویت اور تحمّل پر سب آدم کا معاش و معاد کے لئے بھروسا اور توقع منحصر ہی کون شخص اُسکی ذات الٰہی سے انحراف اور انکار کر کے خدا کے غضب سے اَمن و امان میں رہ سکے۔ چونکہ شرّ و شدّ کی جتنی نابودی اور خیر و خوب کی جتنی فیاضی مسیح کی طرف سے ہمیں دستیاب ہوتی ہی سب خدا کی مرضی اور محض فضل اور اُسکی مشورت اور قضا و قدر کی طرف اطلاق کیجاتی ہی تو واہی حجّتیں اور مباحثات ایسی بالغہ دلیلوں اور محکم مقوّی تقریروں کے مقابل کسقدر اور کس وزن کے ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ایسے سبک اور خفیف تار عنکبوت اُس قہار ذوی الانتقام کے غضب کے دریائے موّاج سے پناہ دے سکتے ہیں جو خدا تعالیٰ ایسا صحیح اور سلیم خوف آپ کے دلوں میں ڈالے کہ آپ مسیح کی برحق اور کامل الوہیت اور یسوع کی پوری انسانیت کے میل ملاپ کے راز پر لحاظ کر کے کہ ایک سے دوسرے میں ذرا بھی خلل اور نقص نہیں آتا۔ خوب اِس امر کو سمجھہ لیں کہ اُن دو ذاتوں کے اوزان اور خواص ازازل تا ابد نامخلوط و متفرق رہتے ہیں معہذا وے ایسے قریب رشتے رابطے سے باہم وابستہ اور چسپیدہ ہیں (جس دن سے وہ کلمہ مجسّم ہو کر ہمارے عالم مخلوق کے بیچ ساکن ہو گیا) کہ اُنکی جدائی و فراق یا عمل یا قصد بمشکل قیاس میں آسکتا ہی*

یہہ مسئلہ بھی باعث حجت و بحث ہو جاتا ہی کہ خداوند مسیح کا تعلّق گناہ کی

بخشش اور عطائے خطا کے ساتھہ اور اُسکے جور وجفا پر غلبہ اور قابو دینے کے ساتھہ
کون اور کسقدر رکھا ہی۔ انجیلوں سے معلوم ہوتا ہی کہ یہودیوں نے گناہ کا بخشنا اور عطا فرمانا
مطلقاً خدا کا کارخانہ جانا اور کہ غیر از خدا ہر شخص کہ اِس اختیار علی الاطلاق پر دعویدار
تھا اُنکی دانست میں عین کافر تھا اور وے انجیلی بھی آپ اُس امر کے مقرّ اور معترف تھے
اور تمام خلق اللہ اِس اقرار پر سراسر متفق ہوگی کہ گناہ کی بخشش خدا کے ساتھہ مخصوص
ہی اور جسطرح گذشتہ اور ماضیہ گناہ کی بخشش اِسیطرح حال واستقبال کے گناہ کا دبا
ڈالنا اور جڑھہ سے اُکھاڑنا محض خدا کی فعلیت مجرد اور صنعت لاشریک ہی پر تو بھی انجیلی
اور سب رسول وہ دعویٰ مسیح کا برحق اور معتمد اور صادق بلکہ موجب شکر وحمد جانتے
اور بتلاتے تھے جو وہ بارہا فرماتا تھا کہ میں خطا کو عطا کرنے پر قادر ہوں اور یہہ میرا حق
بے ردّ وبدل ہی اور اُسکی شکست وتسخیر اور اُسکو مغلوب کرنا میرے قابو اور اختیار میں
ہی۔ کتب انجیلی کے جتنے مؤلف ہیں سبھوں نے دین اور ایمان کی یہی بنیاد ڈالی الغرض
کہ اگر کوئی شخص سچے ایمان اور حقیقی عبادت کی کوئی اَور بنیاد ڈالنی چاہے تو کلام اللہ
کے بموجب اُسکی بیہودگی اور حماقت اُس معمار کی مانند ہی جو کہے کہ گھر کی تعمیر نہ بنیاد
ڈالنے سے بلکہ چھت بنانے سے شروع کرنی واجب ہی۔ بیشمار شہادتیں اِس تعلیم پر
ہیں جنہیں تفصیلوار نقل کرنا موجب طوالت ہوگا صرف دو ایک کا بطور نمونہ جات
کے نقل کرنا صلاح ہی۔ یوحنّا رسول اپنے اوّل خط کے ۲ باب کی ۲ آیت میں فرماتا ہی

اگر کوئی شخص گناہ کرے تو یسوع مسیح جو صادق ہی باپ کے پاس ہمارا شفیع ہی اور

وہ ہمارے گناہونکا کفارہ ہی فقط ہمارے گناہونکا نہیں بلکہ تمام دنیا کے بھی۔ اُسی
روح القدس کے الہام سے پولوس رسول کے خط بعبرانیین میں یہہ قول حوالہ قلم ہی۔ پراب
زمانوں کے منتہیٰ ہوتے وقت مسیح ایکبار ظاہر ہوا تاکہ اپنے تئیں قربانی کرنے سے گناہ
کو نیست کرے اور پطرس رسول نے روح کے الہام سے یہہ قول الٰہی ہمیں سُنایا ہی۔ کہ
مسیح نے ایکبار گناہوں کے واسطے دُکھہ اُٹھایا یعنی راستباز نے ناراستوں کے لئے
تاکہ وہ ہمیں خدا کے پاس پہنچاوے۔ افسوس ہی کہ مولوی صاحبان اپنے بہت
مقتدیاں از اہل محمد سمیت خداوند کے ذبیحے اور قربان ہونیکی اُس خاص صورت اور
طریقہ پر بلاناغہ تمسخر اور ٹھٹھولیاں کرتے ہیں پر توبھی نبیوں اور رسولوں کی اور آپ
خداوند کی یہہ صاف متفق گواہی اُنکے ٹالنے سے نہیں ٹلتی کہ خدا کی قضا و قدر اور
مشیت کسی دوسری طرح سے عمل میں نہیں آسکتی تھی چنانچہ اُسکی مرضی تھی کہ اُسکا کلمہ
ربانی جو اُسکا ابن وحید ہی غایت جلال سے نہایت خواری و ذلت تک پست ہوجاوے
ہاں تخت مالکیت سے عبدیت اور غلامی کی خاک نشینی تک جھککر اور محتاجوں میں محتاج
ہوکر اُنہیں جو آپ سے آپ خداتعالیٰ کے قریب نہیں آسکتے تھے اپنے ساتھہ پیوند کرکے
اُس خاک و غبار سے تخت جلال کو سرفراز کرے اسلئے خداوند نے اپنے ہی جسم
انسانی کے ساتھہ اپنی کلمیت ازلی اور نورانی وابستہ کرکے اُس کاہن کامل اور مجمع
الفضائل اور گناہ سے مبرا کا نمونہ دکھایا جس کی مشابہت خام و ناقص حضرت ہارون
اور اُسکے خلیفوں میں ظاہر ہوتی چلی آئی تھی اور اُس میں وہ برہ بے عیب و داغ

اور صاف و سفید نظر آیا جس کی توریت موسویہ کے ذبایح کی گذرانیوالی خلق زمان در زمان انتظاری کرتی تھی اور جسکو اپنے ہر ایک ذبیحہ میں بر سبیل پیشخبری کے حاضرین کے روبرو دکھایا کرتی تھی +

پھر غور کے لایق ایک اَور امر ہی جسکا ذکر و بیان فصل بالا میں درپیش آیا تھا اور وہ رسولوں کی مشہور تعلیمات میں سے ہی کہ جسطرح خدا کی اوّل خلقت کی ابتدا مسیح تھا کہ گویا سب عالموں کی مخلوقات کے اعیان اُسی میں موجود تھے اور اُسکے ذریعہ سے عالم شہود میں آ گئے اِسیطرح خلقت جدید اور ولادت ثانی اُسی میں اور اُسکے ذریعہ سے وقوع میں آئی اور اُس حیات روحانی کا بچانیوالا اور بڑھانیوالا وہی ہی از آنرو کہ پُرانی اِنسانیت کو اپنی ہی موت میں شامل کرتا اور اپنے ہی ذبح اور مقتول ہونے میں اُسکی ہر صورت کی باطنی اور ظاہری شرارت اور نفس امّارہ کو اُسکی بُری رغبتوں سمیت مقتول و مغلوب کرتا اور اپنی برخاست اور قیامت از مُردگان میں بھی اُنہیں آنقدر رفیق و شریک کر دیتا ہی کہ اُنکی حیات باصلہ تازہ و جدید بنکر خالق کی پاکصورت میں از سرِ نو مخلوق ہو جاتی ہی جس سے یہہ راز نکلا کہ خداوند عزیز سب حقیقی مومنوں کا وارث ہوتا ہی اور آپ بھی اُنکی میراث ہی اور یقیناً جس نے یہہ میراث پائی ہی نہایت بیش قیمت خزانے کا مالک ہی کیونکہ خداوند اپنے سب دلی دوستوں اور پیرووُں کو جو اہل قدسیت اور ایمان ہیں اپنے ہی دُکھہ درد کے صواب اور اپنے اعمال و فضایل میں اور آخرش اپنی جان و جلال میں شامل کر لیتا ہی +

صاحبو اگر ذرا سا تامل اور سوچ کرو گے اور حقیقت حال پر بنظر تمیز و انصاف دیکھکر فتویٰ دو گے تو اقرار کرو گے کہ یہہ نعمتیں اور قوتیں جنکی معرفت وہ شخص جو ابھی شیطان کا عین صید و شکار تھا اُسکے قابو اور قبضے سے چھوٹا اور اُسکی قید توڑکر اور سخت جُوا پیر تلے کُچلکر خدا کی خدمت اور عبدیت کے لئے آزاد نکلا ہی از آنروکہ مسیح کی موت ماضیہ اور حیات حال اور آیندہ جلال کی اُمید قوی میں شامل ہوکر گناہ کی نسبت مرا ہی پر خدا کی نسبت زندہ ہی یہہ سب ضرور مسیح کی ربوبیت اور معبودیت پر دال اور مستلزم ہیں ٭

ایک اَور ضروری سوال اِن مسئلوں کے شمار میں درج کرنا چاہیئے کہ خداوند مسیح کا تعلق کُل عالم کی عاقبت سے بلکہ ہماری تمہاری عاقبت کے ساتھہ کیا ہوگا پہلی سندوں اور دلیلوں سے معلوم ہوا کہ عالم نفسانیات سے عالم روحانیات میں لانا اور گناہ کے مقتولوں اور شیطان کے مظلومونکو زندہ اور وارث بہشت بلکہ وارث خدا کرنا صرف خداوند مسیح کا کام ہی کسی دوسرے کی اِس خدمت میں ذرا بھی شرکت نہیں۔ اِسی فی الحال کی قیامت کے حق میں خداوند نے آیت مذکورہ بالا میں فرمایا تھا۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں وہ گھڑی آتی ہی اور اب بھی ہی جس میں مُردے اِبن اللہ کی آواز سُنینگے اور سُنکر جئینگے۔ اِس آیت میں ظاہرًا اوّل موت اور اوّل قیامت کا ذکر ہی پھر اُن آیتوں میں جو اُسی باب میں آیت مذکورے کے مقارن ہیں دوسری حیات اور دوسری موت سے اشارہ ہی اور مسیح کا قریب اور ضروری

تعلق اُس عاقبت کے ساتھہ نمایاں و مبیّن ہوتا ہی اِس سے تعجب نکرو کیونکہ وہ
گھڑی آتی ہی جس میں وے سب جو قبروں میں ہیں اُسکی آواز سُنینگے اور نکلینگے ۔
جنہوں نے نیکی کی ہی زندگی کی قیامت کے لئے اور جنہوں نے بدی کی ہی سزا کی
قیامت کے لئے ۔ اور اگر کوئی شخص اِس بات میں شک و شبہہ کر کے سوال کرے
کہ آیا اِس تعلّق کے احاطے میں کُل عالم کے سب اقوام اور قبایل اور مذاہب شامل
ہوتے ہیں یا شاید ایک خاص اُمت اور اصل لنسل ۔ تو جواب اِس سوال کا اور
حقیقت حال کی حُجت بالغہ یوحنا رسول کے ۱۸ باب کی ۲ آیت میں منقول ہی تو نے
اُسے یعنی اِبن وحید کو سارے بشر پر اختیار دیا ہی کہ وہ اُن سب کو جنہیں تو نے اُسے
بخشا ہمیشہ کی زندگی بخشے ۔ اور اِنجیل متی کے ۲۵ باب کی ۳۱ اور ۳۲ آیتوں میں ہی
جب اِبن آدم اپنے جلال سے آویگا اور سب پاک فرشتے اُسکے ساتھہ تب وہ اپنے جلال
کے تخت پر بیٹھیگا اور سب قومیں اُسکے آگے حاضر کیجائینگی اور جسطرح بھیڑوں کو گڈریا
بکریوں سے جُدا کرتا ہی وہ ایک کو دوسرے سے جُدا کریگا اور مکاشفات کے ۲۰ باب
کی آخری آیتوں میں اُسی مسند مسیحی کی نہایت ہیبت ناک خبر بیان کیجاتی ہی ۔ پھر
میں نے ایک بڑا سفید تخت اور اُسکو جو اُسپر بیٹھا تھا دیکھا جسکے حضور سے زمین اور
آسمان بھاگے اور اُنہیں کہیں جگہہ نہ ملی پھر میں نے دیکھا کہ مُردے کیا چھوٹے
کیا بڑے خدا کے حضور کھڑے ہیں اور کتابیں کھولی گئیں اور ایک دوسری کتاب
جو زندگی کی ہی کھولی گئی اور مردوں کی عدالت جسطرح سے اُن کتابوں میں لکھا تھا

اُنکے اعمال کے مطابق کی گئی اور سمندر نے اُن مُردونکو جو اُس میں تھے اُچھال پھینکا
اور موت اور عالم غیب نے اُن مُردونکو جو اُس میں تھے حاضر کیا اور اُن میں ہر ایک

کی عدالت اُسکے کاموں کے موافق کی گئی اور جسکا ذکر زندگی کی کتاب میں نہ ملا وہ آگ کی جھیل میں ڈالا گیا۔ ای صاحبو یہہ صاف وصریح شہادتیں کیا وفق و تطابق رکھتی ہیں آپ لوگوں کے نبی صاحب کی بعض روایتوں اور حدیثوں سے مثلاً اُس حدیث سے جس میں یہہ مضمون درج ہی وَالْاٰخِرَةُ الثَّالِثَةُ لِيَوْمٍ تَرْغَبُ اِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وغیرہ جسکی ایک شارح نے یہہ شرح کی ہی تیسرا سوال قیامت کے دن کیواسطے رکھہ چھوڑا کہ جب تمام پیغمبر خوفناک ہونگے اور کسی کیواسطے کچھہ نہ کہہ سکینگے تب ہمارے حضرت شفاعت پر مستعد ہونگے۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں پیغمبر لوگ بھی حضرت سے اپنے واسطے کچھہ سعی سفارش چاہینگے یہانتک کہ ابراہیم سے پیغمبر بھی دامن محمد پکڑینگے۔ اور مذکورہ بالا شہادتیں کیا ہی اتفاق رکھتی ہیں اُس قصّہ معراج محمدی سے بھی یعنی اُس حدیث سے جس میں محمد صاحب کے اُس صعود مزعوم اور ہفت سماوات میں سیر کرنیکی روایت ملتی ہی۔ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى فَسَلَّمْتُ فَرْدًا۔ وغیرہ دیکھو صاحبو وہ خداوند جو خدا باپ کی مرضی اور اپنی اصل کلمیت اور ابنیت کی حقیقت سے زمین اور آسمان کا مالک اور خالق اور منصف العالمین ہی کسقدر اپنے تخت جلال سے اُتار دیا گیا اور معبود العالمین ہونے

کی جگہہ قریب ہی کہ تابع اور عابد محمد ہو جاوے افسوس ہزار افسوس کہ آپ لوگوں کے
راوی اور شارحین پر وہ قول مسیحی بعینہ عائد ہوتا ہی جو مرقس کے ۷ باب کی ۸ و ۹ آیتوں
میں نقل ہی تم خدا کے حکم کو بخوبی باطل کرتے ہو تا کہ اپنی روایت کو قایم رکھو اور وے
بیفائدہ میری عبادت کرتے ہیں کیونکہ جو تعلیم وے سکھاتے ہیں اِنسان کے احکام
ہیں۔ پھر ذرا غور کرو اُن صاف اور دلسوز تقریروں پر جو خط بعبرانیین اور غیر مقاموں
میں شفاعت مسیحی کے حق میں مرقوم ہیں کہ وہ شفاعت تا ابد کُل مومنین کے لئے
تا درجہ کمال مقبول اور منظور ہی مثلاً خط مذکور کے ۷ باب کی ۲۵ آیت میں کیا ہی کریم
و نعیم کلام نظر آتا ہی اِسلئے وہ (مسیح) اُنہیں جو اُسکے وسیلے خدا کے حضور جاتے ہیں
آخر تک بچا سکتا ہی کیونکہ وہ اُنکی شفاعت کے لئے ہمیشہ زندہ رہتا ہی اور پھر اُسی
باب کی ۲۳ آیت وغیرہ میں ہی وہ جو کاہن ہوتے ہوئے چلے آئے بہت سے تھے
اِسواسطے کہ وے موت کے سبب نہ رہ سکے پر یہہ اِسلئے کہ ابد تک رہنیوالا ہی ایسی
کہانت کا مالک ہوا جو دوسرے تک نہیں پہنچتی اور پھر اِسلئے آؤ ہم فضل کے تخت
کے پاس دلیری کے ساتھہ جاویں تا کہ ہمپر رحم ہو اور فضل جو وقت پر کمک رساں
ہو حاصل کریں۔ تو جب اِن اور مانند اِنکی اور آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ مسیح کی
کہانت یعنی اِمامت و شفاعت دائم قایم تا ابد سبھی خلق اللہ کے لئے ہی تو یہہ مضمون
کیا ہی کمال ضد ہی اُس حدیث کی جس میں کیفیت معراج کے بابت یہہ روایت تسلیم
ہوتی ہی رَاَیْتُنِیْ فِیْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ۔ وَاِذَا عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ قَائِمٌ فَحَانَتِ

الصَّلٰوۃِ فَاَمَّھُمْ۔ ناگاہ عیسیٰ بن مریم کو دیکھا کہ کھڑا نماز پڑھتا ہی پھر نماز کا وقت آیا سو
میں نے پیغمبروں کی امامت کی ÷

انجیل کے اقوال بالا کے متفق اَور بھی سیکڑوں نقلیات عاقبت اندیشونکی خاطر جمعی
کے لئے حوالہ قلم ہوگئیں مثلاً خط باہل روم کے ۲ باب کی ۱۲ و ۱۶ آیتوں سے اور خط عجمات
قرنت کے ۴ باب کی ۵ آیت سے اِس امر کی صریح خبر دیجاتی ہی کہ دار الخلافت اور
مسند انصاف کی مالکیت اور مختاری خداوند کو سپرد ہوگئی اور جسکی نشست اور صورت
نورانی اُس سفید تخت پر ظاہر و نمودار ہوگی اور جسکے روبرو سب مُردے کیا چھوٹے کیا
بڑے کھڑے کئے جائینگے سو مسیح ہی۔ پر کون ایسا کوتاہ بین اور علم و عدل سے بے بہرہ
ہی کہ اِن دو قیامتوں کی قدرت اور اختیار کو غیر از خدا کسی دوسرے کیطرف منسوب
کرے خواہ اُس قیامت اوّل کا ذکر ہو جو اِس عمر چند روزہ کیوقت ہوتی ہی درحالیکہ روح
انسان حالت ضلالت و فساد اور ذلت و زبونی سے خلاص ہوکر اور درگاہ خدا میں
درجۂ فرزندیت سے مشرف ہوکر صورت خدا پر از سر نو مصنوع اور مخلوق ہوتی ہی خواہ قیامت
ثانی کا ذکر ہو جو مسیح کی دوسری آمد و ظہور کیوقت برپا ہوگی جب مومنین کا خاکی اور
ذلیل بدن اُس قدرت کی تاثیر کے مطابق جس سے وہ سب کو اپنے تابع کر سکتا ہی
اُسکے نورانی جلالی بدن کے وفق و مشابہت میں متبدّل ہوگا۔ کیا وہ آدم زاد اور
فرشتوں کے رُتبے سے ذات اور وجود میں اعلیٰ اور افضل نہ ہوگا جسکی مسند عدالت
کے حضور میں ہم سب کو ضرور حاضر ہونا ہوگا یا اُسکا جلال اور کبریت سب مخلوقات کی

ذات اور منزلت اور مقام سے بڑھکر نہوگا جس نے بغیر تکبّر اور تفخر کے عاقبت کے سب
مہتر ین امور و واقعات کا سرانجام اور انتظام اپنی طرف منسوب کر کے وہ قول فرمایا
جو متی کی انجیل کے ۱۳ باب کی ۴۱ و ۴۲ و ۴۳ آیتوں میں مرقوم ہی اِس جہان کے اخیر
میں ایسا ہی ہوگا ابن آدم اپنے فرشتونکو بھیجیگا اور وے سب ٹھوکر کھلانیوالی چیزیں اور
بدکارونکو اُسکی بادشاہی سے چُنکر اُنہیں جلتے تنور میں ڈالدینگے - وہاں رونا اور دانت
پیسنا ہوگا تب راستباز اپنے باپ کی بادشاہی میں آفتاب کی مانند نورانی ہونگے -
قابل غور یہہ امر بھی ہی جو مکاشفات اور حضرت دانیال کے آخری الواب سے روشن اور
واضح ہی کہ کیسی اور کتنی کشتیوں اور جنگ وجدالوں میں سے اِجماع عامہ حقیقی جو خدا
کی خلق نو مخلوق ہی اپنے سب دشمنوںپر غالب و فتحیاب نکلیگا خصوصاً اُس اژدہے کے پنجے
سے جو شیطان ہی اور اُس حیوان سے جسکو اژدہے نے اپنی قدرت اور اختیار سپرد اور
تفویض اور توکیل کی ہی اور جس سے مراد ہیں اِس دُنیا کی وہ سلطنتیں جو بے دین و
دیانت اور بے خدا ہیں - اور اُس کسبی کے فن و فریب سے جو حیوان پر سوار ہوئی اپنی
جادوگری کے پیالوں سے سب قوموںکو نشے سے بیہوش کرتی ہی جس سے مراد ہی وہ گروہ
جو از روئے دغابازی اور خیانت کے اِجماع مومنین اور عقائد حق سے ہٹ گئی اور
خدا کی نسبت زانیہ کی طرح فسق و فجور میں غرق ہوگئی - اور جھوٹھے نبی کی حیلہ بازیوں سے
بھی جو حیوان کا وکیل اور مترجم ہی اِن سبھوں کے جور و جفا اور قبیح حکمتوں سے رہائی پاکر
کمال صفائی کے پیراہن سے متلبس ہوکر وہ کلیسیا مسیح کی سلطنت کی خوبیوں اور

فضیلتوں کی ہم وارث ہوگی آنطور کہ دُلہن اپنے دُلہا کی حشمت اور رونق اور دبدبہ
کی شریک اور رفیق ہوتی ہی۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیتوں سے صاف معلوم اور ثابت ہوا
کہ اُس سلطنت کا آفتاب خواری اور کدورت اور ذلّت کے گھنے گھنے بادلوں سے
پھوٹ نکلکر طلوع ہوگا۔ مثلاً یسعیاہ نبی نے اپنے ۵۳ باب کی ۱۲ آیت میں فرمایا اسلئے
میں اُسے بزرگوں کے ساتھہ ایک حصّہ دونگا اور وہ لوٹ کا مال زورآوروں کے
ساتھہ بانٹ لیگا کہ اُس نے اپنی جان موت کے لئے اُنڈیل دی اور وہ گنہگاروں
کے درمیان شمار کیا گیا اور اُس نے بہتوںکے گناہ اُٹھا لئے اور گنہگاروں کی شفاعت کی۔
یہہ گواہی برحق ہی اور احوال جہان اور خلق اللہ کے تجربے سے نت نئے نئے ثبوت پاتی
رہتی ہی اور خداوند کی خداوندی اور سلطنت کا جو لوگ انکار کرتے ہیں وہ صرف اِتنا
ہی فائدہ حاصل کرتے ہیں کہ اُس سلطنت سے آپ ہی محروم ہو جاتے ہیں چونکہ اُس
دُکھہ اور درد و رنج میں شرکت اور رفاقت رکھنے کی جگہہ جو سلطنت کیطرف چلنیوالوں
کی متعیّن راہ ہی وہ اُسکی صورت فروتن اور عاجز پر ٹھوکر کھاتے ہیں جسکی بابت خداوند
نے کہا مبارک وہ ہی جو مجھہ سے ٹھوکر نہ کھاوے۔ اور وہ ٹھٹھا بھی مارتے ہیں اور
لعنت کے متحمل کو ملعون جانکر یہود کے مزاح اور تمسخر کی تقلید کرتے ہیں اور پینے کے
کیل پر لات مارتے ہیں۔ حاصل کلام یہہ ہی کہ مسیح کی اُس سلطنت سے جو فی الحال
اور فی الواقع جاری ہوتی ہی مُراد ہی وہ نئی خلقت جسکی سرایت مُلک بملک اور
قلب بقلب پھیلتی چلی جاتی ہی اور بہت ہی سخت سرکش دلوں اور باغی مفسدوں

کے تلخ اور شدید مزاجوں کو اُس منجی العاصین کے نرم جوئے تلے دباتی ہی ازآنروکہ
خدا کے فضل کو منظور کرکے اور اُسکے عہد و میثاق کے احاطے اندر آکے وے اُسکی
مرضی اور خدمت پر صدقے اور قربان ہوجاتے ہیں - اور اختتام و تکمیل اُس خلقت
جدید کی وہ بادشاہی عموم اور غیر محدود ہوگی جسکا دلسوز اور فرحت آمیز بیان مکاشفات
کی کتاب کے ۱۱ باب کی ۱۵ آیت میں ملتا ہی - اور ساتویں فرشتے نے پھونکا اور
آسمان پر بڑی آوازیں یہہ کہتی ہوئی آئیں کہ اِس دنیا کی بادشاہتیں ہمارے خداوند
اور اُسکے مسیح کی ہوگئیں اور وہ ابد تک بادشاہت کریگا اور چوبیسوں بزرگ جو
اپنے اپنے تخت پر خدا کے حضور بیٹھے تھے مُنہہ کے بل گرے اور خدا کو سجدہ کیا اور
بولے کہ ای خداوند خدا قادر مطلق جو ہی اور جو تھا اور جو آنیوالا ہی ہم تیرا شکر کرتے ہیں
کیونکہ تونے اپنی بڑی قدرت اختیار کرلی اور بادشاہت کی اور قومیں غصے ہوئیں
اور تیرا قہر آیا اور مُردوں کا وقت پہنچا کہ اُن کی عدالت کیجاوے اور کہ تو اپنے
خدمتگذار نبیوں اور مقدس لوگوں کو اور اُنکو جو تیرے نام سے ڈرتے ہیں کیا چھوٹے
کیا بڑے اجر بخشے اور پھر اُسی صحیفے کے ۱۷ باب کی ۱۴ آیت میں اُسی اختتام جلالی
کا یہہ ذکر ہی وے برّے سے لڑائی کرینگے اور برّہ اُنپر غالب ہوگا کیونکہ وہ خداوندوں کا
خداوند اور بادشاہوں کا بادشاہ ہی اور وے جو اُسکے ساتھ ہیں سو بلائے ہوئے
اور مختار اور امانتدار و وفادار ہیں - آمین *

تمت

